وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

الحمد للہ کہ

جلد اول

از

تفسیر قرآن

مؤلفہ

شایق احمد عثمانی بھاگلپوری

کچھ مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر میں

اور باقی ٹائیٹل پیج اور چند جزو

دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ ٹھاکرداس پرنٹر کے طبع ہوئے

بار اول ۔ ۱۹۱۶ء ۔ تعداد پانسو

قیمت کاغذ درجہ اول ۲ روپیہ ۔ کاغذ درجہ دویم ۱ روپیہ ۸ آنہ

تہدیہ

میرے محترم دوست جناب ملنگ
احمد بادشاہ صاحب بی۔اے
ملک التجار مدراس کو مذہبی امور
خصوصاً قرآن مجید سے جو دلچسپی ہے
اس بنا پر میں اپنی یہ تصنیف بڑی مسرت
کیساتھ ان کے اسم گرامی پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں

خاکسار مولف
شائق احمد۔ عثمانی

تفسیر قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اسلامی دنیا کے ہر طبقہ کا آج یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ مسلمان اپنی اس پستی اور تنزل سے اسی وقت سدھر سکتے ہیں جب وہ قرآن مجید کی تعلیم کے عملی نمونہ بن جائیں، اب ہر کانفرنس، ہر جلسہ، اور ہر وعظ کے اندر یہی آواز بلند ہو رہی ہے، مگر یہ آواز ابھی فقط کانفرنس کی میز اور وعظ کے منبر تک محدود ہے، افسوس کہ ہمارے افعال و اعمال اس کی تصدیق نہین کرتے، مسلمانوں کی پستی اور تنزل مین کوئی کلام نہین، ان کی دنیاوی اور دینی دونوں حالت قابل افسوس ہے، دینی پستی تو ظاہر ہے کہ اخلاق حسنہ ہم مین نہین ہین، خلوص نہین ہے، باہمی اخوت اور ہمدردی مفقود ہے، یاد خدا دل مین نہین ہے، دنیاوی تنزل اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے،

ہمارا جدید تعلیم یافتہ گروہ ایک حد تک مذہب سے بدظن ہے تو ہمارے مذہبی مقتدا دنیا سے ناراض ہو بیٹھے ہین، وہ مذہب کو ترقی کی راہ مین روڑا

سمجھتے ہین، تو یہ دنیاوی ترقی کو ہی خارج از اسلام سمجھتے ہین، اور یہ ساری خرابی اس لئے آئی کہ اول الذکر تو قرآن مجید سے بالکل نا آشنا ہین اور آخر الذکر حضرات قرآن کو پڑھ کر اور سمجھ کر اس کو پس پشت ڈالے ہوئے ہین، ضروری اور غیر ضروری کے مراتب کو ملحوظ نہین رکھتے، ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری بنائے ہوئے بیٹھے ہین، لکیر پیٹ رہے ہین، جسم کو لئے بیٹھے ہین، اور روح نکل چکی ہے، حالانکہ اسلام دین و دنیا دونون کے مجموعہ کا نام ہے، اسلام، ان عمدہ قوانین کا نام ہے جن پر چل کر انسان اعلیٰ درجہ کی انسانی زندگی گذار سکے، اس لئے زندگی کی کوئی حرکت و سکون اسلام سے علحدہ نہین ہو سکتی،

سخت غلطی ہے جو لوگ دیگر مذاہب پر قیاس کر کے اسلام کو فقط اعتقادیات مین منحصر کر دیتے ہین، یا اس کو اُن چند خارج از عقل و ادراک تخیلات کا مجموعہ سمجھ لیتے ہین جنھین انسان کی متمدن زندگی کے معاملات و کاروبار مین دخل نہین، کم از کم اسلام کی نسبت ایسے خیالات دل مین رکھنا اس کے ساتھ سخت بے انصافی ہے، یہ واقعہ ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب کو دیکھکر اسلام کی حقیقت سے نا آشنا لوگ اسلام کے متعلق اس قسم کے باطل خیالات لئے بیٹھے ہین اور جہان جدید تعلیم یافتہ گروہ کے مجمع سے قرآن قرآن کی آواز بلند ہو رہی ہے وہان یورپ کی جدید تعلیم مادیت (میٹریلزم) کا زہریلا اثر بھی قوم کے ہونہار افراد مین پھیلا رہی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مذہب اور قرآن کی طرف سے بیزاری پیدا ہو،

اس لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کو عام فہم ملکی زبانون مین پیش کیا جائے، تاکہ جو لوگ اسکولون اور کالجون مین تعلیم پاتے ہین، وہ قرآن کی

فطرتی تعلیم سے واقف ہوکر اپنی انسانیت کے اعلیٰ فرائض کا احساس کریں، اور اپنے اندر خلوص وایثار کے وہ جذبات پیدا کریں جو قوم کی سر بلند امیدوں کو پورا کر سکے، نیز وہ لوگ جن کی پرورش مذہبی آب وہوا میں ہو رہی ہے، وہ سمجھیں کہ اب فقط فروعی امور میں اُلجھنے کا زمانہ نہیں ہے، اس وقت جب کہ مسلمان اسلام کے اصلی شاہ راہ سے دور ہو چکے ہیں، زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ ان کو ان سارے جزوی اختلافات سے علٰحدہ کر کے ایک اسلامی اتحاد کے شیرازہ میں جکڑ دیں، تاکہ یہ پراگندگی اور فرقہ بندی ان سے دور ہو، جس نے ان کو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بیکار اور عضو معطل بنا رکھا ہے،

اِس وقت ہماری جو اخلاقی حالت ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ اسی ترتیب سے قرآن کی تعلیم پیش کی جائے، جس ترتیب سے خدا نے عرب پر پیش کی، تاکہ شروع شروع میں اسلامی اعتقادیات مدلل طریقہ سے ذہن نشین ہوں، کیونکہ مکی سورتیں عموماً توحید، نبوت، اور معاد کے عقیدوں کی مدلل تشریح سے بھری ہوئی ہیں، اور یہ ضروری ہے کہ فروعی اعمال کی تعلیم سے پہلے اس کی بنیادی خیالات دلوں میں مستحکم کر دیئے جائیں، آج فقط نماز اور روزہ کے وعظ کی اس قدر ضرورت نہیں جتنی اس کی ضرورت ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، اور یہ کہ انسان کا کوئی عمل بے نتیجہ نہیں رہ سکتا،

تعلیم کے ناکامیاب اور بے اثر رہ جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم کے اندر ترتیب اور ضرورت وقت ملحوظ نہ رکھی جائے، مثلاً موجودہ وقت میں جب کہ ایک کثیر تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو اسلامی اعتقادیات پر یقین نہیں رکھتی، یا تو سرے سے دل میں ان عقائد کی جگہ ہی نہیں، یا ہے بھی تو آبائی تقلید کے پیرایہ میں، ایسی حالت میں فروعی احکام کا وعظ کسی قدر غیر مفید اور غیر موزوں

ہے، جو لوگ مذہبی اعتقادیات کے اندر زمانہ جاہلیت کے لوگون کے دوش بدوش ہون، انھین مدنی سورتون کی تعلیم بالکل قبل از وقت ہے، اس لئے میری رائے ہے کہ عام طور پر مسلمان اس وقت مذہب سے جو لگاؤ رکھتے ہین اس کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت ہے کہ جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سکھایا اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے، تاکہ اول اول سارے بنیادی عقیدے، توحید کی حقیقت، رسالت کی ضرورت جزاء سزا کا لازمی ہونا سمجھ میں آجائے، اپنے اپنے اعمال کی ذمہ داری کا احساس پیدا ہوجائے، پھر اس کے بعد ہر طبیعت خود اچھے کام کی طرف رغبت کرے گی، اور برے کام سے نفرت،

انہی خیالات نے مجھے آمادہ کیا ہے کہ مین عام فہم اردو زبان مین مکی سورتون کی تفسیر شروع کرون، چنانچہ مین نے سب سے پہلے سپارہ عم کی تفسیر لکھی ہے جو ناظرین کے ہاتھون مین ہے، سارا زور، اور ساری ہمت مین نے اس مین صرف کی ہے کہ قرآن کا اصل مقصد اور اصل مطلب واضح کردیا جائے، نہ کہین لفظی بحث مین الجھنا مین نے پسند کیا ہے، نہ دوسری غیر متعلق باتون سے مین نے صفحات سیاہ کئے ہین،

گو میری تعلیم کا مرکز **دارالعلوم دیوبند** ہے اور اس لئے میرے اس قسم کے سب کام درحقیقت اسی علمی سرچشمہ کے ناچیز قطرات ہین، تاہم مین ناشکر ہونگا اگر ایسے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اپنے استاذ علامہ مولانا **حمید الدین** صاحب مدظلہم العالی پرنسپل دارالعلوم حیدرآباد دکن کا تذکرہ نہ کرون، کہ اس تفسیر مین زیادہ تر وہی اصول مین نے ملحوظ رکھے ہین جو استاذ علامہ ممدوح نے فن تفسیر مین مدون فرمائے ہین، دعا ہے کہ خدا استاذ کا

سایہ ابدالآباد تک ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور ان کی نادر علمی برکات سے دنیا کو اچھی طرح مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمائے، آمین،

آخر مین مین ناظرین سے درخواست کرتا ہون کہ اگر اس کتاب مین کوئی بات انھین پسند آئے تو خدا کا شکر کرین، جس کی رحمتِ غیر متناہیہ نے مجھ جیسے ناکارہ کے ہاتھون اسے ظاہر فرمایا، اور اس ناچیز کے لئے دعائے خیر، فرماوین، اور اگر کوئی غلطی پائین تو خدا سے میرے لئے دعائے مغفرت فرمائین، اور تکلیف گوارا کرکے مجھے اس سے مطلع کرین، تاکہ آئندہ اڈیشن مین اس کا خیال رکھا جائے

شائق احمد عثمانی

دلاورپور۔ مونگیر

یوم عید۔ ۱۳۳۵ھ

سورتوں کی فہرست

سورۂ نبا

مکی ۔۔ ۴۰ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ (۲) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ

یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں ؟ کیا اس بڑی خبر کے بارے

(۳) الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ (۴) کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ

میں جس میں یہ لوگ اختلاف رکھتے ہیں ؟ نہیں یہ عنقریب جان لیں گے، پھر

(۵) ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ۔

(کہتا ہوں) نہیں عنقریب یہ جان لیں گے۔

ان آیتوں میں یہ دعویٰ ہے کہ قیامت جس سے یہ منکر ہیں اختلاف کرتے ہیں۔ اور جس کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں، وہ ایک یقینی چیز ہے جس میں کسی طرح شک کی گنجائش نہیں،

قرآن کسی دعوے پر جو دلیل پیش کرتا ہے وہ عموماً تین طرح کی ہوتی ہے (۱) خدا کی صفات سے (۲) عالم کے مناظر قدرت اور شواہد فطرت سے، (۳) خود انسانی نفوس کی اندرونی شہادتوں سے۔

قرآن جو دلیلیں پیش کرتا ہے، بسا اوقات وہ دلیلیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو کئی الگ الگ مستقل دعووں کو ثابت کرتی ہیں، چنانچہ قیامت اور جزا۔ سزا کے

ثبوت میں جو دلیلیں دی گئی ہیں، اِن میں سے اکثر ایسی ہیں، جو خدا اور اُس کی ذات
اور اُس کی صفات کو ثابت کرنے کے لئے بھی کافی ہیں، چنانچہ اِس سورت میں
جو دلیل بیان کی گئی ہے وہ بھی قیامت اور اُلوہیت یعنی خدا کا وجود، اُس کے
صفات، دونوں کو ثابت کرتی ہے، گو اِس سورت کا مقصد صرف قیامت
کو ثابت کرنا ہے۔

(۶) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷) وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا

کیا ہمنے زمین کو فرش — اور پہاڑون کو میخین نہین بنایئں ؟

(۸) وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (۹) وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا

اور ہم نے تمکو جوڑا جوڑا پیدا کیا — اور تمہاری نیند کو راحت بنائی

(۱۰) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (۱۱) وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا

اور رات کو پردہ بنایا — اور ہم نے دن کو روزی (کے لئے) بنایا

(۱۲) وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۱۳) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور ہمنے تمہارے اوپر سات مضبوط (سیارے) بنائے — اور ہمنے روشن چراغ بنایا

وَّهَّاجًا (۱۴) وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا

اور ہمنے بادلون سے زورون کا پانی اوتارا۔

(۱۵) لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا (۱۶) وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا

تاکہ ہم اِس سے غلہ اور (تمام) نباتات اور گھنے باغ (زمین سے) نکالین

زمین، پہاڑ + بقائے نوع انسانی کے لئے مرد و عورت کا سلسلہ، رات، دن
نیند، سیارے، جن میں شمس و قمر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ابر اور اِس سے بارش،
چراغ، کے ذریعہ سے سارے نباتات، سبزیاں، غلے، باغ وغیرہ وغیرہ، اِن چیزون
پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بعض چیزیں ایک دوسرے سے کروڑوں میں

دور ہین تاہم سب ایک سلسلہ میں ہین، اور سب ایک دوسرے سے ملکر
اور مجتمع ہوکر دنیا کے اس کارخانہ کو اعلیٰ انتظام کے ساتھ چلانے مین کام کر رہی
ہین، جس طرح ایک گھر کے اندر سونے، بیٹھنے کے لئے چارپائی، تخت، بستر
ہوتے ہین، بارش و دھوپ سے بچانے کے لئے اس پر چھپر یا چھت ڈالدی
جاتی ہے، پھر ایک خاندان اس مین رہتا ہے، دن مین سب اپنے اپنے کام
مین لگ جاتے ہین، رات ہوتی ہے تو آرام کے لئے سو رہتے ہین، اور روشنی
کی خاطر چراغ، لمپ، قندیل روشن کر لیتے ہین، کھانے پکاتے ہین، کھاتے
ہین، وغیرہ وغیرہ جو کام ایک چھوٹے سے چھوٹے گھر مین ہوتا ہے، اس کو وسیع پیمانہ
پر لو، روے زمین کو ایک مکان سمجھو، یہ بڑے بڑے پہاڑ جو نظر آتے ہین،
انھین میخ سمجھو کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین کے اندرونی حصہ مین جو آتشین مادے
ہین جو بسا اوقات پہاڑون سے پھٹ کر نکل آتے ہین اور پہاڑ آتش فشان
کہلاتے ہین، اور بسا اوقات وہ آتشین مادے نکلنے کے لئے زور کرتے ہین تو
اس کی وجہ سے زلزلہ آجاتا ہے، جس کا بہت کچھ بچاؤ یہی اونچے اونچے پہاڑ
کرتے ہین جو تمہارے سامنے خاموش دست بستہ تمہاری اس بڑی اور اس
جیسی سینکڑون خدمت کے لئے کھڑے ہین، اگر یہ پہاڑ نہ ہون تو علاوہ اور
بہت سے نقصانات کے ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کثرت سے اور اس
شدت سے زلزلے آئین کہ آبادی ہلاک ہو ہو جائے، پھر یہ دنیا کی تمام
مخلوقات اس بڑے گھر (زمین) کی رہنے والی ہین، جن مین بقاے نوع کے لئے
نر و مادہ کا سلسلہ رکھا گیا ہے، پھر زندگی کے لئے ان کو کام کرنے محنت
اوٹھانے اور کسب کمال کی ضرورت ہے، جس کے لئے دن بنایا گیا، پھر اگر
ہمیشہ وہ محنت کرتے رہین تو ان کی زندگی فنا ہو جائے، اس لئے آرام کا

وقت نکالا گیا جسے رات کہتے ہیں جو صرف اس لئے ہے کہ تمام مخلوق اسوقت اپنے اہل وعیال میں اطمینان سے آرام اٹھائے، اور زندگی کے بہت سے مقاصد ہیں جن کے لئے رات کی پردہ داری کی ضرورت ہے، اس دن، رات، کی روشنی وتاریکی، اور اس تغیر وتبدل، اور زندگی کی غذا، غلے، نباتات، میوے، پیدا ہونے کے لئے فصل اور موسم، گرمی اور سردی، ابر بارش وغیرہ کی ضرورت تھی اس لئے بہت سے سیارات بنائے جن کی مختلف حرکتوں کے ذریعہ سے مختلف وقت، مختلف فصل مختلف موسم، گرمی سردی، ربیع و خریف، ابر وبارش وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے، ان سیارات میں سات بڑے سیارے یہ ہیں، چاند، عطارد، زہرہ، سورج، مریخ، مشتری، زحل، اور ان ساتوں میں ہمارے لئے چاند اور سورج سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ رات اور دن کا ہونا، مہینہ، سال وغیرہ کا اختلاف صرف انھیں کا نتیجہ ہے، بہر حال اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ دنیا کا یہ سارا کارخانہ، گو کروڑہا کروڑ میلوں کی وسعت میں پھیلا ہوا ہے، مگر سب کچھ ایک ہی سلسلہ میں ہے، اور یہ سب چیزیں ملکر اس عالم کے چلنے کا کام کر رہی ہیں، اور یہ ایک ہی گھر ہے جس کی مختلف چیزیں مختلف مقصد کو پورا کر رہی ہیں، کوئی سونے بیٹھنے کے لئے ہے، کوئی گھر کی حفاظت کے پہرہ پر کھڑا ہے (جیسے پہاڑ) کوئی روشنی پہنچاتا ہے (جیسے چاند وسورج) کوئی غلہ، وغذا کا سامان کرتا ہے، دن رات کا انتظام کرتا ہے، جیسے (چاند سورج، ابر، بارش) تو یہ سب چیزیں ایک دوسری سے گہرا ربط اور تعلق رکھتی ہیں، اور ہر چیز اپنے اپنے موقعہ پر نہایت مناسبت کے ساتھ رکھی گئی ہے، کہ ذرا اپنی جگہ سے کوئی ٹلے تو یہ سارا کارخانہ اور یہ اعلےٰ انتظام درہم برہم ہوجائے،

تو یہ سارا کارخانہ جس مین کوٹ کوٹ کر حکمت اور تدبیر بھر دی گئی ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی زبردست اور عظیم الشان ہستیون سے ایک انتظام سے کام لیا جا رہا ہے ایک قانون کے اندر سب مسخر اور مقید ہین، اور جن کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ انسانی اور حیوانی ہستیون کا وجود، ان کا نشوونما، ان کی ترقی اور عروج، ان تمام چیزون پر موقوف ہی، اگر اس انتظام سے ایک چیز بھی آج ہٹا لی جائے تو روے زمین پر ایک زندہ ہستی نظر نہ آئے، اِس سے صاف ظاہر ہی کہ دنیا کی ہر چیز، دنیا کے ہر جاندار کے حق مین ایک ایک رحمت ہی جس کے نہ ہونے سے جاندار کا زندہ رہنا محال ہی،

ایک سرسری نظر سے دیکھنے والا انسان بھی اس کارخانہ پر ایک نظر ڈال کر یہ فیصلہ کرلے گا کہ اِس نظام کے اندر اعلیٰ تدبیر و حکمت کا پتہ لگتا ہے جو اس عجیب و غریب اور بے نظیر اعلے انتظام سے اِس کارخانہ کو چلا رہی ہی، کہ کسی چیز کے اندر کسی ترمیم یا نظر ثانی کی ضرورت نہین، اس بڑے دنیا کے ایک ایک ذرہ کو دیکھو، جس جگہ وہ ہے وہی اس کے لئے ضروری ہی، اس بڑے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک چیز کا دوسرے سے کیا عمدہ تعلق کس اعلیٰ پیمانہ پر رکھا گیا ہے، صرف بارش ہی پر غور کرلو، یا نباتات کے پیدا ہونے پر یا خود جاندار کے پیدا ہونے پر، شروع سے آخر تک غور کرکے دیکھ لو، تم کو حکمت و تدبیر کے وہ وہ عجائبات نظر آئین گے کہ بے اختیار پکار اُٹھو گے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، "اے ہم سب کے پرورش کرنے والے آقا، تونے یہ سارا نظام باطل، بے نتیجہ، اور بے انجام ہرگز نہین بنایا ہے"

وہ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اِس نظام کے اندر اعلے سے اعلے کامل قوت

اور قدرت کا پتہ لگتا ہے، جو ان عظیم الشان ہستیوں کو ایک قانون میں جکڑے ہوئے اور ایک انتظام میں مسخر کئے ہوئے ہے، اور جس طرح جس کو جو چاہا بنا دیا ہے بنا سکتا ہے، "سُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ" "تو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام چیزوں کی حکومت ہے،

وہ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اس کارخانہ کے اندر تمام معاملات رحمت پر مبنی ہیں، یہ سارا نظام ہر ایک جاندار ہستی کے لئے سراسر رحمت ہی جس میں اس کے رہنے سہنے، سونے بیٹھنے، راحت آرام، کھانے پینے، روشنی وغیرہ وغیرہ سارے ضروریات کا مکمل انتظام موجود ہے، خود ایک انسان اپنی ہستی کو دیکھے اور اسی کے اندر جس قدر ان گنت رحمتیں موجود ہیں اس پر غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ اس عالم کا ایک ایک ذرہ رحمت کا ایک ایک دریا ہے،

تو یہ تین باتیں ہیں، جن کا پتہ صاف طور پر اس کارخانۂ عالم سے ملتا ہے، ایک حکمت و تدبیر، دوسری قدرت کاملہ، تیسری رحمت،

اب ہر سمجھدار خود فیصلہ کرے کہ دنیا کا یہ عالیشان محل مع اس ساز و سامان کے، مع ان خوبصورت لمپ و قندیلوں کے، مع تخت و بسترے کے، مع اس باغ و نہر کے، اور مع ان ساری چیزوں کے جو اس میں قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں، یہ سب کچھ خود بخود مادے (میٹر) کی اتفاقی حرکت سے بن گئی ہیں، اور ہوا کے جھونکوں سے چھوٹے چھوٹے ذرات اُڑ اُڑ کر آتے رہے ہیں، اور انہیں ذرّوں سے ہوا کے اتفاقی جھونکوں کی بدولت یہ عالیشان محل آپ سے آپ بن کر تیار ہو گیا ہے؟ یا یہ کہ اس عالیشان محل کا بنانے والا معمار نہایت عقلمند، نہایت سمجھدار ہے، جس کی قدرت کے آگے یہ ساری عظیم الشان ہستیاں سرنگوں ہیں، جس کی حکمت، جس کا علم، اور جس کی تدبیر اس ترقی یافتہ صدی کے عقلمند

سی عقلمند، اور بڑے سے بڑے فلاسفر یا سائنس دان کی عقل سے ضرور اسی قدر زیادہ ہے جس قدر ایک قطرہ سے ایک سمندر زیادہ ہے، نیز اس محل کا بنانے والا اس قدر رحمت و مہربانیون کا سرچشمہ ہے کہ اس نے دنیا کی ہر چیز، ہر جاندار، اور خصوصًا انسان کے نفع، اور اس کی راحت کے لئے بنائی ہین، تو وہ بنانے والا وہی ہے جسے ہم اللہ کہتے ہین،

قرآن مین خدا کا وجود اسی قسم کی یقینی دلیلون سے ثابت کیا گیا ہے، اور یہی وہ دلیلین ہین جو آج اس عہد جدید کے بڑے بڑے فلسفہ و سائنس جاننے والے خدا پر پیش کرتے ہین، یہان اس سورت مین یہ دلیل خدا پر اور قیامت پر لائی گئی ہے پہلا حصہ تو بیان ہو چکا، اب ہم دوسرا حصہ یعنی قیامت پر دلیل بیان کرتے ہین،

یہی حکمت و تدبیر، قدرت کاملہ، رحمت کی تین صفتین قیامت کے ثابت کرنے کے لئے مضبوط اور قوی دلیلین ہین، جن کے ماننے کے بعد کوئی انسان قیامت سے انکار نہین کر سکتا، یہان ان تینون صفتون کو ملا کر قیامت کو ثابت کیا گیا ہے اور قرآن مین بہت سی مقامات مین جا بجا ان صفات مین سے ایک ایک صفت کو الگ الگ بھی مستقل طور پر قیامت کے ثابت کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے، چنانچہ اسی بحث مین ہم موقعہ موقعہ پر ایسی آیات نقل کرتے جائینگے جن سے صاف معلوم ہوگا کہ یہان ان مخلوقات کو بنا کر اپنی قدرت، اپنی حکمت، اور اپنی رحمت جو خدا نے ظاہر کی ہے اس سے خود خدا اور قیامت کا ثابت کرنا مقصود ہے، کیونکہ اسلام بلکہ تمام مذاہب کے مقاصد مین سے یہ دو اعلیٰ مقاصد ہین،

(۱) قدرت

قدرت کاملہ سے قیامت کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے جس قادر مطلق نے

زمین آسمان، سورج چاند، عظیم الشان پہاڑ، مرد عورت، رات دن، ابر و باران، نباتات و غلے، پیدا کئے ہیں، اس کے لئے تمام انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے،

(۱) انسان ہمارے لئے مثلیں بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ ہڈیاں جب گل گئی ہوں تو انھیں کون زندہ کر سکتا ہے؟ اسے کہدو کہ ان ہڈیوں کو وہی زندہ کریگا جسنے انکو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، اسکو تمام مخلوق (سے ...)

(۱) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

(یس ۷۸)

(۲) اور وہ خدا ہی ہے جو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کریگا، اور یہ اس کے لئے نہایت آسان ہے...... اور وہ زبردست ہے اور جاننے والا ہے،

(۲) وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ...... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ

(روم-۲۷)

(۳) کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے میں ہی تھک گئے؟

(۳) أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ط

(ق-۱۵)

(۴) جس طرح ہمنے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔

(۴) كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ

(انبیا-۱۰۴)

(۵) کیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کردے؟

(۵) أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

(یس-۸۱)

(۶) کیا انسان منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے، پھر وہ لوتھڑا ہوا

(۶) أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ

پھر خدا نے اسے پیدا کیا، پھر اس نے جوڑ بند درست کئے، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں یعنی مرد و عورت، تو کیا وہ خدا، اس پر قادر نہیں کہ مُردے کو پھر زندہ کر سکے؟

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ۔

(قیامۃ - ۳۶ و ۳۷)

کیونکہ وہ قادر ہے اور علیم ہے، جب قدرت اور علم دونوں صفتیں اس میں کامل موجود ہیں تو پھر دوبارہ پیدا کرنے میں کیا استبعاد ہے، ظاہر ہے کہ انسان مر کر بالکل معدوم نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے اجزا منتشر ہو جاتے ہیں، خدا کو چونکہ ان تمام ذرات اور اجزا کا علم ہے، اور ساتھ ہی اس کی قدرت کامل ہے، اس لئے نہایت آسانی سے وہ ان ذرات کو اکٹھا کر سکتا ہے، البتہ جس کے پاس قدرت نہیں، یا جو ان اجزا کی خبر نہ رکھتا ہو اس کے لئے مشکل ہو سکتا ہے،

(۲) حکمت و تدبیر

دوسری جو صفت ان آیتوں سے معلوم ہوتی ہے وہ تدبیر و حکمت الٰہی ہے کہ اس کارخانۂ عالم کو جس میں انسان پیدا کیا گیا ہے، کس اعلےٰ و اکمل نظام کے ساتھ چلا رہا ہے، ہر چیز کس حکمت اور تدبیر کے ساتھ اپنا اپنا فرض پورا کر رہی ہے، ایک زمین ہی کو دیکھو جس پر انسان چلتا پھرتا ہے، رہتا سہتا ہے، کام کے وقت اسی پر کام کرتا ہے، آرام لینے کے لئے اسی پر سوتا ہے، مکان اور بڑی بڑی عالیشان عمارتیں بھی اسی پر بناتا ہے، اپنی زندگی کے لئے غذا بھی اسی سے نکالتا ہے، توالد و تناسل و بقائے نوع انسانی کے لئے نر و مادہ (مرد و عورت) بنایا، اور اس ضروری سلسلہ کا یہ انتظام

گیا کہ ہر انسان کو فطرۃً اس کی طرف رغبت ہو، محنت کے بعد آرام لینے کے لئے نیند اور نیند کے لئے ایک نہایت موزون وقت یعنی رات بنائی، بڑے بڑے سیارے بنائے جن کے غیر محدود اور مختلف منافع مین سے موسمون اور فصلون کا تغیر و تبدل، تمام نباتات کی پیدائش، ان کا نشو و نما، ان کا بڑھنا اور پختہ ہونا، انھین سیارات کی مختلف حرکتون کے آثار و نتائج ہین، ان سیارون کا ایک معمولی فائدہ حرارت و روشنی ہے جو ہر جاندار کی زندگی کا دار مدار ہے، غرض اس عالم کی تمام چیزین ایک خاص اعلےٰ نظام کے اندر کام کر رہی ہین، تو جو کارخانہ اس طرح تدبیر و حکمت کے ساتھ چل رہا ہے جس عالم کا ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ بھی ہزارون منافع اپنے اندر لئے ہوئے ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر کسی نتیجہ اور بغیر کسی انجام کے یون ہی چلایا جائے، اگر ایسا ہے کہ اس دنیا کی کوئی انتہا نہین، اور انسان جو دنیا کے اندر عمل کے لئے پیدا ہوا ہے اور محنتون مین اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے، اس کی یہ اعلیٰ ہستی، اور اس کے اچھے سے اچھے اور بُرے سے بُرے کام کا کوئی بدلہ اسے نہین ملے، تو یہ دنیا اور اس کا سارا نظام لغو، بیہودہ اور عبث ہے، اور ظاہر ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ کسی طرح لغو اور بلا نتیجہ نہین قرار دیا جا سکتا،

یہ نہین کہا جا سکتا کہ انسانی اعمال کے نتیجے یہین ملتے ہین، کیونکہ ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ سینکڑون اچھے اور نیک لوگ مظلومیت اور پریشانی کی زندگی گذار دیتے ہین اور اس زندگی مین کوئی موقعہ ان کو ان اچھے اعمال کے اچھے بدلے پانے کا نہین ملتا۔ اسی طرح ہزارون ظالم، ڈاکو، بدمعاش لوگ نظر آتے ہین، جو اپنی پوری زندگی بداخلاقیون مین ضائع کر دیتے ہین، اور عمر بھر عیش و عشرت، مال و دولت مین گذارتے ہین، اور کوئی بڑا انجام اس زندگی مین انھین

نہیں ملتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس دنیا کی انتہا ہو، خدا کی صفت حکمت و تدبیر کو قرآن میں جا بجا اس دعوے پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ اس نظام کی انتہا ضرور ہوگی، اور ضرور انسان کو اعمال کا بدلہ ملیگا،

(۱) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ۔ (حجر - ۸۵)

(۱) اور ہم نے اسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کو مصلحت ہی سے بنایا ہے اور قیامت ضرور ضرور آئیگی

(۲) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔

(حجر - ۲۴ + ۲۵)

(۲) اور ان لوگوں کو بھی ہم جانتے ہیں جو تم میں سے پہلے ہو گذرے ہیں اور ہم ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں، اور ضرور تیرا رب ان سب کو اکٹھا کریگا کیونکہ وہ حکمت والا اور علم والا ہے

(۳) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

(مومنون - ۱۱۵)

(۳) تو کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے تمکو (یونہی) عبث بنایا ہے، اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے ؟

(۴) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا

(۴) بیشک آسمان اور زمین کی بناوٹ میں اور رات دن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کو یاد کرتے ہیں، اور آسمان و زمین کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار تو نے اس کو باطل نہیں بنایا ہے (ضرور اس کا رخانہ

عالم کا کوئی بڑا انجام ہونیوالا ہے) تو ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تو (اے پروردگار) ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا،

بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(آل عمران - ۱۹۰)

(۵) کیا یہ لوگ اپنے دلوں میں غور نہیں کرتے ؟ کہ خدا نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کو محض مصلحت سے اور ایک مقرر وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے مگر بہت سے لوگ ہیں جو (اس پر بھی) اپنے پروردگار سے ملنے کو نہیں مانتے،

(۵) أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ،

(روم - ۸)

(۶) جو لوگ خدا کی راہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے، اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے نتیجہ نہیں بنایا (کہ یوں ہی ہمیشہ رہے یا بالکل معدوم ہو جائے، اور کچھ نتیجہ اور انجام نہ نکلے) کافروں کا یہی خیال ہے تو دوزخ کی آگ کے سبب، (جس میں یہ جائیں گے) کافروں پر افسوس ہے،

(۶) إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ،

(ص - ۲۵+۲۶)

(۷) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ بے انجام چھوڑ دیا جائے گا،

(۷) أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى (قیامۃ - ۳۶)

(۳) رحمت

تیسری صفت جو ان آیتون سے معلوم ہوتی ہے وہ رحمت ہی، کہ خدا نے انسانی ضروریات پوری ہونے اور انسانی زندگی کے تمام سامان مہیا ہونے کے لئے یہ انتظامات مقرر کر رکھے ہین، چنانچہ زمین کو فرش اور پہاڑون کو میخ، نیند کو راحت رات کو راحت کا دن کو طلب معاش کا وقت، ستیارون کو باعث روشنی، ابر و باران کو باعث زراعت و نباتات کہہ کر ان تمام مخلوقات کی غرض و غایت بتا دی گئی ہے، کہ یہ تمام کارخانہ انسان کی خدمت کے لئے چلایا جا رہا ہے، تو جس خدا نے انسان کے لئے یہ کچھ انتظامات کر رکھے ہین، جو بغیر کسی استحقاق کے اس قدر نعمتین دے رہا ہے، کیا وہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ لوگ جنھون نے اپنی زندگی ظلم و ستم، جور و تعدی، بہیمیت اور بداخلاقی مین ضائع کر دی ہے، اور وہ لوگ جو ساری عمر مظلوم و تختۂ مشق ستم رہے ہین جنھون نے اپنی زندگی نہایت اچھی اور اخلاقی بسر کی ہی، دونون مر کر فنا ہو جائین؟ اور ان اچھے اور بُرے اعمال کا کوئی امتیاز نہ ہو؟

کیا اس کی رحمت یہ جائز رکھ سکتی ہے کہ اچھے کام کرنے والون اور بُرے کام کرنے والون کا انجام ایک ہو؟ جب اچھے کام اور بُرے کام کے معنی یہ ہین کہ اُن کے نتائج اچھے اور بُرے ہون، اور ہم دیکھتے ہین کہ دنیا کے اندر ہزارون نکوکار، سچے لوگ مظلوم اور ستم رسیدہ زندگی گذار کر مر جاتے ہین، اور ہزارون ظالم و سیہ کار جن کا کام بجز بداخلاقی اور مخلوق کو ستانے کے اور کچھ نہین، وہ نہایت عیش و راحت کے ساتھ زندگی ختم کرتے ہین، اور دنیا کے اندر ان دونون کو اچھے اور بُرے عمل کے نتائج نہین ملتے، تو ضرور ایک عالم، ایک زمانہ، ایک زندگی ایسی آنی چاہئے، جہان ان سب کا آخری اور بڑا فیصلہ ہو، کیونکہ اچھے اور

بُرے کبھی برابر نہین ہو سکتے، خدا کی رحمت کبھی اس کا تحمل نہین کر سکتی،

(۱) افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون،

(قلم-۳۵)

(۱) تو کیا ہم مسلمانون کو گنہگارون کی طرح کر دین گے؟ تمکو کیا ہو گیا ہی کس طرح حکم لگاتے ہو؟

(۲) ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار،

(ص-۲۷)

(۲) کیا جو لوگ ایمان لائے اور اُنہون نے نیک عمل بھی کئے ان کو ہم ان ہی جیسا کر رکھینگے جو ملک مین فساد پھیلاتے پھرتے ہین یا ہم پرہیزگارون کو بدکارون کیطرح کرکے رکھین گے؟

(۳) کتب علی نفسہ الرحمۃ لیجمعنکم الی یوم القیمۃ لاریب فیہ الذین خسروا انفسھم فھم لایؤمنون،

(انعام-۱۲)

(۳) اس نے رحمت اپنے اوپر لازم کر لی ہے، ضرور وہ قیامت کے دن تمکو جمع کریگا، جس کے آنے مین کچھ بھی شبہہ نہین جو لوگ آپ اپنا نقصان کر رہے ہین وہ (اس پر) ایمان نہین لاتے،

(۴) فانظر الی اٰثار رحمۃ اللہ کیف یحی الارض بعد موتھا ان ذلک لمحی الموتٰی وھو علی کل شیء قدیر (روم-۵۰)

(۴) تو رحمت الٰہی کو دیکھو کہ زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کر دیتا ہے کچھ شک نہین کہ یہی خدا مُردون کا جلانے والا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،

تو یہ تین صفتین خدا کی قدرت کاملہ، اُس کی حکمت و تدبیر، اور اس کی رحمت، اس امر پر کافی شاہد ہین کہ ایسے دن اور ایسے عالم کا ہونا ضروری ہے جس مین انسانی زندگی کا نتیجہ نکلے، اور دنیا کی تمام گذشتہ اور آیندہ اقوام

مجتمع ہوکر اپنے انجام کے متعلق آخری فیصلہ سُنیں، اور اسے بھگتیں، اسی دن کا نام قیامت ہے، اور اسی عالم کو عالم آخرت کہا جاتا ہے، قدرت سے اس کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے، اور تدبیر و رحمت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف ممکن بلکہ یہ نہایت ضروری ہے، اور یہ ایک نہایت بلیغ طرز گفتگو ہے کہ جس حقیقت کے لوگ منکر ہوں، اور اسے بعید سمجھتے ہوں، اول طبیعتوں سے اس استبعاد کو دور کر دیا جائے، اور ایسی دلیل دی جائے جس سے اس امر کا ممکن ہونا واضح ہو جائے، پھر اس کے ضروری ہونے کے دلائل پیش کئے جائیں، چنانچہ قرآن نے یہاں ایسا ہی کیا۔

(۱۷) اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا،

بے شک فیصلہ کا دن ایک مقرر شدہ وقت ہے،

یہ تمام مخلوقات جو خدا کی قدرت، و حکمت، اور رحمت کا ایک کرشمہ ہیں صاف بتا رہی ہیں کہ قیامت ضروری ہے، اور ضرور ایک ایسا دن آنیوالا ہے جو فیصلہ کے لئے مقرر ہے،

(۱۸) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (۱۹) وَّ

جس دن صور پھونکا جائیگا اور تم لوگ گروہ کے گروہ آ حاضر ہوگے اور

فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا (۲۰) وَّسُیِّرَتِ الْجِبَالُ

آسمان پھٹ کر دروازے ہو جائیں گے، اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو

فَكَانَتْ سَرَابًا،

وہ غبار ہو جائیں گے،

ان آیتوں میں قیامت کے چند واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے تاکہ اس کی صورت آنکھوں میں پھر جائے، ایک مقرر کا یہ کمال ہے کہ وہ کسی واقعہ کو اس طرح

بیان کرے کہ سامعین کو معلوم ہو کہ میرے سامنے یہ واقعہ ہو رہا ہے، قرآن مجید
اس طرز بلیغ سے بھرا ہوا ہے،

صُور پھونکا جانا

جس طرح یہاں ہم نماز میں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اذان دیتے ہیں،
فوج کو مجتمع کرنے کے لئے بگل بجایا جاتا ہے، اسی طرح وہاں تمام انسان کو اکٹھا،
کرنے کے لئے ایک بگل بجے گا، جسے صور کہا گیا ہے،

آسمان کھل جانا

صور پھونکے جانے سے ادھر تو انسان جا کر مجتمع ہوں گے، اور اُدھر سے
روحانیات و ملائکہ کا اجتماع ہوگا، چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے،

اور جس دن آسمان ایک بدلی پر سے
پھٹ جائیگا اور (اس بدلی سے) جوق
جوق فرشتے اتارے جائیں گے،

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ
وَنُزِّلَ الْمَلٰئِكَةُ تَنْزِيْلًا،

(فرقان - ۲۵)

پہاڑوں کا غبار ہو جانا

اس دن چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی، یہ پہاڑ جن کے غاروں میں چھپ کر انسان
اپنے آپ کو دوسروں سے محفوظ رکھ سکتا ہے، وہ بھی اس دن اُڑ جائیں گے
اور اُن کے ٹکڑے ٹکڑے ریزے ریزے ہو جائیں گے، تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس
دن چھپ کر حساب سے بچ جائیں گے، اول تو خدا سے انسان چھپ ہی کہاں
سکتا ہے، دوسرے یہ کہ اگر وہ اس قسم کا باطل خیال دل میں رکھتا ہو وہ

بھی غلط ہے،

(۲۱) اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۲۲) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا۔

بے شک دوزخ گھات مین لگی ہے، وہ سرکشون کا ٹھکانا ہے،

(۲۳) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (۲۴) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا

وہ اسی مین قرنون پڑے رہین گے، وہان نہ تو وہ ٹھنڈک کا مزا پائین گے اور نہ

بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (۲۵) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۲۶) جَزَآءً

پینے کی کوئی چیز، مگر ہان گرم پانی اور پیپ (اپنے عمل کا) پورا

وِّفَاقًا،

پورا بدلہ،

قیامت کے چند واقعات بتائے اور اس کے بعد جب طبعیت اس طرف متوجہ ہوگئی اور اس کے ہولناک واقعات سُن کر دل پر اثر ہوا تو اب قیامت کا اصل مقصد یعنی جزا و سزا کا ذکر شروع کیا، کہ جو لوگ سرکش ہین جہنم ان کے گھات مین لگی ہوئی ہے، قیامت کے دن وہی ان کا ٹھکانا ہوگا، جہان ممکن سے ممکن تکلیف و اذیت کا سامان موجود ہوگا، اور یہ محض ان کے بُرے اعمال کا بدلہ ہوگا،

(۲۷) اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (۲۸) وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ لوگ حساب کا خیال نہ کرتے تھے، اور ہماری نشانیون کو جھٹلاتے

كِذَّابًا (۲۹) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (۳۰) فَذُوْقُوْا

تھے، اور ہم نے ہر چیز لکھ رکھی تھی، تو اب چکھو ہم تو

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا،

تم کو عذاب ہی زیادہ کرتے جائین گے،

ان صاف صاف کھلی نشانیون کے بعد بھی جو باواز بلند ہماری حکمت و علم، قدرت

ورحمت، کو بتا رہی ہین، ان لوگون نے نہ مانا، اور قیامت کو جھوٹ سمجھتے رہے، اور انھین یہ نہ سمجھ مین آیا کہ جب خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے، ہمارے تمام حرکات اس پر ظاہر ہین، تو وہ کس طرح برائیون کو دیکھ کر چھوڑ سکتا ہے، وہ غفلت مین رہے، اور خوب بے پروا ہو کر بداعمالی مین غرق رہے، مگر ہم نے اِن کے ایک ایک کام لکھ کر رکھے تھے، آج اسی کام کے مطابق بدلہ لو، اور اپنے کئے کا مزہ چکھو، یہ عذاب اب کسی طرح کم نہین ہو سکتا،

اس جگہ خدا کے علم محیط سے جزا و سزا پر دلیل دی گئی ہے، اور قرآن مین، دوسرے مواقع مین بھی علم خداوندی کے ذریعہ سے مجازات ثابت کی گئی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جب وہ تمام بندون کے اچھے اور برے کامون کو جانتا ہے، اور دیکھ رہا ہے، تو پھر وہ کس طرح دیکھ کر چھوڑ دے سکتا ہے،

(۱) اور ہم ان لوگون کو بھی جانتے ہین جو تم مین سے پہلے ہو گذرے ہیں، اور ہم ان لوگون کو بھی جانتے ہین جو بعد مین آنے والے ہین، اور ضرور تیرا رب ان سب کو مجتمع کریگا، کیونکہ وہ حکمت اور علم والا ہے،

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

(حجر - ۲۴ + ۲۵)

(۲) وہ اس زعم مین تھا کہ وہ نہیں لوٹیگا کیون نہیں اس کا رب اُسے دیکھ رہا تھا،

(۲) اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ بَلٰى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا،

(انشقاق - ۱۴)

(۳) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (۳۲) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا،

پرہیزگارون کے لئے ضرور کامیابی ہے، (ان کے لئے) باغ اور انگور ہین،

(۳۳) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۴) وَّكَاْسًا دِهَاقًا، (۳۵) لَا

اور ہم عمر نوجوان عورتیں ، اور چھلکتا ہوا جام ، وہاں نہ تو

يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۶) جَزَاۤءً مِّنْ

وہ لغویات سنیں گے اور نہ جھوٹ ، یہ تیرے رب کی طرف سے

رَّبِّكَ عَطَاۤءً حِسَابًا،

بدلہ ہے اور حساب کے موافق بخشش ،

یہ اچھے لوگون کا انجام ہے ، جنھون نے اپنی زندگی صلاح وتقوی اور اچھے اخلاق مین گذاری ، ان کے لئے انسانی راحت وآرام کے جتنے سامان ہوسکتے ہین سب وہان ہون گے ، یہ تمام نعمتین ان کے اچھے کام کی جزا اور خدا کی بخشش ہوگی ،

(۳۷) رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ

وہ پروردگار ہے آسمان اور زمین کا ، اور جو کچھ ان دونون کے درمیان ہے سب کا

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (۳۸) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ

رحم والا ہے ، یہ لوگ اس سے بات کرنے کا بھی اختیار نہین رکھتے ، جس دن روح اور

الْمَلٰۤئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

فرشتے صف بصف کھڑے ہون گے ، کوئی بھی بات نہ کرسکے گا مگر جس کو رحم والا

وَقَالَ صَوَابًا ،

خدا اجازت دے اور وہ معقول بات کہے ،

طبیعتون پر پوری طرح اثر ڈالنے اور بات دل مین اتار دینے کے لئے بار بار وہان کے عظیم الشان واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے ، تاکہ کسی طرح بھی انسان اس آنے والے دن سے ڈرے ، اور اپنی فکر کرے ، ان آیتون مین خدا کے

جلال وجبروت کو دکھایا گیا ہے، کہ اس دن کسی کو جرأت نہ ہوگی، کہ اس ذوالجلال کے آگے چون بھی کر سکے، وہ خداوندی دربار بڑی ہیبت وجبروت کبریاء وجلال کا دربار ہوگا، وہان روح الامین اور تمام ملائکہ مقربین صف بستہ خاموش کھڑے ہون گے، کسی کو لب ہلانے کی بھی جرأت نہ ہوگی، ہان جسے خدا اپنی رحمت سے بولنے کی اجازت دے، اور وہ سچ بولے، وہی اس دن بول سکے گا، تو ایسے دن کو سوچ کر انسان کو چاہئے کہ لرز جائے، اور اپنی زندگی کی اصلاح کرے، تاکہ اس ناکامی، اور ذلت ورسوائی، اور پھر دردناک تکلیفون سے نجات ہو،

(۳۹) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا،

یہ ایک برحق دن ہے تو جو کوئی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے،

اِن تمام باتون کو دکھانے کے بعد اب متنبہ کیا جا رہا ہے، کہ یہ دن ضرور آئے گا، وہان کی تیاری کا یہی زمانہ ہے، جسے وہان کامیابی اور خوشی چاہئے وہ یہان کچھ کرے، کہ وہان خدا کے نزدیک اسی کا اچھا فیصلہ اور اچھا ٹھکانا ہوگا جو یہان اپنی اصلاح کرے،

(۴۰) إِنَّا أَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا،

ہمنے تمکو عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص دیکھے گا جو اس کے ہاتھون نے پہلے سے بھیجا ہے اور کافر کہے گا اے کاش مین مٹی ہی رہتا،

یہ آخری آیتین ہین جن مین تمام نشیب وفراز دکھانے کے بعد پھر توجہ دلائی گئی ہے

کہ دیکھو، ہم تم سے صاف صاف کہہ رہے ہین، کہ وہ دن کچھ دور نہین، اور یہ زندگی فانی ہے، کام کرنے کی جگہ صرف یہی زندگی ہے، وہ عالم محض بدلہ پانے کے لئے ہے، اس لئے اب تم کو چاہئے کہ پوری توجہ کے ساتھ اپنے فرائض پورے کرو، اپنی اصلاح کرو، اور اپنی زندگی اچھے سے اچھے اخلاق مین گذارو، تاکہ وہان دائمی کامیابی، اور خوشی ملے، ایسا نہو کہ تم غافل رہ جاؤ، اور پھر وہان دائمی رنج واذیت بھگتنی پڑے، ہمارا کام محض تمھین متنبہ کر دینا ہے، سو ہم کر دیتے ہین، آئندہ تم جانو، اگر درست ہوگے تو اپنے لئے، بگڑوگے تو اپنے لئے جو لوگ اب غفلت مین دن کاٹ رہے ہین انھیں اس دن بجز حسرت، اور کفِ افسوس ملنے کے کچھ نہین ملے گا، اس وقت پیغمبر اور اُسکی تعلیم وتنبیہ کی قدر معلوم ہوگی، مگر اُس وقت یہ علم بے سود ہوگا، اور ایسے ناکام لوگ اس دن کہین گے، کہ اے کاش ہم زندہ نہ کئے جاتے، اور یون ہی مٹی مین ملے رہتے،

سُورۂ نازعات

مکی - ۴۶ آیتین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا[1]، (۲) وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا[2]

ان (ستارون) کی قسم جو ڈوب کر چلتے ہین، اور ان کی جو نکل آتے ہین،

(۳) وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۴) فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا

اور ان کی جو (پھر) تیرتے پھرتے ہین، پھر ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہین،

(۵) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا،

پھر کامون کی تدبیر کرتے ہین،

اِس سورت مین قیامت وجزا، سزا کو ثابت کرنا مقصود ہے، پہلے مناظر قدرت کی شہادت پیش کی گئی ہے، اس کے بعد قیامت کے چند واقعات دکھلائے گئے ہین، اس کے بعد ایک تاریخی شہادت جزا وسزا پر دی گئی ہے، پھر خدا کی قدرت ورحمت کے چند کرشمے دکھائے گئے ہین، اور بتایا گیا ہے، کہ جس خدا مین یہ قدرت ہے اس کے لئے انسان کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس مین اس قدر رحمت ہے وہ کیون کر اچھون اور برون کا ایک سا انجام

[1] نزع نزوعًا رفت، نزع الفرس سنغًا یک تک رفت والنازعات غرقًا ای النجوم تنزع من برج الی برج (منتھی الارب) ۱۲ [2] الناشط الثور الوحشی یخرج من ارض الی ارض وقولہ تعالے والناشطات نشطًا یعنی النجوم تنشط من برج الی برج کالثور الناشط من بلد الی بلد (صحاح جوہری) نشط من المکان نشطًا بیرون آمد از جاسے (منتھی الارب) ۱۲

گوارا کر سکتا ہے، ضرور ایک فیصلہ کا بڑا دن آئے گا، جس میں اچھوں کے لئے اچھے انعام، اور بُروں کے لئے بری سزا کا فیصلہ ہوگا،

(۱) جزا سزا پر مناظر فطرت کی شہادت

اس سورت میں ستاروں کی گوناگوں حرکات، طلوع و غروب، اور ان کے متعلق جو دنیا کے اہم کام ہیں، اور ان کے ذریعہ سے جو منافع دنیا کو پہونچتے ہیں ان سب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جس طرح سورہ طارق میں اور والنجم میں بھی ستاروں کی شہادت قسم ہی کے پیرایہ میں دی گئی ہے، علاوہ ازیں جا بجا قرآن کے اندر نجوم کا ذکر بطور آیت الٰہی کے کیا جاتا ہے:۔

ستاروں کے طلوع و غروب پر غور کرو، پھر اس طلوع و غروب کے منافع کو دیکھو، اور دن اور رات کی مصلحتوں پر نظر کرو، پھر ان سیاروں کی مختلف اور گوناگون حرکات کو دیکھو اور سوچو کہ فصل و موسم، ابر و باران، نباتات، غلے، میوے، ترکاریاں، ان تمام چیزوں کا نشو و نما، ان کی پیداوار، ان کی پختگی وغیرہ وغیرہ غرض یہ کہ تمہاری جسمانی ضروریات کے سارے سامان انھیں سیاروں کی مختلف حرکتوں کے آثار کا نتیجہ ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ سیارے اپنے اپنے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، یعنی جو جو کام جس کے سپرد ہوا ہے سب اسے پورا کرتے رہتے ہیں، کوئی اپنا دورہ جلد طے کرتا ہے، اور کوئی دیر میں، چاند ایک ماہ میں اپنا دور پورا کر دیتا ہے، اور زمین سال بھر میں، بعض سیارے کئی سال میں، تو یہ حرکت اور بھاگ دوڑ ان کی ہوتی رہتی ہے، تاکہ ہر ایک کے متعلق جو کام ہے وہ اسے پورا کرتا رہے، پھر یہ بھی دیکھو کہ باوجود ان ہزاروں، بلکہ لاکھوں سیاروں کی مختلف اور گوناگون حرکتوں کے کس اعلےٰ نظام میں یہ جکڑے ہوئے ہیں،

کہ جو وقت ان کے طلوع وغروب کے لئے مقرر ہے کبھی ایک سر مو اس سے تفاوت نہین ہوتا، ان باتون کو دیکھنے سے صاف سمجھ مین آتا ہے کہ یہ بڑی بڑی مخلوقات جس کے دست قدرت کا کرشمہ ہین وہ نہایت قادر، نہایت مدبر وحکیم نہایت علیم وخبیر، اور نہایت رحیم وکریم ہے، توکیا یہ ممکن ہے کہ یہ اعلی۔ ہستیان جن مین ہر ایک صدہا حکمتون اور منفعتون کا مخزن ہے، انکا کوئی نتیجہ اور کوئی انجام نہ ہو، دنیا کے اندر ایک معمولی درجہ کا انسان کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی بلا غرض و بلا نتیجہ نہین کرتا، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو بیوقوف سمجھا جاتا ہے، توپھر کون انسان اس پر جرأت کرسکتا ہے، کہ وہ اس خدلے مدبر وحکیم کی ان اعلی مخلوقات کے متعلق یہ کہے کہ یہ سلسلہ یونہی چلا جاوے گا، اور اس کی کوئی انتہا، کوئی غایت نہ ہوگی، اور اس کا کوئی نتیجہ وانجام نہ نکلے گا،

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ انکے درمیان مین ہے، کھیل سے نہین بنایا، ہمنے ان کو مصلحت (اور نتیجہ) سے بنایا ہے مگر اکثر لوگ نہین سمجھتے، ضرور فیصلہ کا دن ان سب کے لئے مقرر وقت ہے،

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ، اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ،

(دخان - ۳۸)

یا کیونکر ہوسکتا ہے کہ یہ اعلی انسانی ہستی مرکر ضائع اور فنا ہوجائے جبکہ انسان حکمت وقدرت الہی کا ایک اعلی نمونہ سمجھا جاتا ہے،

یا کیونکر ہوسکتا ہے، کہ وہ علیم وخبیر دنیا والون کے اچھے اور برے کامون کے ایک ایک ذرہ کو دیکھے، اور سب کا ایک ہی سا انجام ہونے دے، جب کہ خود ہم دنیا مین قانون کے پابند کی عزت کرتے ہین، اور قانون شکن

کو سزائین دیتے ہین،

اور پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت جو بغیر کسی استحقاق کے ہمین یہ کچھ نعمتین دئے ہوئے ہے ہمین ظالم یا مظلوم دیکھے اور اس کی جزا و سزا نہ دے،

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ، وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ،

(جاثیہ - ۲۱)

کیا جو لوگ بدکرداریون کے مرتکب ہوتے رہتے ہین، وہ یہ سمجھے ہوئے ہن کہ ہم ان کو ان لوگون کی طرح بنا دین گے جو ایمان رکھتے ہین اور نیک کام کرتے ہین، کہ ان کا جینا اور مرنا سب ایک سا ہو، یہ لوگ کیسا برا (اور غلط) حکم لگاتے ہین، حالانکہ خدا نے آسمان اور زمین کو مصلحت (حکمت) سے ہی پیدا کیا ہے، نیز اس لئے کہ ہر شخص اپنے کئے کی جزا پائیگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا،

ضرور مجازاۃ کا دن آنے والا ہے جس پر خدا کی یہ مخلوقات، انکی حکمتین اور مصلحتین بآواز بلند شہادت دیتی ہین، یہی سیارات خدا کی اس کی قدرت وحکمت کی اس کے علم و رحمت کی وہ عظیم الشان نشانیان ہین، جنہین دیکھ کر ابراہیم خلیل (عَلَيْهِ السَّلَام) نے اس خدائے قادر و یکتا کو پہچانا، انھین کھلی نشانیون کو خدا نے اپنی دلیلین قرار دین، اور فرمایا کہ " تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ " (یہ ہماری دلیلین ہین جو ہم نے ابراہیم کو دین) اور یہی وہ شہادتین ہن جنھین قرآن جا بجا، مِنْ آيَاتِهِ، إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ کہہ کر پیش کیا کرتا ہے،

(۶) يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (۷) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

جس دن کانپنے والی (زمین) کانپ اٹھے گی، اس کے پیچھے ہی دوسرا زلزلہ آئے گا

(۸) قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (۹) اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ

بہت سے دل ہونگے جو اس دن دھڑک رہے ہوں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی،

اس دن بار بار زلزلہ آئے گا، لوگوں کے دل اس دن دھڑکنے لگیں گے آنکھوں سے اس دن خوف و ہراس ٹپکے گا، کچھ تو اس دن کے ان ہولناک واقعات سے، اور کچھ اپنے انجام کا خیال کر کے، بہر حال یہ دن نہایت ہولناک دن ہوگا،

(۱۰) يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ (۱۱) ءَاِذَا

لوگ کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں (مرکر) پھر لوٹائے جائیں گے؟ کیا جب ہم گلی ہوئی

كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (۱۲) قَالُوا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ

ہڈیاں ہو جائیں گے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ لوٹ کر آنا تو نقصان کی

خَاسِرَةٌ،

بات ہے،

اب لوگوں کو اس کے اندر شک ہے، اور کہتے ہیں کہ کیا واقعی ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب ہم مر کر سڑ گل جائیں گے، ہڈیاں تک مٹی میں مل جائیں گی، اس کے بعد کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں، اگر واقعی زندہ ہوئے، اور جزا سزا کا سلسلہ قائم ہوا تو بڑے نقصان میں رہیں گے، کیونکہ جو برے اعمال یہاں کر رہے ہیں ان کا نہایت برا انجام ہوگا

(۱۳) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۴) فَاِذَا هُمْ

سو یہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت یہ میدان (حشر) میں آ

بِالسَّاهِرَةِ ،

موجود ہوں گے ،

اس میں شک کرنا بے وقوفی ہے ، خدا کے لئے سب کام آسان ہیں ، وہاں ایک حکم کی دیر ہے ، سارا معاملہ طے ہو جائے گا ، جب اسے پورا پورا علم اور پوری قدرت ہے تو اسے کوئی مشکل نہیں کہ انسان کے ان منتشر ذرات کو اکٹھا کر کے پھر انسان بنا دے ،

(۱۵) هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (۱۶) إِذْ نَادٰىهُ

کیا موسیٰ کا قصہ تجھے پہونچا ہے ؟ جب اس کو طویٰ کے مقدس میدان میں

رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۱۷) إِذْهَبْ إِلٰى

اس کے رب نے پکارا ، کہ فرعون کے پاس جا ، اس نے بہت سر

فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى (۱۸) فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰى أَنْ

اٹھا رکھا ہے ، اور کہہ کہ کیا تو چاہتا ہے کہ پاکیزگی حاصل

تَزَكّٰى (۱۹) وَأَهْدِيَكَ إِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ،

کرے ، اور میں تجھے تیرے رب کا راستہ دکھاؤں تو تو ڈرے ؟

(۲۰) فَأَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (۲۱) فَكَذَّبَ وَ

چنانچہ موسیٰ نے اسے بڑی نشانی دکھلائی ، پر اس نے جھٹلایا اور

عَصٰى (۲۲) ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى (۲۳) فَحَشَرَ فَنَادٰى

نافرمانی کی ، پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ، پھر مجمع کیا اور اس میں آواز

(۲۴) فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى (۲۵) فَأَخَذَهُ اللّٰهُ

بلند کہا کہ میں تم لوگوں کا بڑا پروردگار ہوں ، تو خدا نے اسے آخرت اور

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (۲۶) اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

دنیا دونون کے عذاب مین گرفتار کیا، بے شک ڈر رکھنے والے کے لئے

لِّمَنْ يَّخْشٰى،

اس واقعہ مین ایک عبرت ہے،

(۲) تاریخی شہادت

پہلی شہادت مناظر فطرت کی تھی، یہ دوسری شہادت ہے جو ایک مسلم تاریخی واقعہ سے دی گئی ہے، مختصر الفاظ مین موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) اور فرعون کے واقعات دکھائے ہین، کہ جب اس نے زیادہ سرکشی اور ظلم کرنا شروع کیا، خدا کی مخلوق کو حد سے زیادہ ستانے اور ایذا پہونچانے لگا، یہان تک کہ بنی اسرائیل کو غلام بنالیا، اور جتنے ظلم ہوسکتے ہین سب اس نے ان پر کئے، تو خدا نے اپنے بندے موسیٰ کو اسے سمجھانے کے لئے بھیجا، انھون نے اسے سمجھایا، اس کی غلط کاریون پر اسے متنبہ کیا، بداعمالیون کے برُے انجام سے اُسے ڈرایا، مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی، اور اپنی سرکشی سے باز نہ آیا، پھر اس کے تمرد کی انتہا دیکھو کہ خود خدا بن بیٹھا، اور اپنی قوت وسلطنت، مال ودولت کے بھروسہ پر اتنا نازان ہوا کہ اپنی موت کو بھی بھول گیا، پھر خدا نے اُسے اس دنیا کے اندر تباہ کیا، اور وہ اور اسکے تمام ہمنوا ہلاک کردئے گئے، اور آخرت مین جو انجام بد اس کا ہوگا خدا ہی بہتر جانتا ہے، یہ ایسا واقعہ ہے کہ جو شخص اعمال کے اچھے اور برُے ہونے کو مانتا ہے اور برُے انجام کا اس کے دل مین کچھ بھی خوف ہے، تو وہ اس سے پوری عبرت حاصل کرسکتا ہے، کہ فرعون جس کے پاس دنیا کی تمام ممکن

قوتین موجود تھین، جن کے برتے پر اس نے خدائی کا دعوی کیا، وہ بھی اپنی بدکاریون کے بدانجام سے نہ بچ سکا، یہ ساری قوتین بے سود ثابت ہوئین اور خدا کے عذاب سے اسے نہ بچا سکین، تو پھر اب کون ہے جو اعمال کے جزا وسزا سے انکار کرے ؟ یا یہ کہے کہ مرنے کے بعد ہم کس طرح زندہ ہوسکتے ہین ؟

(۲۷) ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا،

کیا تمہارا پیدا کرنا سخت کام ہے یا آسمان کا ؟ کہ اسے خدا نے بنایا،

(۲۸) رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا (۲۹) وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا

اس کا اونچان بلند کیا پھر اسے درست کیا، اور اس کی رات اندھیری کی

وَاَخۡرَجَ ضُحٰهَا (۳۰) وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ

اور اس کی دھوپ نکالی، اور اس کے علاوہ زمین کو

دَحٰهَا (۳۱) اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰهَا،

بچھایا، اس سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا

(۳۲) وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰهَا (۳۳) مَتَاعًا لَّكُمۡ

اور پہاڑون کو کھڑا کیا، تمہارے اور تمہارے

وَلِاَنۡعَامِكُمۡ،

مویشیون کے نفع کے لئے،

اے وہ لوگو ! جو کہتے ہو کہ انسان مرنے کے بعد کس طرح زندہ ہوگا، تم یہ تو بتاؤ کہ تمہارا جسم بڑا ہے یا آسمان وسیارون کا ؟ جس خدا نے یہ بڑے بڑے آسمان وستارے، یہ زمین وپہاڑ، یہ ابر وباران، یہ روشنی وتاریکی، یہ غلے ونباتات، خلاصہ یہ کہ یہ سارا عالم پیدا کیا ہے، اس کی

اس عظیم الشان قدرت کے آگے انسان کو پیدا کر دینا کیا مشکل ہے، جس کی ہستی ایک چھوٹے سے چھوٹے پہاڑ کے آگے ایک رائی کے دانہ سے زیادہ نہین، اسی مضمون کو قران نے دوسری جگہ یون بیان کیا ہے،

اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؟ بَلٰى ! وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ،

(یٰس - ۸۱)

کیا جس نے یہ آسمان اور یہ زمین پیدا کی ہے، اس مین اتنی بھی قدرت نہین کہ ان جیسی انسانی ہستیون کو پھر پیدا کر دے ؟ بے شک وہ بہت بڑا خالق اور علم رکھنے والا ہے،

ضرور انسان پھر زندہ کیا جائے گا، اور اپنے اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہوگا، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ انسانی ہستی جس کی اہمیت یہ ہو کہ یہ سارا کارخانۂ عالم، سیارات وعناصر، حیوانات ونباتات، وجمادات اس کی خدمت اور اس کے نفع کے لئے بنائے گئے ہین، مرنے کے بعد بالکل فنا ہو جائے، اور یہ اعلیٰ زندگی بغیر کسی عملی نتیجہ اور انجام کے ضائع ہو جائے، جو لوگ ایسا کہتے ہین درحقیقت وہ اس بڑے کارخانۂ عالم کو لغو اور عبث اور بے نتیجہ ثابت کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ اس اعلیٰ نظام کو عبث اور بے انجام ماننا ایک سمجھدار انسان کا کام نہین، ضرور ایک دن یہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور وقت آجائے گا کہ انسان کو اس کی زندگی کے کامون کے موافق ہمیشہ کی راحت یا عذاب کا فیصلہ سنا دیا جائے،

(۳۴) فَإِذَا جَاءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى (۳۵) يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

تو جب وہ عظیم الشان آفت آئے گی اس دن آدمی یاد کرے گا جو کچھ اس نے کیا ہوگا

الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى (۳۶) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى

اور جہنم دیکھنے والون کے لئے سامنے لائی جائے گی،

(۳۷) فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (۳۸) وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (۳۹)

تو جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیاوی زندگی کو مقدم رکھا ہوگا

فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى (۴۰) وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

تو وہی جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے

رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۱) فَاِنَّ الْجَنَّةَ

سے ڈرا اور اس نے جی کو بدخواہشوں سے روکا ہوگا تو جنت ہی اس کا

هِیَ الْمَاْوٰى ،

ٹھکانا ہوگا ،

جب قیامت کا دن آئے گا ، اس دن انسان کے تمام کام اس کے پیش نظر ہو جائین گے ، اور سامنے سے جہنم نظر آئے گی ، اور اس وقت لوگون کا حساب ہوگا ، جس نے اپنی زندگی مین سرکشی اور بداخلاقی کی ہے ، اور اس چھوٹی اور جلد گذر جانے والی زندگی* کو بالکل بھلا دیا ہے ، اس کا انجام جہنم ہوگا ، جہان ہر ممکن سے ممکن تکلیف و عذاب بھگتنا ہوگا ، اور جس نے یہ سمجھا کہ ایک دن مجھے اپنے کامون کا حساب دینا ہے ، اور یہ سمجھ کر بداخلاقیون سے رُک گیا ، اور اچھی اور نیک زندگی اس نے بسر کی اس کا انجام جنت کی نعمتون کی صورت مین ملے گا ، جہان طرح کی ممکن سے ممکن راحت و آرام کا سامان مہیا ہوگا ،

(۴۲) یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا (۴۳) فِیْمَ

لوگ تجھ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھتے ہین کہ اس کا وقت کب ہے ، ؟ تو تو

اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۴) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۵) اِنَّمَا

اس کے بتانے مین کہان پڑا ہے ، تیرے رب کی طرف اس کا انجام ہے ، تو اُسی کو

* کی لذتون مین پڑ کر اس بڑی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کو

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۴۶) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

ڈرا سکتا ہے جو قیامت سے ڈرتا ہو، جب اس دن کو یہ دیکھین گے تو معلوم

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا،

ہوگا کہ گویا وہ (دنیا مین) کل ایک شام یا ایک صبح رہے تھے،

قیامت کا خوف کرکے اپنی اصلاح کرین، لوگ یہ تو نہین کرتے، ہان یہ پوچھتے ہین کہ قیامت کب آئےگی؟ اس کا وقت کب مقرر ہے؟ اس سوال سے فائدہ؟ اس کا نتیجہ؟ وہ کبھی آئے، آئے گی ضرور، اور آئے گی بھی تو اس طرح کہ لوگون کو اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا، اور پھر جزا اور سزا بھی ملے گی، اس خیال کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ انسان اصل مقصد پر متوجہ ہو، ان بے فائدہ اور لاحاصل سوالات سے کیا حاصل، ہو اسی لئے خدا نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمھین ان جھگڑون مین پڑنے کی ضرورت نہین، نہ ان بے سود باتون مین پڑنا تمھارا مقصد ہے، تمھارا اصل کام لوگون کو بدانجام کا خوف دلاکر ان کی اصلاح کرنی ہے، اس لئے تمسے وہی لوگ فائدہ اٹھائین گے جنھین اپنے انجام کا ڈر ہے، اور جو لوگ ان بے سود باتون مین اپنا اور تمھارا وقت ضائع کرتے ہین انھین تم کبھی نہین خوف دلا سکتے، کیونکہ ان کے سامنے کوئی اعلی مقصد نہین، نہ کام کرنا ان کو منظور ہے، ان کو اس قیامت کی حقیقت جب ہی سمجھ مین آئے گی جب اپنی آنکھون سے دیکھ لین گے، اور پھر اپنی عمر ضائع کردینے پر حسرت اور افسوس کرین گے، اور اس وقت معلوم ہوگا کہ دنیا مین ایک ہی دن بلکہ اس سے بھی کم رہے،

سورۂ عبس

مکی - ۴۲ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی (۲) اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی

اس نے تیوری چڑہائی اور منہ موڑا اس لئے کہ نابینا اس کے پاس آیا،

(۳) وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰٓی (۴) اَوْ یَذَّکَّرُ

اور تجھے کیا خبر؟ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا، یا غور کرتا تو

فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی (۵) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (۶) فَاَنْتَ

سمجھانا اُسے نفع دیتا، جو بے توجہی کرتا ہے اس کے تو در پے

لَهٗ تَصَدّٰی (۷) وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی (۸) وَ

رہتا ہے، حالانکہ وہ اگر پاکیزگی نہ حاصل کرے تو تجھ پر کچھ الزام نہیں

اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (۹) وَهُوَ یَخْشٰی (۱۰)

اور جو تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور ڈرتا بھی ہے اس سے

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی،

تو بے اعتنائی کرتا ہے،

اس سورت میں قیامت کا ممکن ہونا ثابت کیا گیا ہے، مشرکین قیامت کے قائل نہ تھے، بلکہ اس پر شہادت پیش کیا کرتے تھے، اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ سرداران قریش آنحضرت (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) سے گفتگو کرتے آئے تھے، روایتوں میں مجھے نظر نہیں پڑا، مگر مشرکین سے جس قسم کی گفتگو قرآن نے

جابجا کی ہے وہ عموماً توحید، رسالت اور قیامت وجزا سزا کے متعلق ہے، اس
سورت میں قیامت ہی کے متعلق بحث ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلی
اللہ علیہ وسلم) جو گفتگو ان لوگوں سے کر رہے ہوں گے، وہ انہیں باتوں
کے متعلق ہوگی، بہرحال آپ ان سے باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک نابینا
صحابی آئے اور قطع کلام کر کے کچھ پوچھنا چاہا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، اور اپنی گفتگو میں مشغول رہے، اس پر خدا نے
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان آیتوں میں حکم دیا کہ تعلیم کے اندر مساوات
ملحوظ رکھو، اصل چیز روحانیت اور اخلاق ہیں، گو ایک شخص جسمانی حیثیت سے ضعیف
و کمزور ہے مگر کیا معلوم کہ اس کی اخلاقی حالت، اس کا تقوے وطہارت اعلیٰ درجہ
کا ہو، ایک شخص بظاہر نہایت مضبوط وقوی، نہایت مالدار ومعزز ہے مگر کیا معلوم
کہ اس کی روحانیت نہایت کمزور، اور اس کی اخلاقی حالت نہایت پست ہو، اس لئے
ہمیشہ اخلاق و روحانیت، خلوص وتقوی پر نظر رکھنی چاہئے، چاہے ایسے شخص کا
ظاہری حال کم درجہ کا ہو، اور قوم کا ایک معمولی فرد ہو، اور ایک ایسا شخص جو اپنی
قوم کا سردار ہے، مگر حق پسند نہیں، بلکہ حق کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا، ایسوں کے
لئے وقت ضائع کرنا بے سود ہے، تمہاری توجہ کے زیادہ مستحق وہی لوگ ہیں جو باوجود
ضعیف وکمزور ہونے کے دل میں خدا کی سچی محبت، اور اپنے فرائض کا صحیح احساس
رکھتے ہیں، کہ تمہاری تعلیم سے راہ حق پانے میں ایسے ہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں،

(۱۱) كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (۱۲) فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ

سن رکھو! یہ آیتیں نصیحت کے لئے ہیں، جو چاہے اس (قرآن) کو یاد کرے

(۱۳) فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (۱۴) مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ

یہ معزز اوراق میں ہے، جو گراں قدر ہیں پاکیزہ ہیں،

(۱۵) بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ (۱۶) کِرَامٍ بَرَرَةٍ ،

ایسے لکھنے والون کے ہاتھون مین ہے جو بزرگ سیرت ہین، نیک ہین،

یہ قرآن نصیحت ہے، اس لئے اس مین کسی کی خصوصیت نہین، جو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہے کرسکتا ہے، ان آیتون مین قرآن اور قرآن کے لکھنے والون کے اوصاف بیان کئے گئے ہین، یعنی قرآن نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے، نہایت بلند اور شریفانہ اخلاق سکھاتا ہے، جو لوگ اس کے حاملین ہین ان کے اندر شرافت، انسانیت، اور نکوکاری کی صفتین ہین، اس لئے قرآن کے سیکھنے والون اور اس سے نصیحت حاصل کرنے والون کو چاہئیے کہ ہمیشہ اسکی تعلیم وتعلم سے یہی مقاصد مد نظر رکھین، کہ ان کے اندر بھی اعلیٰ اخلاق، اور پاکیزہ صفات پیدا ہون، پس ہر وہ شخص جو اپنی اخلاقی حالت درست کرنی چاہے، جس کا مقصد طلب حق ہو، وہ قرآن سے نفع اٹھانے کا مستحق ہے، اس مین کسی شخص، کسی طبقہ، اور کسی قوم کی خصوصیت نہین،

اس سُورت کا اصل مقصد

(۱۷) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَهٗ (۱۸) مِنْ اَیِّ شَیْءٍ

آدمی غارت ہو وہ کس قدر انکار کرتا ہے؟ (یہ تو دیکھے کہ) کس چیز سے خدا نے

خَلَقَهٗ (۱۹) مِنْ نُّطْفَةٍ (۲۰) خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (۲۱) ثُمَّ

اسے پیدا کیا؟ نطفہ سے (پیدا کیا) اسے پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پھر

السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ (۲۲) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (۲۳) ثُمَّ

راہ اس پر آسان کی، پھر اسے موت دی، پھر اسے گڑوایا، پھر (اسی طرح) جب

اِذَا شَاءَ اَنْشَرَهٗ ،

وہ چاہے اسے اُٹھا کھڑا کرے گا،

یہاں سے اِس سورت کا اصل مضمون شروع ہوا، کیونکہ مشرکین قیامت کے منکر تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خواہش تھی کہ یہ سردارانِ قریش ایمان لے آئیں تو عام طور پر اِس کا اچھا اثر پڑے، اور اسلام کو قوت حاصل ہو، اِس لئے اِس سورت میں اور عموماً تمام مکی سورتوں میں جو اسلام کے شروع زمانے میں نازل ہوئیں، قیامت و مجازاۃ پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور مختلف طرز میں، مختلف سورتوں میں اسے ثابت کیا گیا ہے، کیونکہ جب تک ایک شخص اپنے اعمال کے نتائج، اچھے اور بُرے افعال کے اچھے اور بُرے انجام کو نہ تسلیم کرے، اپنی حرکات و سکنات کا اپنے آپ کو جواب دہ نہ سمجھے ایسا شخص کسی طرح اچھے اور بُرے کاموں میں امتیاز نہیں کر سکتا، اور نہ کبھی اچھے کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، جو خیال انسان کی اخلاقی حالت درست کر سکتا ہے، جو اس کی اصلاح کر سکتا ہے، اور جو اُس کے اندر اپنے کاموں کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرا سکتا ہے، وہ یہی خیال ہے کہ انسان کو اس کے ہر کام کا نتیجہ اور بدلہ ملنا ضروری ہے، اچھے کام کی اچھی جزا یقیناً ملتی ہے، اور بُرے کام کا بُرا نتیجہ ضرور بھگتنا پڑتا ہے، اسی لئے اِن آیتوں میں جو سرداران قریش کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد نازل ہوئی ہیں قیامت و مجازاۃ، حشر و نشر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پہلے خود انسانی ہستی سے قیامت کے ممکن ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے، پھر آئندہ مناظر فطرت کی شہادت دی گئی ہے،

(۱) نفسِ انسان کی شہادت

انسان کا انکار اور اس کی ہٹ دھرمی کس حد تک پہونچی ہوئی ہے، کہ وہ جزا و سزا، اور آئندہ زندگی کو نہین مانتا، وہ خدا کی قدرت، اور رحمت پر غور نہین کرتا، کہ خدا نے اُسے پہلی دفعہ کس طرح پیدا کیا، وہ کیا تھا اور خدا نے اُسے کیا بنا دیا، دنیا کے اندر وہ ہر حال، ہر آن مین خدا کا محکوم و مملوک رہا، اس کی ہر حرکت و سکون خدا کے قبضۂ قدرت مین رہی، وہ ذرا یہ دیکھے کہ پیدا ہونے سے مرنے تک کسی وقت وہ خدا کی قدرت و اختیار سے باہر نہین ایک بے مقدار ذرہ سے اُسے بنایا، دنیا کے اندر ایک خاص اندازہ کے ساتھ اُسے رکھا، خدا ہی نے اُسے موت دی، اور پیوند خاک کر دیا، وہ ہزار چاہتا رہا کہ نہ مرین، کسی طرح موت کے پنجہ سے بچ جائین، مگر اس کی کوششین بے سود ہوئین، اور معلوم ہوگیا کہ انسان کے اوپر ایک نہایت قوی اور قادر مطلق کا ہاتھ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے ارادے کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہین، تو جس خدا مین یہ قدرتین ہین، جن کا ایک کرشمہ یہ انسانی ہستی ہے، جسے ایک نطفہ سے بنا کر اس اعلیٰ مرتبۂ کمال تک پہونچایا گیا ہے، اِس خدا پر اِس انسان کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے! کیا جو قدرت ایک نطفہ کو اتنا بڑا انسان بنا سکتی ہے وہ پھر اس کے ذرات کو اکٹھا کر کے دوبارہ نہین بنا سکتی؟! سخت حیرت ہے ان لوگون پر جو خدا کو مانتے ہین اور پھر اس مین شک کرتے ہین کہ دوبارہ کس طرح انسان پیدا کیا جا سکتا ہے،

اور آدمی کہتا ہے کہ کیا جب مین مر جاؤن گا تو پھر ضرور زندہ کر کے نکالا جاؤن گا؟

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا؟

کیا اُسے یاد نہیں ؟ کہ پہلے بھی ہم نے اس کو پیدا کیا ہے جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا،	أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (مریم-۶۶)

(۲) مناظر فطرت کی شہادت

(۲۳) كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (۲۵) فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ

ہرگز نہیں! ابتک اس نے خدا کا حکم نہیں پورا کیا، تو آدمی کو چاہئے کہ اپنے کھانے

إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۲۶) ثُمَّ

پر نظر کرے، کہ ہم نے پانی برسایا، پھر ہم نے

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (۲۷) فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا،

زمین کو چاک کیا، تو اس میں ہم نے اناج اگائے،

(۲۸) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (۲۹) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا

اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور

(۳۰) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (۳۱) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا

اور گھنے گھنے باغ اور میوہ اور چارا

(۳۲) مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ،

تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے نفع کے لئے،

اگر انسان اپنی ہی پیدائش اور موت اور زندگی پر غور کرے تو خدا کی قدرت کاملہ کا اندازہ سمجھنے کے لئے کافی ہے، مگر ان کھلی اور ظاہر نشانیوں کے ہوتے ہوئے وہ مجازاۃ اور حشر کی طرف سے شبہہ میں ہے، اور خدا کے احکام کی تعمیل کی طرف اُسے توجہ نہیں، اپنے فرائض کا اُسے احساس

نہین، اپنے اعمال کی جواب دہی کا اسے خوف نہین، اسے چاہئے کہ اول تو
خود اپنی ہستی کی ابتدا و انتہا پر غور کرے، پھر تمام دنیا سے قطع نظر کرکے وہ صرف
اپنی ضروریات، اور اپنے اور اپنے مولشیون کی غذا کو دیکھے، کہ خدا کس
اعلیٰ نظام اور کس اعلیٰ تدبیر وحکمت سے ان چیزون کو پیدا کرتا ہے، پانی برسنے
کے لئے اس نے کیا انتظام مقرر کیا ہے، بیج جو زمین کے اندر ڈال دی جاتی ہے
وہ کس طرح پانی پہونچتے ہی اُگ جاتی ہے، اور پھر بڑھ کر وہی بیج جس کی ہستی ایک
ذرہ سے بھی چھوٹی ہے، ایک عظیم الشان تناور درخت بن جاتی ہے، پھر اس سے
طرح طرح کے اناج، میوے، ترکاری وغیرہ وغیرہ انسان وحیوان کی غذا پیدا
ہوتی ہے، کیا اس طرح انسان کے مرنے کے بعد اس کے منتشر ذرات جو معدوم نہین
ہوتے ان کو خدا مجتمع کرکے پھر ایک انسان نہین بنا سکتا؟ جب ایک بے مقدار
بیج جو زمین مین پڑ کر فنا نہین ہو جاتی، بلکہ خدا اس سے بڑے بڑے درخت بنا
دیتا ہے تو وہ انسانی ذرات سے ضرور دوبارہ انسان کو بھی پیدا کر سکتا ہے،
نباتات کی پیدائش اور اس کا نشو ونما انسان کے دوبارہ پیدا ہو سکنے پر کافی
شاہد ہے، اسی لئے قرآن مین انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کی مثال نباتات
سے جابجا دی گئی ہے، تاکہ انسان خدا کی قدرت پر غور کرے، اور اس حقیقت کو
آسانی سے سمجھ سکے،

(۱) اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، اور بندون کو روزی دینے کے لئے اس سے ہم نے باغ اُگائے، اور کھیتی کا اناج اور اونچے اونچے کھجور کے درخت جن کے شگوفے تہ بتہ ہوتے ہین، اور ہم نے اس سے مری ہوئی	وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ، وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ، رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا،

بستی (زمین) کو زندہ کیا، اسی طرح (قیامت میں زندہ ہونا اور) نکلنا بھی ہوگا،

(۲) تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھو کہ کس طرح زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی خدا مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر بات پر قادر ہے،

(۳) وہی خدا جاندار کو بیجان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہی زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے،

(۴) اور (ہم وہی ہیں) جس نے اندازہ سے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے مری ہوئی بستی (زمین) زندہ کی، اسی طرح تم لوگ بھی (مرنے کے بعد) نکالے جاؤ گے،

(۵) اور اللہ وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پھر یہ ہوائیں بادلوں کو پھیلاتی ہیں پھر بادل کو ہم ایسے شہر کی طرف لیجاتے ہیں جو مردہ (اور خشک ہے) پھر ہم بارش سے اس زمین کو اسکے مرجانے (اور خشک و چٹیل پڑ جانے) کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسیطرح (قیامت کے دن) اٹھنا ہوگا،

كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ،

(ق - ۹)

فَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا، اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،

(روم - ۵۰)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

(روم - ۱۹)

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا، كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

(زخرف - ۱۱)

وَاللّٰهُ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا، كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ،

(فاطر - ۹)

(۶) سورہ طارق میں اسی سورت کی طرح انسان کو اپنی پیدائش کی طرف توجہ دلاکر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسی طرح دوبارہ بھی خدا پیدا کریگا۔ اس کے بعد اس مضمون کو آسانی سے سمجھانے کے لئے بارش ہونے اور اس کی وجہ سے زمین میں نباتات پیدا ہونے کی مثال شہادت میں پیش کی گئی ہے

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ..... وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ،

(طارق - ۵)

تو آدمی کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اس پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو اچھل کر پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے، بیشک وہ خدا (جس نے یوں پیدا کیا ہے) اس کے دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے ..... بار بار مینہ برسانے والے آسمان کی قسم اور (نباتات سے) پھٹ جانیوالی زمین کی قسم کہ یہ (دوبارہ پیدا ہونا) ایک قول فیصل ہے اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں،

امام رازی لکھتے ہیں کہ:۔

”ان آیتوں میں خدا نے تین باتیں بتائی ہیں (۱) خدا کے ایک ہونے پر دلیل (۲) خدا انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے (۳) جس خدا کے اس قدر گوناگون احسانات انسان پر ہیں، اس آقا سے سرکشی کرنا، اور اس کی نافرمانی کرنا ایک انسان کو لئے نازیبا ہے۔“ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۷۷)

ان آیتوں سے یہ آسانی کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ انسان کا دوبارہ پیدا ہونا،

ممکن، اور خدا کے نزدیک نہایت آسان ہے، پھر اس کے ساتھ ہی ان آیتوں سے خدا کی رحمت اور اس کے احسانات بھی معلوم ہوتے ہیں، جن کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس آقا کے سامنے اپنا سر رکھدے، سرکشی اور تمرد سے باز آئے، کیونکہ ان آیتوں سے خدا کی جس اعلیٰ تدبیر و حکمت، جس غیر محدود علم، جس انتہا درجہ کی رحمت و کرم معلوم ہوتی ہے وہ صاف بتا رہی ہیں کہ اچھے اور برے لوگ ایک سے نہیں رہ سکتے، ضرور اچھوں کا اچھا، اور بروں کا برا انجام ہوگا، اس کی حکمت و تدبیر کبھی اس اعلیٰ انسانی ہستی کو ضائع نہ کرے گی، اس کی رحمت کبھی ظالم و مظلوم، نیک و بد کو ایک درجہ پر نہیں رکھ سکتی، جزا و سزا ہوگی اور ضرور ہوگی، ایک عظیم الشان دن آئے گا اور ضرور آئے گا،

(۳۳) فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (۳۴) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ

تو جب وہ سخت ہولناک آواز آئے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے

مِنْ أَخِيهِ (۳۵) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (۳۶) وَصَاحِبَتِهِ

اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيهِ (۳۷) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ

اور اپنی اولاد سے، سب سے بھاگتا پھرے گا، ان میں سے ہر ایک کی اس دن ایسی

شَأْنٌ يُغْنِيهِ،

حالت ہوگی کہ اسے (دوسروں سے) بے پروا کئے ہوئے ہوگی،

یہ دنیاوی نعمتیں جو خدا نے انسان کو دی ہیں، اور یہ احسانات جو اس نے محض اپنے فضل سے اس پر کئے ہیں، ان کی وجہ سے اور بھی اسے خدا کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی چاہئے، اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے، نہ کہ الٹا خدا ہی کی دی ہوئی ان نعمتوں پر مغرور ہو کر، دنیاوی

تعلقات پر نازاں ہو کر خدا کو بھول جائے، اور اس عظیم الشان ہولناک دن کو
بے خوف ہو بیٹھے جبکہ نہ ماں باپ کام آئیں گے نہ بیوی بچے، نہ بھائی بہن،
جب ایسے گہرے تعلقات اس دن نفع نہ پہونچا سکیں گے تو پھر اور تعلقات
یا مال و دولت، یا خدم و حشم، یا عزت و جاہ سے وہاں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے
وہاں اگر کوئی چیز ساتھ دے سکتی ہے، اگر کوئی چیز کامیاب بنا سکتی ہے تو
محض اچھے کام ہیں جو اس زندگی میں کئے جائیں، یہی اعمال حسنہ وہاں کام
آئیں گے، اور انھیں پر انسان کی کامیابی موقوف ہے، اب ہر شخص دیکھ لے
کہ وہ کہاں تک اپنی خیر خواہی کر رہا ہے، اور اپنی کامیابی کے لئے وہ کس قدر
محنت و ہمت سے کام لے رہا ہے،

(۳۸) وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (۳۹) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

اس دن کتنے ہی چہرے روشن، ہنستے ہوئے خوش خوش ہوں گے

(۴۰) وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (۴۱) تَرْهَقُهَا

اور کتنے ہی چہرے اس دن ہوں گے کہ ان پر غبار ہوگا، اور کلونس چھائی ہوگی

قَتَرَةٌ (۴۲) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ،

یہی لوگ کافر (اور) بدکار ہیں،

اچھے لوگ جنھوں نے اپنی زندگی اچھے کاموں میں صرف کی، اپنی ذمہ داری کا
احساس کر کے اپنے فرائض کو پورا کیا، اس دن اپنی اچھی جزا پا کر خوش خوش ہشاش بشاش
نظر آئیں گے، اور جنھوں نے اپنی زندگی بدکاریوں میں گذاری اپنے فرائض سے غافل رہے اپنے
اعمال کی ذمہ داری محسوس نہ کی اور جزا و سزا سے بے خوف ہو کر خوب کھل کھیلے، اس دن
انکا برا انجام ہوگا، اپنی سیہ کاریوں کی سزا وہ بھگتینگے، اور ان کے چہرے مایوس،
مغموم، سیہ، نظر آئیں گے،

سورۂ تکویر

مکی ــ ۲۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۲) وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ

جب سورج کی دھوپ لپیٹ لی جائے گی، اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے

(۳) وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (۴) وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ

اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب گیابھن اونٹنیاں بیکار چھوٹی

(۵) وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۶) وَإِذَا الْبِحَارُ

پھرینگی، اور جب جنگلی جانور (گھبرا کر) نکل آئیں گے، اور جب سمندر کھولنے

سُجِّرَتْ (۷) وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (۸) وَإِذَا

لگیں گے، اور جب نفوس ملائے جائیں گے، اور جب زندہ گاڑی

الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (۹) بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (۱۰) وَ

ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کہ کس جرم میں وہ ماری گئی؟ اور

إِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۱۱) وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (۱۲)

جب عمل نامے تقسیم کئے جائیں گے، اور جب آسمان کا پوست اُتارا جائے گا،

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ (۱۳) وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ

اور جب دوزخ دہکایا جائے گا اور جب جنت نزدیک کی جائے گی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ،

اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لایا ہے،

اس سورت کے اندر پہلے قیامت کے واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے، اور اس کے بعد اس پر مناظر فطرت کی شہادت پیش کی گئی ہے، آفتاب کا نور جاتا رہے گا، ستارے ماند پڑ جائیں گے، پہاڑوں کے ٹکڑے اُڑ جائیں گے، دنیا کا قیمتی سے قیمتی اور مفید سے مفید مال بھی اس دن بے سود ثابت ہوگا، ان ہولناک واقعات کی وجہ سے جنگلی جانور گھبرا گھبرا کر نکل آئیں گے، سمندروں کا پانی تپش کی وجہ سے کھولنے لگے گا، یہ جو نیلی چھت نظر آتی ہے یہ بھی اس دن ٹوٹ جائے گی، غرض یہ کہ جب قیامت آئے گی اور یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا، اس وقت انسان سے مواخذہ شروع ہوگا، جنت اور دوزخ سامنے ہوگی، اس وقت حضرت انسان کو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ لیکر آئے ہیں، اب تو غفلت کی میٹھی نیند کا لطف لینے سے فرصت نہیں، ان جلد فنا ہو جانے والی لذتوں میں مشغول ہیں، انجام کی کچھ فکر ہی نہیں، اور دنیا کے مال و متاع، عزت و جاہ اور ان دنیاوی تعلقات کے بھروسہ پر جو جی چاہتا ہے بے خوف و ہراس کر گذرتے ہیں، مگر جب وہ فیصلہ کا بڑا دن آئے گا وہاں یہ ساری عزت، یہ سارے تعلقات، یہ مال و متاع ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچائیں گے، امام رازی فرماتے ہیں،

> "عرب کے لئے اونٹ سے بڑھ کر خاص کر جب وہ گیابھن ہو اور کوئی مال عزیز نہیں، کیونکہ ان کی زندگی کی اکثر ضروریات انہیں اونٹوں سے پوری ہوتی ہیں، تو اس کے معطل ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ دنیاوی مال و متاع اس دن بیکار اور بے نفع ثابت ہوں گے، جیسا دوسری جگہ قرآن میں ہے، يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (اس دن نہ مال کچھ کام آئیگا نہ اولاد)"۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷ ملخصاً)

اس دن ہر شخص اپنے ہمخیال وہم مشرب کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا، بُرا برے کے ساتھ ہوگا، اور نیک نیک کے ساتھ، نفوس کے ملائے جانے کا یہی مطلب ہے، جیسا قرآن میں ایک جگہ موجود ہے،

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (صافات - ۲۲)	اکٹھا کرو ان لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے اور ان کے ساتھیوں کو، اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے،

(۱۵) فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (۱۶) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ

تو نہیں، ان ستارون کی قسم جو پیچھے ہٹنے والے ہیں چلنے والے ہیں چھپ جانے

(۱۷) وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (۱۸) وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ

والے ہیں، اور رات کی قسم جب وہ آنے لگے، اور صبح کی قسم جب اسکی پو پھٹے

ان آیتون میں ان لاکھون ستارون اور ان کی گوناگون اور مختلف حرکات اور ان حرکتون کے نتیجے، یعنی رات اور دن کی شہادت بیان کی گئی ہے، گویا قیامت ایک ایسی بات ہے کہ اگر نظام شمسی پر غور کیا جائے اور اسکی حکمتیں دیکھی جائیں، اس پر نظر کی جائے کہ کس طرح ایک خاص نظام میں یہ تمام لاکھوں مخلوقات جکڑی ہوئی ہیں، اور جو جو کام جس کے سپرد کیا گیا ہے سب اُسے بغیر چون وچرا کئے کس خوبی سے پورا کر رہے ہیں، تو صاف سمجھ میں آئے گا کہ یہ دنیا ضرور ختم ہوگی، اور ان حکمتون کے نتائج کے ظاہر ہونے کا وقت ضرور آئے گا،

ان تمام بڑے بڑے مخلوقات کے صدہا منافع اور ہزارون اعلیٰ مصلحتون میں سے ایک نہایت ظاہر نتیجہ تاریک رات اور روشن دن ہے، دونوں انسانی زندگی کا دارومدار ہیں، اگر رات نہ ہوتی یا دن نہ ہوتا تو انسان ہرگز زندہ نہ

رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ قطب شمالی اور جنوبی کے قریب دیار میں جہاں سال
بھر میں ایک رات اور ایک دن ہوتا ہے، آبادی نہیں، نہ وہاں کوئی پہنچ سکتا ہے
تو صرف ایک رات اور دن ہی ایسی چیز ہے کہ اس کی حکمت ومصلحت پر انسان
غور کرے تو بے اختیار یہ پکار اُٹھے گا کہ بے شک جن ہاتھوں نے یہ بنایا ہے
وہ نہایت قدرت کاملہ رکھتے ہیں، اور جو ان غیر محدود مخلوقات سے ایک خاص
مکمل انتظام سے کام لے رہا ہے، وہ نہایت مدبر، نہایت حکمت اور علم والا ہے
اور یقیناً کہ اس اعلیٰ انتظام کا نتیجہ بھی بڑا ہوگا، کیونکہ کام جس قدر اہم ہو نتیجہ بھی
اسی قدر اہم ہوتا ہے، اس لیے اتنا بڑا کارخانہ کسی طرح بغیر نتیجہ کے نہیں ہو سکتا
اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ سلسلہ یوں ہی چلا جائے، اور کبھی ختم نہ ہو، دنیا کے
اندر جس سلسلہ کو دیکھو سب آپس میں جوڑے جوڑے نظر آئیں گے، دن ہے
تو اس کا جواب رات ہے، اور یہ دونوں مل کر ایک مکمل وقت بنتے ہیں، نہ
صرف دن کافی ہے اور نہ صرف رات، کیونکہ زندگی میں نہ صرف کام ہو سکتا ہے
نہ صرف بیکاری، اسی طرح زمین وآسمان، غمی وخوشی، نیکی اور بدی، سردی
اور گرمی، حیات اور موت، غرض ہر چیز کا ایک جواب اور مقابل موجود ہے
اور دونوں سے مل کر ایک مستقل سلسلہ ملتا ہے، اسی طرح علل اور معلولات
طبائع اور ارادے، قوتیں اور آلات، اجسام اور ارواح، اعمال اور جزا،
کے سلسلے ہیں، جن سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کے ساتھ آخرت
ضرور ہو، ورنہ یہ بڑا کارخانہ بانجھ اور بے جوڑ رہ جائے گا، جس کے معنی
یہ ہوں گے کہ یہ ناقص اور بے نتیجہ اور لغو سلسلہ ہے، کیونکہ جس کا انجام نہ ہو
وہ محض مہمل ہے، اسی بات کو قرآن میں یوں کہا گیا ہے

(۱) اللہ وہ ہے جس نے آسمان کو بدون

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ

کسی سہارے کے اونچا بنا کھڑا کیا ہے کہ تم
دیکھ رہے ہو، پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا
اور چاند اور سورج کو مسخر کیا کہ سب
ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں، وہ
تدبیر سے کام کرتا ہے اور کھول کھول
کر یہ نشانیاں بتاتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار
سے ملاقات کا یقین کرو،

عمد ترونها ثم استوی
علی العرش وسخر الشمس و
القمر کل یجری لاجل
مسمی یدبر الامر یفصل
الایت، لعلکم بلقاء
ربکم توقنون

(رعد - ۲)

(۲) تم سب کا پیدا کرنا اور پھر سب کا اٹھا
کھڑا کرنا ایک شخص کے برابر ہے، کیونکہ
اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا رات کو دن میں
اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور
سورج اور چاند کو مسخر کیے ہوئے ہے
سب ایک وقت مقرر تک کے لئے چل
رہے ہیں، اور یہ کہ خدا تمہارے ہر
کام کو دیکھتا ہے،

ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس
واحدة ان الله سمیع
بصیر. الم تر ان الله یولج
الیل فی النهار ویولج
النهار فی الیل وسخر
الشمس والقمر کل یجری
لاجل مسمی، وان الله
بما تعملون بصیر،

(لقمان - ۲۸)

ان آیتوں میں خدا نے آخرت کے ضروری ہونے پر اپنی قدرت، اپنی
حکمت اور اپنے علم کو پیش کیا ہے،

یہ لوگ دنیاوی زندگی کی ظاہر باتوں کو
تو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل
ہیں، کیا انہوں نے اپنے دل میں ذرا غور

یعلمون ظاهرا من الحیوة
الدنیا وهم عن الاخرة
هم غفلون، اولم یتفکروا

نہیں کیا کہ خدا نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو مصلحت ہی سے ایک خاص مدت تک کے لیے بنایا ہے؟ پر (افسوس کہ) بہت لوگ ایسے ہیں جو (اس پر بھی) نہیں مانتے کہ اپنے پروردگار سے انھیں ملنا ہے،	فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ، (روم ۔ ۷ + ۸)

ان آیتوں میں صاف صاف اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس عالم کی انتہا ضرور ہونی چاہیے، تاکہ انسان کو اس کی اس زندگی کی کھیتی کا پھل ملے، کیونکہ کوئی منصف مزاج یہ فیصلہ پسند نہ کرے گا کہ محنت و جفاکشی کے ساتھ کھیتی کرنے والا کسان اس کے ثمرے سے محروم رہے،

(۱۹) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ (۲۰) ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ

بیشک یہ قرآن ایک کرامی قدر پیغمبر کا قول ہے، صاحب عرش کے نزدیک

ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ (۲۱) مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ (۲۲) وَ

اس کا بڑا رتبہ ہے، اس کا کہا مانا جاتا ہے، اور وہ امانت دار ہے، اور

مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (۲۳) وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ[ل۵]

تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ہے، اور اس (خدا) نے اسے صاف افق میں

الْمُبِیْنِ (۲۴) وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (۲۵) وَ

دیکھا ہے، اور وہ غیب کی باتوں میں بخل بھی نہیں کرتا ہے، اور

مَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ (۲۶) فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ

یہ قرآن کچھ شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں، تو تم کدھر چلے جاتے ہو؟

ل۵ سورہ نجم کی تفسیر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ افق مبین سے مراد خدا کی تعلیم ہونا ہے اور یہ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے۔ ۱۲

قرآن جو قیامت و معاد و جزا سزا کی خبر دیتا ہے، اس پر وہ ہر طرح کے دلائل پیش کر دیتا ہے، اگر ان دلیلون سے قطع نظر کرو تو بھی یہ تو دیکھو کہ یہ باتین بیان کرنے والا کون ہے؟ کیسا ہے؟ سچا ہے یا نہین؟ امانت دار ہے یا نہین؟ تم مین پہلے سے اس کی کتنی وقعت ہے؟ کیونکہ بات کہنے والے کی شخصیت بھی بسا اوقات اس بات کے ممکن ہونے پر شہادت دیتی ہے، اگر ایک ایسا شخص کوئی خبر لائے جو ہمیشہ سے شریف راستباز، اور امین مشہور ہے تو اُسے فوراً جھٹلایا نہین جا سکتا، تو خدا کی یہ باتین جو تمھین سنائی جاتی ہین اس کے بیان کرنے والی کی شخصیت پر بھی نظر کرو کہ اس کے اندر کس قدر اعلی اخلاق موجود ہین،

(۱) وہ گرامی قدر اور شریف، اور قوی ہے،

(۲) خدا کے نزدیک وہ باوقار ہے،

(۳) لوگ پہلے ہی سے اس کی بات مانتے، اور اپنے بڑے بڑے قومی معاملات مین اس کا فیصلہ قبول کرتے ہین،

(۴) وہ بہت بڑا امانت دار ہے، اس کی یہ صفت لوگون مین اس قدر مشہور ہے کہ لوگ اس کا اصل نام چھوڑ کر اسے **امین** کہکر پکارتے ہین،

(۵) وہ کچھ دیوانہ اور ضعیف العقل نہین،

(۶) خدا نے اسے اس اعلی مرتبہ مین دیکھ کر پیغمبر بنایا ہے،

تو جس شخص کے اندر اتنی باتین شرافت اور کمال کی موجود ہین جسکا قرار مخالف سے مخالف اور دشمن سے دشمن تک کر رہا ہے، اس کی بات کو فوراً جھٹلا دینا کس کو رعقل کا فیصلہ ہے؟ اور پھر نہ ماننے کے لئے تمھارے پاس کیا عذر ہے، تو پھر تم اس تعلیم کو چھوڑ کر کدھر بھاگتے ہو؟ تم کو یاد رہے، کہ اسے جھٹلانا، اور ایسی صاف اور کھلی باتون کو نہ ماننا تمھارے حق مین مضر

ہوگا، کیونکہ وہ کسی لعین و مردود، یا کسی جھوٹے شاعر، یا کسی مجنون و دیوانے کی بیان کی ہوئی نہیں ہیں،

(۲۷) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۸) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ

یہ قرآن تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے، تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو سیدھی راہ چلنا چاہے

یہ قرآن جس سے تم بھاگتے ہو تمہارے ہی نفع کے لئے ہے، اگر تم راہ حق پر چلنا چاہو تو اسی کے ذریعہ سے وہ راہ تم پا سکتے ہو، پھر سمجھ لو کہ اس سے بھاگنا آپ اپنا نقصان کرنا ہے،

(۲۹) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

اور تم کسی بات کا ارادہ نہیں کر سکتے، جب تک خدا کا ارادہ نہ ہو

یعنی تم جس ارادہ اور اختیار سے کام لیتے ہو وہ خدا ہی کا عطا کردہ ہے اگر وہ اختیار و قوت نہ دے تو تم کچھ نہیں کر سکتے، اس لئے نیک کام کی توفیق ملے تو بھی خدا کا شکر کرو کہ قوت اسی کی دی ہوئی ہے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے کاموں میں بالکل مجبور ہے، اور اسے اپنے افعال میں کچھ دخل نہیں، خود قرآن میں ہر جگہ موجود ہے،

(۱) تمہیں جو کچھ مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے کا نتیجہ ہے،	وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (شوریٰ - ۳۰)
(۲) اور ان پر خدا نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں،	وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (آل عمران - ۱۱۷)

وہ خود اپنے عمل کی بدولت، جیسا انسان کرتا ہے ویسا ہی بھگتنا پڑتا ہے، یہ
نہیں کہ خدا اُسے اینٹ، پتھر کی طرح مجبور بنا کر خود اس سے برا کراتا ہے اور
عذاب دیتا ہے، کہ یہ صاف ظلم ہے، اور قرآن بار بار کہتا ہے کہ خدا نے جو
عذاب کسی قوم کو دیا ہے، یا جو روز قیامت میں دے گا وہ محض انسان کے
عمل کا بدلہ ہوگا، خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوگا کہ بے گناہ کو عذاب اور سزا
تھوپ دی جائے، البتہ قوت اور اختیار خدا کا دیا ہوا ہے، اور اچھا اور برا
راستہ خدا نے بتا دیا ہے، اب جو اس قوت کو اچھے راستے میں صرف کریگا
اسے اچھی جزا ملے گی، اور جو اسے برے راستے میں صرف کریگا وہ تکلیف
اور عذاب میں مبتلا ہوگا، تو اس قوت کو برا نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی مثال
بعینہٖ انجن یا اسٹیم کی سی ہے کہ وہ اسٹیم اور طاقت فی نفسہٖ نہایت اچھی
چیز ہے، اگر اسے اچھے راستہ پر چلایا جائے تو انسان بڑے بڑے دور
دراز مسافت طے کر سکتا ہے، اور اگر اسے لائن سے اُتار کر دیا جائے
تو پھر اس سے کہ انجن تباہ ہو جائے اور سوار ہلاک ہو جائیں اور کچھ نتیجہ
نہیں، تو اس کی وجہ سے انجن یا اس کی اسٹیم کو برا نہیں کہا جا سکتا،
برے وہ لوگ ہیں جو اسے غلط راہ پر لے گئے یہی حالت انسان کی قوت
اور اختیار کی ہے، اور اسی لئے اس صورت میں ان آیتوں کے یہی معنی
ہیں جو ہم نے بیان کئے، جیسا کہ قرآن ہی کی دوسری آیتوں سے سمجھا
جاتا ہے، اور قرآن کے بہترین معنی وہی ہیں جو خود قرآن سے سمجھے جائیں

كلام الله يفسر بعضه بعضاً

اِس سُورت کا خلاصہ مضمون

یہ نظام شمسی ایک دن توڑ دیا جائے گا، اور انسان کی جزا و سزا کا وقت آجائے گا، اس وقت اپنے اپنے اعمال ہر ایک کے پیش نظر ہون گے وہان اچھون کا انجام اچھا، اور بُرون کا بُرا ہوگا، اس نظام دنیا کی حکمتین اور مصلحتین صاف بتا رہی ہین کہ اس اعلےٰ کارخانہ کا بہت ہی بڑا انجام ہوگا، اور ان نتیجون کے لئے اس کی انتہا ضرور ہوگی، علاوہ اس کے جو پیغمبر یہ باتین سنا رہا ہے خود اس کی شخصیت بھی اس امر پر کافی شاہد ہے، کہ ان باتون کی ضرور کوئی اصلیت اور واقعیت ہے، لہذا اس قرآن سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے، اور نیک ارادے پر خدا کا شکر کرنا چاہئے، جس نے انسان کو قوت عمل دی ہے،

سورۂ انفطار

مکی — ۱۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۲) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے

انْتَثَرَتْ (۳) وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (۴) وَاِذَا

اور جب سمندر بہا دئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (۵) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

قبریں ادھاڑی جائینگی، اس وقت ہر شخص جان لے گا کیا اس نے

وَاَخَّرَتْ،

آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑ آیا ہے،

جب یہ کارخانہ عالم توڑ دیا جائے گا، اور آسمان پھٹ جائیگا، اور ستارے اپنے اپنے مقررہ مقامات سے الگ ہو ہو کر ٹکرائیں گے، اور زمین پر سخت زلزلہ آنے سے سمندر کا پانی خشکی پر آجائے گا، اور زمین پھٹ جائے گی، اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں وہ باہر نکل آئیں گی، اس وقت انسان کے حساب کا وقت آجائیگا اور جو کچھ انسان نے اپنی زندگی میں کیا ہے اور جو کچھ نہیں کیا ہے سب اس کے پیش نظر ہو جائینگے،

یہ قیامت کے چند واقعات ہیں جو پہلی سورت کی طرح اس میں بھی بیان کئے گئے ہیں، وہاں مناظر قدرت سے خدا کی قدرت و رحمت و حکمت ثابت

کرکے قیامت پر دلیل دی گئی تھی، یہان صاف لفظون مین خدا کے رحم وکرم اور اس کی قدرت کاملہ اور پھر اس کے علم کو بیان کرکے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے؛

(۱) کرم اور قدرت کی شہادت

(۶) یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ

اے انسان تجھے تیرے پروردگار کریم کے بارے مین کس چیز نے دھوکا مین ڈال

(۷) اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ (۸) فِیْ

رکھا ہے، وہ پروردگار جس نے تجکو پیدا، پھر تجکو درست کیا، پھر تیرے جوڑ بند

اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ

مناسب رکھے، پھر جس شکل مین چاہا تجکو ترکیب دی؛

انسان کو کس خیال نے خدا کے متعلق دھوکہ مین ڈال رکھا ہے؟ وہ کس بات پر بھولا بیٹھا ہے؟ وہ کیون روز قیامت کو نہین مانتا؟ وہ کیون یہ سمجھتا ہے کہ خدا اسے اس کے عمل کا بدلہ نہیں دے گا؟ وہ ذرا دیکھے تو کہ جس خدا نے محض اپنے کرم و بخشش، اور اپنی غیر محدود قدرت سے اس کو پیدا کیا، پھر پیدا کیا تو یہ نہین کہ بے ہاتھ کا، بے پاؤن کا، یا بے آنکھ کا، بلکہ صحیح الخلقت پیدا کیا، پھر یہ نہین کہ آنکھ سر کے پیچھے، ناک سر کے اوپر، یا منہ پاؤن مین ہو، بلکہ ہر ہر عضو کو اپنے اپنے مناسب موقع مین رکھا، پھر ایک سے ایک صورتین عنایت فرمائین، تو جس خدا کا کرم و عنایت، اور جس قادر مطلق کی قدرت یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کے استحقاق کے اس نے تمھین جس طرح چاہا پیدا کیا، کیا وہ تمکو پھر دوبارہ نہین پیدا کر سکتا؟ کیا اس کا کرم اور اس کی رحمت کا یہی تقاضا

ہے، کہ دنیا کے اندر ظالم و مظلوم، اچھے اور برے لوگوں کا ایک ہی انجام ہو؟ اور دونوں مر کر ایک سے ہوجائیں؟ ہرگز نہیں، وہ ضرور پھر پیدا کر سکتا ہے، اور ضرور کرے گا، تاکہ اچھے اور برے لوگ اپنا انجام دیکھیں، اور اپنے کئے کا بدلہ پائیں،

(۹) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (۱۰) وَاِنَّ

نہیں تم تو جزا کو جھٹلاتے ہو، اور تمہارے

عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۱) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۲) يَعْلَمُوْنَ

اوپر نگہبان مقرر ہیں، بزرگ لکھنے والے، وہ جانتے

مَا تَفْعَلُوْنَ،

ہیں جو کچھ تم کرتے ہو،

تمہیں اس خیال نے خدا سے غافل کر رکھا ہے، کہ تم اعمال کی جزا و سزا نہیں مانتے، تم سمجھتے ہو کہ کام تو فنا ہوجاتا ہے اس کی پرسش کیا ہوگی، ہرگز نہیں، یہ غلط خیال ہے، خدا کے فرشتے تم پر مقرر ہیں، جو تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، خدائی خفیہ پولیس تمہارے ہر حرکت و سکون کو لکھ رہی ہے، جب محاسبہ کا وقت آئے گا تو ہر ایک کا عمل نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا،

گو خدا خود تمہارے کاموں کا علم رکھتا ہے، مگر تم پر پوری حجت قائم کرنے کے لئے اس نے فرشتے مقرر کر دئے ہیں، جو تمہاری ہر ہر بات بروقت نوٹ کرتے رہتے ہیں، تو کیونکر ممکن ہے کہ تمہارے اچھے اور برے کام بغیر نتیجے اور بدلے کے رہ جائیں، اور کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک نکوکار اور ایک بدکار دونوں مر کر فنا ہوجائیں اور ایک حالت میں رہ جائیں،

آج مسٹر ایڈیسن نے گراموفون ایجاد کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی

نتگو اور اس کی آوازین بھی ضائع نہین ہوتین، بلکہ اس فضائے غیر متناہی
ین موجود رہتی ہین، آج علوم جدیدہ کی ترقی نے یہان تک قدرت حاصل کی ہے
، اگر خاص جگہ اور خاص ہیئت اور خاص شرائط کے ساتھ انسان گفتگو کرے تو
م آلات کے ذریعہ اسے اس طرح اپنے قبضہ مین رکھ سکتے ہین کہ جب چاہین اس
و لوٹا کر سن سکتے ہین، تو جب انسانی گفتگو اور آوازین ضائع نہین ہوتین تو پھر انسانی
رادے، اور انسانی اعمال جو آوازون اور گفتگوؤن سے کہین زیادہ اہمیت اور کہین
زیادہ اثر اور قوت رکھتے ہین، کیا عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ وہ ضائع ہو جائین ؟
ر انسانی آواز ضائع نہین ہوتی، بلکہ موجود رہتی ہے، تو پھر انسانی ارادے
ور اعمال بھی ہرگز نہین ضائع ہو سکتے، ضرور ہمارے اعمال کا ذرہ ذرہ محفوظ رہتا
ہے، اور ایک دن آئے گا جب یہ سب کے سب ہمارے سامنے آجائین گے، اور
ہر ان سب کا نتیجہ ہمین ملے گا،

(۱۳) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (۱۴) وَاِنَّ الْفُجَّارَ

بیشک نیک لوگ ضرور نعمت والی جنت مین ہون گے، اور بدکار ضرور جلتی ہوئی

لَفِیْ جَحِیْمٍ (۱۵) یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (۱۶)

آگ مین ہون گے، روز جزا مین وہ اسی جہنم مین داخل ہون گے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ،

اور وہ اس سے بھاگ نہین سکتے،

یہ ہے اصل مجازاۃ کا مضمون، یعنی اس تمام عالم کا انجام اس قیامت کے
دن یہ ہوگا کہ اچھون کا ٹھکانا اچھا ہوگا، اور برون کا ٹھکانا برا، جہان سے
وہ کسی طرح نکل کر بھاگ بھی نہ سکین گے، بلکہ ہمیشہ کے لئے انھین یہ عذاب بھگتنا
پڑے گا، اور اس زندگی کے اعمال ضرور نتیجہ لائین گے، یہ نہین کہ اعمال فنا

ہوجاتے ہین، توکیا مواخذہ ہوگا، یا یہ کہ مرجائین گے توکس طرح زندہ ہونگے
خدا کی رحمت اس کی قدرت، اور اس کا علم، یہ تمام صفات بآواز بلند کہہ رہی
ہین کہ اس زندگی تک سلسلہ ختم نہین ہوگا، آئندہ زندگی ہوگی، اور پورا پورا
فیصلہ انسان کے اعمال کا کیا جائے گا،

(۱۷) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (۱۸) ثُمَّ
اور تجھے کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ پھر (کہتا ہون)

مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (۱۹) يَوْمَ لَا
تجھے کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ وہ دن وہ ہے کہ

تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ،
کوئی کسی کو کچھ نفع نہین پہونچا سکتا، اور اس دن حکم صرف اس خدا کا ہوگا،

تمہین کچھ خبر ہے کہ روز جزا کی کیا حقیقت ہے؟ وہ، وہ دن ہے کہ جس
مین کوئی ہستی کسی کو کچھ نفع نہین پہونچا سکے گی، نہ وہان سفارش کام آئے گی،
نہ کوئی دوسرے کی سزا اپنے اوپر لے سکیگا، وہان ہر شخص کا وہی انجام ہوگا، جو
اس کا عمل ہے، اس دن حکومت صرف اس خدائے ذوالجلال کی ہوگی، اور وہ
خود ہر ایک کا فیصلہ کرے گا، آج یہان اس نے انسان کو نائب مقرر کیا ہے، مگر
اس دن وہ آسمانون اور زمین اور سارے عالم کا بادشاہ خود فیصلہ کرے گا،

سُورۂ تطفیف

مکی - ۳۶ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (۲) الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ

کم کر دینے والوں کے لئے تباہی ہے، جو لوگوں سے تو ماپ پورا کر لیں

یَسْتَوْفُوْنَ (۳) وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ

اور جب ان کو ماپ کر کے یا وزن کر کے دیں تو کم کر دیں؛

کسی سے مبادلہ کرنا، اس میں امانت ضروری ہے، امانت توڑنا انسان کے لئے تباہی ہے، تو کم دینے والوں پر افسوس ہے، کہ جب خود دوسرے سے کچھ لیتے ہیں تو پورے پیمانے سے، اور جب خود دوسروں کو دیتے ہیں تو کم، تو تجارت اور اسی طرح عام معاملات میں مساوات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جو بات آپ دوسروں کے ساتھ کرنی روا رکھتے ہیں دوسرا اگر وہی معاملہ آپ کے ساتھ کرے تو آپ بھی روا رکھئے، حکومت کے اندر حاکم رعایا سے اطاعت چاہے، تو اسے چاہئے کہ رعایا کے بھی حقوق دے اُستاد، شاگرد، زن و شو، دوست دوست، غرض دنیا میں جتنے تعلقات، اور جتنے معاملات ہیں سب میں یہ اصول مدنظر رکھنا چاہئے، کہ جس طرح ہم دوسروں سے توقع رکھتے ہیں دوسروں کے توقعات بھی اسی طرح پوری کریں، اَنْ تُحِبَّ لِاَخِیْکَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ (جو بات اپنے لئے پسند کرو وہی بات اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے بھی پسند کرو) معاملات درست رکھنے کا یہ ایک زرین اصول ہے،

(۴) اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۵)

کیا ایسے لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ انھیں پھر اٹھایا جائے ؟ ایک

لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ (۶) یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

بہت بڑے دن کو، جس دن تمام انسان پروردگار عالم کے سامنے

الْعٰلَمِیْنَ ،

کھڑے ہوں گے ،

جو ایسی غلط کاری، اور حق تلفی میں مبتلا ہیں، جو خیانت کرتے ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہونچاتے ہیں، وہ کس خیال میں مست ہیں ؟ وہ کس بھروسہ میں ہیں ؟ کیا انھیں یہ خیال نہیں ؟ کہ ایک عظیم الشان دن بھی آنے والا ہے، جس کے اندر تمام انسان خدا کے آگے حاضر کیے جائینگے اور ایک ایک ذرہ کا حساب اور مواخذہ ہوگا، اور اس ساری بے انصافی کا مزہ وہاں چکھنا ہوگا ،

(۷) کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ (۸) وَمَآ

نہیں بدکاروں کا عمل نامہ سجین میں ہے ، اور تو کیا

اَدْرٰىکَ مَا سِجِّیْنٌ (۹) کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (۱۰) وَیْلٌ

جانے کہ سجین کیا چیز ہے ؟ (وہاں) ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، تو جھٹلانے

یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (۱۱) الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ

والوں کے لئے اس دن تباہی ہے، جو کہ روز جزا کو

بِیَوْمِ الدِّیْنِ ،

جھٹلاتے ہیں ،

انسان دنیاوی معاملات میں جو غلط کاریاں کرتا ہے اس میں اگر دنیا میں گرفت

یہاں نہیں ہوتی تو یہ نہ سمجھے کہ چھوٹ گئے، اب اس کا مواخذہ نہ ہوگا، خدا
کے یہاں اس کے تمام اعمال لکھے ہوئے محفوظ ہیں، ایک حرکت بھی اس کی ضائع
نہیں ہوتی، بلکہ وہاں ان کاموں کا ایک رجسٹر مرتب ہو رہا ہے، تو جو لوگ
جزا دسزا نہیں مانتے اپنے آپ کو اپنے کاموں کا جواب دہ نہیں سمجھتے، اور یہاں
غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں، اس دن ان کے لئے سخت تباہی اور عذاب
کا سامنا ہے، یہ خیال کوئی غیر معقول نہیں، اس کی صداقت اور معقولیت کے
لئے یہی کافی ہے کہ اس سے اخلاق انسانی پورے اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ اگر
ہماری روحوں کا تعلق کسی مرکز سے ہے اور ضرور ہے، تو ہمارے اعمال کا جو اثر ہماری
روحوں پر پڑتا ہے اس کا اثر اس مرکز تک ضرور پہنچے گا، اور جب روح یہاں سے
علٰحدہ ہوکر اپنے مرکز میں جائے گی تو ضرور وہ اپنے اعمال کو حرف بحرف دیکھ لیگی
مختلف چیزوں کو اگر اکٹھا کر دیا جائے تو ضرور ہے کہ وہ اکٹھا ہونے کی جگہ ان
مختلف چیزوں کی اصل جگہ نہیں، بلکہ ان کا مرکز دوسری جگہ ہے، جہاں طرح
روح ایک چیز ہے، کیونکہ ہر چیز کا ایک علٰحدہ مرکز ہے، جسم حیوانی میں ہم۔ گرمی،
سردی، خشکی، تری دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ، یہ مختلف آثار مختلف مرکزوں
سے آئے ہیں، یعنی ان مختلف عناصر کا تھوڑا تھوڑا حصہ اس جسم حیوانی میں موجود
ہے، اس لئے ان مختلف آثار کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں، کہ ان مختلف عناصر
کے اپنے اپنے علٰحدہ اور خاص مرکز اور مکان ہیں، مثلاً ہوا کے اصل مکان
میں صرف ہوا ہے، پانی کے اصل مکان میں صرف پانی ہے، تو جس طرح اس
جسم کے اجزا کے لئے اپنے اپنے خاص مکان اور مرکز ہیں، اسی طرح روح کے لئے
بھی جو جسم سے ایک مختلف چیز ہے علٰحدہ اور خاص مرکز ضرور ہے، اور جس طرح
مرنے کے بعد جسم کے اجزا اپنے اپنے مرکز میں چلے جاتے ہیں اسی طرح روح بھی اپنے

مرکز میں چلی جاتی ہے،

اس اصول پر زیادہ غور کرو تو جنت اور دوزخ کا خیال آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے، کہ جب دنیاوی زندگی میں ہم رنج وراحت، خوشی وغمی، آرام وتکلیف کے مختلف اور متضاد آثار کو ایک ہستی میں مجتمع دیکھتے ہیں، تو ضرور ہے کہ ان مختلف آثار کے لئے بھی الگ الگ مستقل مرکز ہوں، ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں صرف راحت اور خوشی اور آرام ہو، اور ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں صرف رنج وغم اور تکلیف ہو، جہاں سے یہ باتیں جسم کے مختلف اجزا کی طرح مختلف مرکزوں سے لاکر ایک ہستی میں مجتمع کر دی گئی ہیں، کیونکہ مختلف چیزوں کا ایک مرکز ہرگز نہیں ہو سکتا،

(۱۲) وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ،

اور اس روز جزا کو تو صرف ہر قانون شکن گنہگار ہی جھٹلاتا ہے،

(۱۳) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

جب ہماری آیتیں اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ پرانے

الْاَوَّلِيْنَ،

لوگوں کی کہانیاں ہیں،

ایک سلیم العقل انسان جو اپنی زندگی اچھے قانون کی پابندی کے ساتھ بسر کرنی چاہتا ہے، جو اعمال کا احتساب کرتا ہے اور ان کی نتائج کی طرف سے بے پروا نہیں ہے، وہ کبھی اس واقعی حقیقت یعنی روز جزا کا انکار نہیں کر سکتا، اس کا انکار وہی کرے گا جو شریر ہے، قانون شکن ہے ہر قسم کے قانون انسانیت سے اپنے آپ کو آزاد رکھنا چاہتا ہے، اور غیر اخلاقی زندگی بسر کرنا اس کا مقصد ہے، ایسے ہی لوگ ہیں کہ

جب انہیں اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے ، اور جزا و سزا کا دن انہیں یاد دلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو پرانے زمانے کے افسانے ہیں ،

(۱۴) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ

نہیں ! ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں نے زنگ آلود کر دیا ہے

(۱۵) كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ

نہیں ! یہی لوگ ہیں جو اس دن اپنے رب سے محجوب ہوں گے

(۱۶) ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ (۱۷) ثُمَّ يُقَالُ

پھر یہ لوگ ضرور جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ، پھر کہا جائے گا

هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ،

کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ،

ان کا یہ خیال کہ یہ پرانے افسانے ہیں غلط ہے ، اصل بات یہ ہے کہ ان کی بداعمالی ان کے قلب پر تسلط کئے ہوئے ہے ، بداخلاقیوں نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے ، اچھی باتیں انھیں نظر نہیں آتیں ، اور کوئی بات انہیں سمجھائی جاتی ہے تو وہ اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے ، ان کی فطرت تباہ ہو چکی ہے ، اچھا برا سمجھنے کی تمیز ان میں نہیں رہی ہے ، اور اخلاقی زندگی بسر کرنا انہیں منظور نہیں ، وہ چاہتے ہیں کہ انسانیت کے تمام قوانین توڑ کر دنیا میں بہیمیت اور درندگی کی زندگی بسر کریں ، تو ان کا بدلہ یہی ہے کہ یہ قیامت کے دن خدا کی نعمتوں سے بالکل محروم رہیں گے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا ، جہاں وہ اپنی بداعمالی کا مزہ چکھیں گے ، اس وقت ان سے کہا جائیگا کہ یہ وہی دوزخ ہے ، جس کو تم نہیں مانتے تھے ، آج اس کا مزہ چکھ کر دیکھ لو کہ واقعی وہ ہے یا نہیں ،

(۱۸) كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ (۱۹) وَمَآ

نہین، نیکون کا عمل نامہ علیین مین ہے، اور تجھے کیا

اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ (۲۰) كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (۲۱) يَّشْهَدُهُ

خبر کہ علیین کیا چیز ہے، (وہ) ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، وہان مقرب

الْمُقَرَّبُوْنَ (۲۲) إِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (۲۳) عَلَى

لوگ موجود ہوتے ہین، نیک لوگ ضرور نعمت والی جنت مین ہون گے، تختون

الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (۲۴) تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

پر بیٹھے ہوئے دیکھتے ہون گے، ان کے چہرون پر تو نعمتون کی تازگی

نَضْرَةَ النَّعِيْمِ (۲۵) يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ

دیکھے گا، ان کو مہر کیا ہوا خالص شراب پلایا

مَّخْتُوْمٍ (۲۶) خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ

جائے گا، اس کی مہر مشک کی ہوگی، اب رغبت کرنے والے اس

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (۲۷) وَمِزَاجُهٗ مِنْ

مین رغبت کرین، اس شراب مین تسنیم کے پانی کی

تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ،

آمیزش ہوگی، تسنیم ایک چشمہ ہے جس سو خدا کے مقرب بندے پیتے ہین،

نیکون کا اعمال نامہ نہایت عزت کے ساتھ رکھا جاتا ہے، اس پر خدا کے
نہایت مقرب فرشتے مقرر ہین، یہ لوگ اپنے اچھے کامون کے بدلے مین
وہان اچھا بدلہ پائین گے، انھین جنت ملیگی، جہان وہ مزے سے تختون پر
بیٹھے ہوئے سیر کرین گے، خدا کی نعمتون کی وجہ سے ان کے چہرے تر و تازہ و
بشاش نظر آئین گے، ہر طرح کے کھانے اور پینے کی چیزین، غرض یہ کہ ممکن سے

ممکن راحت و لطف کا سامان وہان موجود ہوگا، تو لوگون کو چاہیے، کہ ان
نعمتون کی طرف جھپٹین، اور وہ اعمال و اخلاق اپنے اندر پیدا کرین جن کا
نتیجہ ان نعمتون کی صورت مین وہان ملے، اور بد اخلاقی سے بچے رہین، جس کا
انجام دوزخ کی آگ اور دردناک تکلیفون کے سوا اور کچھ نہین،

(۲۹) اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ

جن لوگون نے گناہ کیا ہے وہ ایمان والون پر ہنستے تھے،

اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (۳۰) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ

اور جب وہ ان کی طرف سے گذرتے تھے تو آنکھ

(۳۱) وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ

مٹکاتے تھے، اور جب یہ اپنے لوگون مین جاتے تھے تو باتین بناتے ہوئے جاتے تھے

(۳۲) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

اور جب یہ مومنین کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہی لوگ

لَضَآلُّوْنَ (۳۳) وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ

گمراہ ہین، حالانکہ یہ ان پر نگہبان بنا کر نہین بھیجے گئے تھے

(۳۴) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ

تو آج وہی ایمان لانے والے ان کافرون پر ہنسین گے،

(۳۵) عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ

تختون پر بیٹھے دیکھتے ہون گے،

شریرون اور بدمعاشون کی ایک تو یہ شرارت تھی کہ خود برے
اخلاق مین مبتلا تھے، اچھی باتون کو اپنی ہٹ دھرمی سے تسلیم نہین کرتے
تھے، دوسری شرارت اس سے بڑھ کر یہ تھی کہ جو لوگ اچھے اور نیک اخلاق

والے تھے اِن سے یہ بدمعاش مسخرہ پن کرتے تھے، اول تو خود نیکی نہ کرنا دوسرے نیکون پر ہنسنا، اشارے کرنا، انھین ستانا، انھین گمراہ کہنا، غرض یہ کہ ان حق طلبون کی پوری تحقیراو تذلیل کرنی، اور پھر خوش وخرم باتین بناتے ہوئے اپنے گھر جانا، یعنی ان کی حالت اس قدر بگڑی ہوئی تھی کہ ذرا ہی ان بد اخلاقیون کا ذرا اثر نہین، گویا ان کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں، کہ نیک لوگون کو جب چاہا ستایا، ان پر فقرہ بازی کی، انھین گمراہ کہدیا، حالان کہ انھین ان پر محافظ ونگران نہین بنایا گیا تھا، کہ جس کے پیچھے پڑے رہین، تو ان کفار کے اس جرم کی سزا یہ ہوگی کہ مومنین انھین جہنم مین دیکھ کر ہنسین گے، اور ان کی بری حالت دیکھکر ان پر ملامت کرین گے، اور مزے کے ساتھ تختون پر بیٹھ کر سیر کرتے ہون گے،

(۳۶) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ،

کیا کافرون کو ان کے کئے کا بدلہ ملا؟

اب یہ کفار بتائین کہ انھین ان کے کامون کا پورا پورا بدلہ مل چکا یا نہین؟ کیا وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی یہ بداعمالیان رنگ نہ لائین گی؟ ان کے یہ جور وستم جو وہ حق پسند اور نیک لوگون پر کیا کرتے تھے وہ یونہی بغیر سزا کے رہ جائین گے؟ آج وہ جہنم کی سیر کرین، اور جو کچھ انھون نے خود اپنے ہاتھون اپنے لئے دنیا سے بھیجا ہے اسے چکھین، اور دیکھین کہ کیسا برابر اور ٹھیک ذرہ ذرہ کا بدلہ ملا ہے،

سورۂ انشقاق

کی ۲۵ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۲) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے رب کا حکم مان لے گا

وَحُقَّتْ (۳) وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (۴) وَاَلْقَتْ

اور یہی اس کو شایان ہے، اور جب زمین پھیلا دی جائے گی، اور جو کچھ اس کے

مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (۵) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ،

اندر ہے سب نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائیگی، اور اپنے رب کا حکم مان لے گی

اور یہی اس کو شایان ہے،

جب قیامت آئے گی اور آسمان اور سیارات ان سب کا یہ موجودہ نظام ٹوٹ جائے گا، قیامت کے ہولناک زلزلے سے زمین پھٹ کر پھیل جائے گی، اور تہ و بالا ہو جائے گی، اندر کی تمام چیزیں باہر نکل آئیں گی اور خدائے ذوالجلال کے فرمان کے آگے سارا عالم سر تسلیم خم کر دے گا کیونکہ ہر مخلوق کا فرض ہے کہ اپنے رب کے حکم کے آگے سر رکھ دے، اس دن جزا و سزا کا وقت آ جائے گا، اور لوگوں سے ان کے اعمال کا مواخذہ ہو گا،

آسمان کے متعلق چند لفظ

ان آیتون مین اور اس طرح کی اور بہت سی آیتون مین جہان آسمان کے پھٹ جانے، چر جانے، لپیٹ دئے جانے، اس کے ٹکڑے کرنے وغیرہ کا ذکر ہے، وہان اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ موجودہ نظام شمسی ٹوٹ جائے گا، اور جس حالت مین دنیا اب ہے وہ انتظام درہم برہم کر دیا جائیگا ان آیتون سے آسمان کا کوئی ایسا سخت جسم ہونا ثابت نہین ہوتا، جیسا کہ یونانی فلسفہ مین ہے، اور عام طور پر جا دبجا آیتون کو کھینچ تان کر اس یونانی ہیئت پر چسپان کر دئے جانے کی کوشش کی جاتی ہے، یونانی نو آسمان مانتے ہین، اور قرآن مین سات کا لفظ ہے، تو اب قرآن کی اس کمی پورا کرنے کے لئے عرش وکرسی بھی آسمانون کے نام رکھ دئے گئے ہین، حالانکہ اب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یونانیون کا خیال ہی غلط تھا، انہون نے آسمانون کو دیکھا تو تھا ہی نہین محض اپنے قیاسات لڑا کر نو آسمان بنا لئے تھے، اب آلات کام مین لائے جاتے ہین ان سے نظر آتا ہے کہ مشتری کے گرد چار چاند، اور زحل کے گرد سات چاند ہین، جو اپنے اپنے سیارے یعنی مشتری اور زحل کے گرد پھرتے ہین، تو اگر آسمان ایسے ٹھوس جسم کے ہوتے، جیسا یونانی فلسفہ مین ہے، تو ان چاندون کا مشتری اور زحل کے گرد چکر لگانا کس طرح ہوتا، غرض یہ کہ قرآن نہ یونانی فلسفہ پڑھانے آیا تھا نہ ہیئت کے مسائل کو بیان کرنا اس کا مقصد تھا، وہ انسانیت کے اعلیٰ اصول واخلاق کی تعلیم دینے آیا تھا، اور یہی اس نے کیا، خود محققین مفسرین مین آسمان کے متعلق مختلف رائین ہین، اور ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ آسمان کوئی سخت

جسم نہین، امام رازی کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ، کی تفسیر کے ذیل مین یہ فرماتے ہین،

بعضون کا قول ہے کہ آسمان کا
کوئی جسم نہین، بلکہ وہ ستارون
کے چکر کا راستہ ہی، ضحاک کا
یہی قول ہی، اکثر لوگ یہ کہتے ہین
کہ ان کا جسم ہے اور ستارے ان پر
پھرتے ہین، (جیسے گیند کے اوپر
چیونٹی پھرے) قرآن کے ظاہری
الفاظ سے یہ قول چسپان ہے، پھر ان
عالمون کا اس امر مین اختلاف ہی
کہ وہ جسم آخر کس طرح کا ہی، بعض
کہتے ہین کہ آسمان پانی کا بلبلہ ہے
سورج چاند اور ستارے اس مین
پھرتے ہین، کلبی کا یہ قول ہی کہ
پانی جمع ہوگیا ہے، اس مین ستارے
بہتے ہین،

قَالَ بَعْضُهُمُ الْفَلَكُ لَيْسَ
بِجِسْمٍ وَاِنَّمَا هُوَ مَدَارُ هٰذِهِ
النُّجُوْمِ وَهُوَ قَوْلُ الضَّحَّاكِ
وَقَالَ الْاَكْثَرُوْنَ هِيَ اَجْسَامٌ
تَدُوْرُ النُّجُوْمُ عَلَيْهَا وَهٰذَا
اَقْرَبُ اِلٰى ظَاهِرِ الْقُرْاٰنِ
ثُمَّ اخْتَلَفُوْا فِيْ كَيْفِيَّتِهٖ
فَقَالَ بَعْضُهُمُ الْفَلَكُ مَوْجٌ
مَكْفُوْفٌ تَجْرِيْ الشَّمْسُ وَ
الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ فِيْهِ وَقَالَ
الْكَلْبِيُّ مَاءٌ مَجْمُوْعٌ تَجْرِيْ
فِيْهِ الْكَوَاكِبُ،

∴ ∴ ∴

پھر اس کے بعد بھی امام صاحب لکھتے ہین،

پر قرآن کے لفظون سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ آسمان تو ٹھیرے
ہوئے ہین اور ستارے اس مین

وَالَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ لَفْظُ
الْقُرْاٰنِ اَنْ تَكُوْنَ
الْاَفْلَاكُ وَاقِفَةً وَالْكَوَاكِبُ

تکُوْنُ جَارِیَۃً فِیْھَا کَمَا تَسْبَحُ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ،	چلتے ہین، جس طرح مچھلی پانی مین چلتی ہے،

ان مختلف اقوال اور خود امام رازی کی رائے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ قرآن مین جو آسمان کا ذکر ہے وہ یونانی فلسفہ کے آسمان کی طرح سخت جسم یا متحرک نہین، باقی یہ کہ وہ پانی ہین یا بُلبلے ہین، یعنی ایک لطیف اور سیال اجسام ہین جو کواکب کی حرکت کو مانع نہین۔ تو اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہین، باقی جو بات آنکھ کے دیکھنے کے خلاف ہو اس کو خواہ مخواہ قرآن کے سر تھوپنا عقل سے دور ہے، نہ اس کو کوئی ایسا انسان جو عقل رکھتا ہے کبھی تسلیم کر سکتا ہے،

باقی قرآن مین آسمان کی نسبت جو پھٹنے، ٹکڑے ہو جانے، وغیرہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین، وہ ایسے ہی ہین جس طرح خدا کے متعلق ہاتھ کا عرش پر چڑھ جانے کا، یا حدیثون مین خدا کے متعلق ہنسنے کا لفظ بولا گیا ہے وہان ان الفاظ سے یہی باتین حقیقۃً مراد نہین بلکہ ہاتھ سے ہاتھ کی صفت قدرت، عرش سے حکومت، ہنسنے سے خوش ہونا، مراد ہے، اسی طرح آسمان کے پھٹ جانے، ٹوٹ جانے، چر جانے، وغیرہ الفاظ سے اس موجودہ نظام کا فنا ہونا مراد ہے، کیونکہ یہی نیلی نیلی چیز جس کو سب لوگ آسمان سمجھتے ہین، ایک مجسم چیز اور چھت کے مانند دکھائی دیتی ہے، عرب اوّل جو قرآن کے اول مخاطب ہین وہ بھی تمام دنیا کی طرح اسی نیلی نظر آنے والی چیز کو آسمان سمجھتے تھے، اور اسی کو پھٹنے اور چرنے کے قابل بھی خیال کرتے تھے، چنانچہ ہم آج بھی اپنے محاورے مین بولتے ہین کہ فلان شخص پر آسمان ٹوٹ پڑا، تو اس کے یہ معنی نہین کہ واقعی اس آسمان کا ٹکڑا اس کے سر پر گرا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو نتیجہ آسمان کا ٹکڑا گرنے کی حالت مین ہوتا وہی نتیجہ پیش آیا، یعنی وہ تباہ ہو گیا، قرآن مجید مین جو ٹھیک عرب اول کے

محاورہ مین اُترا ہے ان ہی کے محاورہ کے موافق وہ الفاظ بولے گئے ہین، اور مقصود اس سے صرف اس نظام کا فنا ہونا ہے، اسی کو کنایہ کہتے ہین، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر مین فرماتے ہین

کنایہ اسے کہتے ہین کہ کوئی حکم ثابت کیا جائے، مگر اس کے حقیقی معنی نہ مقصود ہون بلکہ مقصد یہ ہو کہ مخاطب اسے سنکر اس بات کو سمجھے جو عقلاً یا عادۃً اس کے لئے لازم ہے جس طرح کثیر الرماد سے خوب مہانداری اور "خدا کے دونون ہاتھ کھلے ہوئے ہین" اس آیت سے سخاوت کے معنے مراد ہین،	کنایت آنست کہ حکمے اثبات کنند و قصد نہ ثبوت عین آن باشد بلکہ قصد آنست کہ انتقال کنند ذہن مخاطب بلازم آن بلزوم عقلی یا عادی چنانچہ از کثیر الرماد معنی کثرت ضیافت و از یداہ مبسوطتان معنی سخاوت ادراک می شود،

قرآن کا مقصد تھا کہ لوگون کو اچھے اخلاق کی طرف متوجہ کرے اور ان کو جزا و سزا کا زمانہ یاد دلاکر بداخلاقیون سے بچائے، اسی لئے اس نظام کے فنا ہونے کے واقعات کو ایسے پیرایہ مین بیان کرتا ہے، جس سے لوگ آسانی سے سمجھ سکین اگر وہ ہیئت کے مسائل کے پیرایہ مین ایسی باتین بیان کرتا جس سے لوگون کے کان نا آشنا تھے، تو اول تو وہ اصل مقصد سے دور رہو جاتا، دوسرے یہ کہ مخاطب اس قسم کے نئے خیالات سن کر گھبرا اُٹھتے، اور پھر اسی جھگڑے مین پڑ جاتے، اور اصل مقصد فوت ہو جاتا، چنانچہ حضرت شاہ صاحب قرآن کے اسلوب بیان کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب مین فرماتے ہین،

تو اگر ان کے طور کے خلاف کوئی بات کہی جاتی تو حیرت مین پڑ جاتے	پس اگر بر خلاف طور ایشان گفتہ شود بحیرت در مانند و چیزے

اور ایک نا آشنا بات انکے کانون
مین پڑتی جس سے ان کے ذہن
تشویش مین پڑ جاتے،

نا آشنا بہ گوش ایشان رسد
وفہم ایشان را مشوش سازد

پھر ایک جگہ فرماتے ہین، اور خوب فرماتے ہین،

عرب اول کا جاننا معیار ہی ہمارے
زمانہ کے بال کی کھال کھینچنے والون
کا نہین، کیونکہ ہر بات مین موشگافی
ایک ایسا سخت مرض ہے کہ یہ
لوگ محکم کو متشابہ اور معلوم کو
مجہول بنا دیتے ہین،

اعتبار دانستن عرب اول است نہ
موشگافان زمان ما را کہ موشگافی
بیجا دائے عضال کہ محکم را متشابہ
می سازند و معلوم را مجہول،

گو اصل مبحث سے مین دور ہو گیا، مگر یہ مسئلہ ایسا نہ تھا کہ بغیر کچھ کہے اُسے چھوڑ دیا جاوے، اب مین اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔

(۶) یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ

اے انسان! تو (اسی طرح) گھسٹ گھسٹ کر اپنے رب کی طرف جا رہا ہی

كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ،

تو اس رب سے ضرور ملے گا،

قیامت کے چند واقعات کا تذکرہ کر کے انسان کو دنیا کے فنا ہو جانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، کہ یہ دنیا اور یہ زندگی اور یہ سارا انتظام جو نظر آ رہا ہے، ایک دن فنا ہو جائے گا، اور بالآخر انسان کو خدا کے یہان جانا پڑے گا، اگر زندگی یون ہی بالفرض ختم ہو جاتی تو فکر نہ تھی، مگر جب موت کے بعد آئندہ زندگی بھی ہے اور وہ بھی اس طرح پر کہ خدا کے آگے جانا ہے

تو پھر کیا ہو گیا ہے جو انسان اپنے انجام پر غور نہیں کرتا ؟ اور بے پروائی کے ساتھ یہ قیمتی گھنٹے جو اس زندگی میں ملے ہیں، بالکل ضائع کر رہا ہے، اسے چاہئے کہ اس تھوڑے سے وقت میں ایسے کام کرے کہ آئندہ کامیابی ہو، اور وہاں راحت پائے، کیونکہ اچھا بدلہ اور نعمتیں اور پھر ایک انسان کی راحت کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین سامان وہاں اسی کے لئے ہیں، جو دنیا میں اپنے فرائض پورے کرے، اور اخلاقی زندگی بسر کرے،

(۷) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ (۸) فَسَوْفَ

تو جسے اس کا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا حساب

یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (۹) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی

آسانی سے لیا جائے گا، اور وہ خوش خوش اپنے لوگوں

اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا،

میں پھر آئے گا،

اس دن اچھے لوگوں کا حساب نہایت آسان ہو گا، کیونکہ ان کے اعمال نیک ہوں گے، اور وہ خوش خوش حساب دے کر اپنے لوگوں میں واپس جائیں گے، اور ان کے لئے نہایت اچھا بدلہ ہے،

(۱۰) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ

اور جسے اس کا عمل نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا

(۱۱) فَسَوْفَ یَدْعُوْ ثُبُوْرًا (۱۲) وَّیَصْلٰی

وہ تباہی کو پکارے گا، اور دہکتی ہوئی آگ میں

سَعِیْرًا،

داخل ہو گا،

یہ بُرون کا انجام ہوگا، انھین عمل نامہ پیچھے سے ذلت وحقارت کے ساتھ ملے گا، اور انجام کار دہکتی ہوئی آگ مین انھین جانا پڑے گا، جو ان کے بُرے عملون کا نتیجہ ہے،

جزا سزا پر خدا کے علم کی شہادت

(۱۳) اِنَّهٗ كَانَ فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (۱۴) اِنَّهٗ

وہ تو اپنے لوگون مین خوش خوش تھا، وہ

ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (۱۵) بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ

اس گمان مین تھا کہ وہ (مرکر) پھر نہین لوٹے گا، کیون نہین! اس کا

كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا،

اب اس (کے سارے کامون) کو دیکھتا تھا،

وہ دنیا کے اندر اس خیال مین مست تھا کہ مرنے کے بعد پھر کچھ نہین، یہ آیندہ زندگی اور آخرت اور جزا سزا غلط خیال ہے، اور اسی خیال نے اسے بدکاریون اور بداخلاقیون پر آمادہ کیا، مگر یہ خیال درحقیقت ایک دھوکا ہے جس مین انسان پڑا ہوا ہے، اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا جب اس کے ہر کام کو دیکھتا ہے اور اس کا ہر کھلا اور چھپا عمل اس پر ظاہر ہے، تو پھر ان نیک و بُرے اعمال کو دیکھکر دونون کا ایک انجام کس طرح پسند کر سکتا ہے، خدا کا علم خود اس بات پر دلیل ہے کہ جزا و سزا ضروری ہے، یہ کبھی نہین ہوسکتا کہ خدا ظالم و بدکار کو دیکھے، اور سزا نہ دے، یا نیکون اور اچھے کام کرنے والون کو اس کی جزا نہ دے،

آئندہ زندگی پر مناظر فطرت کی شہادت

---

(۱۶) فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۷) وَالَّيْلِ وَمَا

تو نہیں، مجھے قسم ہے شفق کی، اور رات کی اور ان تمام حالتوں کی

وَسَقَ (۱۸) وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (۱۹) لَتَرْكَبُنَّ

جو رات میں مجتمع ہیں، اور چاند کی جب وہ پورا ہو کہ تم ضرور ایک حالت سے

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ،

دوسری حالت میں چڑھتے چلو گے،

انسان یہ نہ سمجھے کہ اس کی زندگی مرنے کے بعد ختم ہو گئی، ہرگز نہیں، جب وہ ابتدا سے ترقی کرتا ہوا چلا آ رہا ہے، تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب یہ اعلیٰ ہستی مرنے کے بعد فنا ہو جائے، بلکہ مناظر فطرت کا تدریجی ارتقا، ایک حالت سے منتقل ہو کر دوسری حالت میں آنا، صاف بتا رہا ہے کہ انسانی ہستی بھی اسی طرح ترقی کرتے کرتے ایک دوسرے مقام پر پہونچے گی، اور اگر اس زندگی کو انتہائی مان لیا جائے، تو لازم آئے گا کہ اعلیٰ انسانی ہستی جو ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچ چکی ہے، یوں ہی فنا ہو گئی، شفق پر غور کرو، جو آفتاب کے غروب ہونے اور رات کے شروع ہونے کا وقت ہے، تو رات کی سیاہی کس طرح آہستہ آہستہ بڑھتی آتی ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے پوری رات ہو جاتی ہے، اسی طرح چاند کو دیکھو کہ وہ کس طرح تدریجی طریقہ سے بڑھتے بڑھتے پورا ہوتا ہے، تو شفق کے وقت جو آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور روشنی جاتی رہتی ہے، سارا عالم تیرہ و

تاریک نظر آتا ہے، تو اس کے یہ معنی نہین کہ آفتاب بالکل فنا ہوگیا، چاند ایک زمانہ مین پورا منور ہوجاتا ہے، اور رفتہ رفتہ اس کی روشنی کم ہوتی ہی ہے، یہان تک کہ وہ بالکل نظر نہین آتا، تو اس کے یہ معنی نہین کہ وہ معدوم ہوگیا، آفتاب پھر نکلتا ہے اور چاند پھر نظر آنے لگتا ہے، تو ان مناظر قدرت کے تدریجی ارتقا اور تغیر احوال کو دیکھ کر یہ سمجھ مین آتا ہے، کہ کوئی چیز تبدل و تغیر سے معدوم نہین ہوجاتی نیز یہ کہ ارتقا کا سلسلہ تمام دنیا کے اندر تدریجی ہے، تو پھر ایک انسانی ہستی جو دنیا کی تمام موجودات سے اعلیٰ ترین ہستی ہے کیونکر بالکل معدوم ہوجا سکتی ہے، یہ مرنے کے تغیرات اُسے معدوم نہین کرتے، بلکہ یہ تغیر و تبدل اس لئے ہے کہ اس کے بعد وہ اس سے آئندہ مقام مین پہونچے،

(۲۰) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۱) وَإِذَا قُرِئَ

تو ان لوگون کو کیا ہوگیا ہے کہ ایمان نہین لاتے، اور ان پر قرآن پڑھا

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (۲۲) بَلِ الَّذِينَ

جاتا ہے تو سجدہ نہین کرتے، بلکہ جو لوگ کفر

كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ (۲۳) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

کرتے ہین وہ اسے جھٹلاتے ہین، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے

يُوعُونَ (۲۴) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

دل مین ہے، تو ان سب کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے

جب ایسے ایسے سینکڑون دلائل اور نشانیان آئندہ زندگی کے ضروری ہونے پر صاف صاف شاہد ہین، تو پھر ان لوگون کو کیا ہوگیا ہے جو ایسی حق بات نہین مانتے، انھین تو چاہئے کہ یہ سچی تعلیم دل سے مان لین، اور

جب قرآن انھیں سنایا جائے جو ان اعلیٰ حقیقتوں کو نہایت مضبوط دلیلوں سے کھول کھول کر بتاتا ہے تو اس کے آگے سر رکھدیں مگر سر رکھنا تو درکنار ان کی ہٹ دھرمی، اور ان کا تمرد اس درجہ کا ہے کہ وہ ان باتوں کو مانتے بھی نہیں تو وہ سمجھ لیں کہ اس میں ان کا ہی نقصان ہے، خدا ان کے سارے بھید اور سارے اعمال و افعال کی خبر رکھتا ہے، جب روز جزا آئے گا، اس دن ان کے اعمال دردناک عذاب کی صورت میں انھیں آگھیرں گے،

(۲۵) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ

مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے اب

اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ،

اجر ہے جو منقطع نہیں ہوگا،

مگر جو لوگ اب بھی راہ راست پر آجائیں، اور سچی تعلیم مان لیں، پھر اس پر عمل کریں، اور اخلاقی زندگی بسر کریں اپنے فرائض کو محسوس کرکے پورا کریں، وہ کامیاب ہوں گے، اور ان کاموں کے بدلے میں انھیں اچھی سے اچھی جزا ملیگی، جو ہمیشہ کے لئے ہوگی،

سورۂ بروج

مکی — ۲۲ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

——— ۰۰(پ)۰۰ ———

(۱) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ (۲) وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ

برج والے آسمان کی قسم — اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ ہے

(۳) وَشَاہِدٍ وَّمَشۡہُوۡدٍ (۴) قُتِلَ اَصۡحٰبُ

اور حاضر ہونے والے اور — جس کے پاس حاضر ہوئے، ان کی قسم کہ خندق

الۡاُخۡدُوۡدِ (۵) النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ،

والے غارت ہوئے، — جو کہ ایندھن والے آگ کی تھی،

مسلمانوں کی کمزور جماعت کو جو ایذا کفار مکہ پہونچاتے تھے، تعلیم حق کو مغلوب و ناکام رکھنا چاہتے تھے، خدا پرستی کی آواز کو مٹا دینے کے لئے ممکن سے ممکن کوشش میں لگے رہتے تھے، اس سورت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ ایسے لوگ فلاح نہیں پاتے، بلکہ ناکام و تباہ ہو جاتے ہیں، حق پرستوں کو اگر کوئی ذلیل کرنا چاہے تو اس کی مکافات ٹل نہیں سکتی، چاہے اس میں دیر ہو، مگر بدلہ ضرور ملے گا، خدا پرست کبھی دبائے جائیں، اور دبانے والے پاداش سے بچ جائیں یہ ناممکن ہے، حق کبھی کسی حالت میں مغلوب نہیں ہو سکتا، مسلمان جو ابھی کمزور ہیں، مظلوم ہیں، اطمینان و تسلی رکھیں کہ خدا انھیں ضائع نہ کرے گا، ظالمین یوں ہی نہ چھوڑے جائیں گے، خدا کا یہی مستمرہ قاعدہ ہے،

چنانچہ ایک تاریخی واقعہ کا اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے، کہ ایک بت پرست قوم کے اندر کچھ لوگ خدا پرست تھے، جنھیں ان ظالمون نے شرک پر مجبور کیا، اور جب خدا کے اُن سچے بندون نے شرک نہ کیا، توان مشرکین نے ان کو خندقون کے اندر آگ مین جلا دیا، انھین کے متعلق خدا نے کہا ہے، کہ ہلاک کئے جائین، اور غارت ہون خندق والے، جنھون نے مومنین کو خندقون مین ڈال کر جلا دیا، یعنی ان کو ضرور اس کی سزا دی جائے گی اور ان کا انجام آئندہ زندگی مین تباہی اور ہلاکت کے سوا اور کچھ نہین، کیونکہ جزا و سزا ضروری ہے جس پر یہ تین شہادتین پیش کی گئی ہین،

قسم ہے برج والے آسمان کی، ستارون کی رفتار اور ان کے مقامات سمجھنے کے لئے آسمان کے بارہ حصے فرض کئے گئے ہین، اور ہر حصہ مین جو ستارے واقع ہین، وہ برج کہلاتے ہین، اسی لئے اہل ہئیت ان ستارون کے مجتمع ہونے سے جو شکل پیدا ہوتی ہے وہی اس برج کا نام رکھ دیتے ہین، مثلاً جہان ستارون کے اجتماع سے بیل کی شکل یا بچھو وغیرہ کی شکل پیدا ہوئی ہے اس برج کا نام برج ثور یا برج عقرب رکھا گیا ہے، تو یہان برج کا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیارون کی گردش کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ یہ مختلف بروج سیارون کی حرکت کے راستہ مین پڑتے ہین اسی رفتار سے دن رات پیدا ہوتی ہے، اور اسی کا نام زمانہ ہے، تو پہلی شہادت گردش زمانہ کی ہے، زمانہ پر نظر کی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ظلم اور زیادتی کرنے والی قوم کبھی فلاح نہین پاتی، پرانے زمانے کی قومون کی حالات کو دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ جس قوم نے خدا کی مخلوق کو ستایا ہے، ظلم و ستم کے ہاتھ کمزورون پر پھیلائے ہین،

وہ ضرور تباہ و برباد ہوئی ہے،

پھر یہ کہ انسان کی ایک اعلیٰ جماعت یعنی تمام پیغمبرون کا یہ فیصلہ ہے، کہ ایک یوم موعود آنے والا ہے، جو جزا و سزا کے لئے مقرر ہے،

پھر شاہد و مشہود، یعنی جن لوگون نے اپنے سامنے ان مظلومون کو جلایا، خود ان دونون کا ظالم و مظلوم ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ ان ظالمون کو سزا ملنی چاہئے، جب خود ان کا یہ فیصلہ ہوا کہ انسان سزا مین جلا دیا جا سکتا ہے تو وہ خود بتائین کہ خود ان کے اس بڑے جرم کی کیا سزا ہونی چاہئے اگر کسی بڑی عدالت مین وہ پیش ہون تو خود ان کی تسلیم کردہ سزا ان کو ملنی چاہئے یا نہین؟ لهذا اول خود ان ظالمون کے فیصلہ کے مطابق جو ایک ظاہر اور محسوس شہادت ہے، دوسرے انسان کی ایک اعلیٰ اخلاقی برگزیدہ جماعت یعنی انبیا کے فیصلے کے مطابق، تیسرے زمانہ کے تاریخی واقعات کے مطابق، ان ظالمون کو ضرور سزا ملے گی، اب آئندہ آیتون مین انھین تین شہادتون کی تفصیل ہے،

(۱) خود ظالم۔ مظلوم کی محسوس شہادت

(۶) إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ (۷) وَهُمْ عَلَىٰ مَا

جب وہ خود خندق پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مومنین

يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ (۸) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ

کے ساتھ کر رہے تھے، اس پر خود شاہد تھے، اور یہ لوگ محض اس بات

إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۹) الَّذِي

پر ان سے بگڑے کہ وہ لوگ خدائے زبردست اور ستودا حمد پر ایمان لائے،

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

خدا کہ آسمان وزمین کی حکومت اسی کی ہے اور اللہ ہر بات

شَیْءٍ شَهِیْدٌ،

سے واقف ہے،

یہ پہلی شہادت ہو کہ ان لوگون نے بیٹھ کر خود اپنے سامنے ان حق پرستون کو جلایا اور اپنے اس ظلم پر خود گواہ بنے رہے، اور یہ ظلم وستم محض اس جرم پر کہ وہ غریب، خدائے قادر وقابل ستایش کو مانتے تھے، جس کی بادشاہت تمام عالم کو محیط ہے، اور جس کے آگے سر جھکانا ہر ہستی کا فرض ہے، انھین یہ بھی خیال نہ ہوا کہ جس خدا کے بیچے بندون پر یہ ظلم کر رہے ہین، اس کی قدرت اور اس کی حکومت سے یہ کبھی بھاگ نہین سکتے، اور اس کے علم محیط سے، ان کی زندگی کے کوئی حرکت وسکون مخفی نہین، تو کیا جس ایمان اور حق پسندی پر ان لوگون نے اُن غریبون کو جلایا وہ جرم تھا؟ نہین! انھون نے جان بوجھ کر بے جرم ان پر ظلم کیا؟ ان ظالمون کے پاس کوئی وجہ ان لوگون کو سزا دینے کی نہ تھی، وہ خود شاہد ہین کہ محض خدا کو ماننے پر انھون نے ان کو ہلاک کیا، جو کہ از روے عقل وفطرت ہر انسان پر فرض ہے، اس لئے یہ ایسے جرم کے مرتکب ہوئے جسکی سخت سے سخت، اور ممکن سے ممکن سزا انھین ملنی چاہیے، خود ان کے اقرار کی وجہ سے خود ان کی شہادت کی وجہ سے، کیونکہ یہ اقراری ملزم ہین، جو کسی طرح سزا سے نہین چھوٹ سکتے،

(۲) انسان کی عقل جماعت (بروج) کی عام فیصلے کی شہادت

کہ

ایک زمانہ جزا و سزا کیلئے آنے والا ہے،

(۱۰) اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایذائیں دیں

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب

عَذَابُ الْحَرِيْقِ (۱۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جنتیں ہیں، کہ ان کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ (۱۲) اِنَّ

سے نہریں جلتی ہوں گی، یہی تو بڑی کامیابی ہے، ہاں

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (۱۳) اِنَّهٗ هُوَ

تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی بار پیدا

يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ (۱۴) وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ

کرتا ہے اور دوبارہ بھی پیدا کریگا، وہی بخشنے والا، محبت کرنیوالا

(۱۵) ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ،

عرش کا مالک اور گرامی قدر ہے، جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے،

کچھ ان ظالموں ہی پر موقوف نہین، یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو لوگ
اچھوں پر ظلم کرتے ہین، اہل حق کو ستاتے ہین، انھین حق سے پھیر دینے کی
کوشش کرتے ہین، انھین سخت عذاب ہوگا، یہ اہل مکہ جو ان کمزور مسلمانون
پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہین، یہ مطمئن نہ ہو بیٹھین، ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ
اگر اپنی اس حرکت سے یہ باز نہ آئے تو تباہ و برباد ہون گے، اور آئندہ
زندگی مین انھین سخت سے سخت دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا، اور جن
کمزورون، جن خدا کے سچے بندون کو یہ اب ستاتے ہین، انھین ان کے مقابلے
مین اعلی درجہ کی راحت و آرام کا ٹھکانہ ملے گا، ان کو چاہئے کہ اپنے اور ان کے
انجام پر غور کرین، اگر اپنی بھلائی منظور ہے تو ان ناپاک ظالمانہ کارروائیون
سے باز آئین، اور آئندہ کے لئے توبہ کرلین، اور امر حق کو مان کر انھین کی طرح
نیک بنین، تو وہ خدا جو خطاؤن کا معاف کرنے والا، اور اپنے اچھے بندون سے
محبت کرنے والا ہے ان کے گذشتہ گناہون کو معاف کردے گا، اور پھر ان کا انجام
بھی نہایت اچھا ہوگا، اگر اس قدر سمجھانے کے بعد بھی یہ باز نہ آئین اور ان نیکون
پر حملہ کئے جائیں تو ان کو متنبہ ہوجانا چاہئے کہ وہ خدا جو تمام دنیا کا مالک اور
بادشاہ ہے، وہ خدا جس کی قدرت کاملہ ایسی ہے کہ وہ جو چاہتا کر سکتا ہے
اور کرتا ہے، اس کی پکڑ بھی نہایت سخت ہے، جس طرح نیکون کو وہ پیار کرتا ہے
اور اچھی جزا دیتا ہے، برون کو وہ اسی طرح مبغوض رکھتا ہے، اور سزائین
دیتا ہے، تو تم یہ نہ سمجھو کہ اس زندگی مین عذاب نہ ملا تو بچ گئے، ہرگز نہین،
جس خدا نے تمھین پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، وہ تمھین مرنے کے بعد بھی پیدا کریگا
اور پھر تمھین پوری پوری سزا دے گا،

(۳) تاریخی واقعات کی شہادت

(۱۷) هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ (۱۸)

کیا تیرے پاس لشکروں کا قصہ پہونچا ہے، یعنی

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ،

فرعون کی اور ثمود کی،

کیا تمنے فرعون اور ثمود کے واقعات نہین سنے؟ فرعون نے بنی اسرائیل کی ضعیف و کمزور قوم پر ظلم کیا، موسٰی (علیہ السلام) اسے سمجھانے آئے، ان برُے اعمال سے اسے روکنا چاہا، خدا کے عذاب سے ڈرایا، خدا کی نشانیون کی طرف توجہ دلائی، راہ حق کی طرف بلایا، بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کے لئے کہا، مگر فرعون نے نہ مانا، اور خود خدا بن بیٹھا، تو پھر دیکھو کہ اس کا کیا انجام ہوا، اور اس کی وہ ساری قوتین جن کے بل پر وہ خدائی کا دعوے کرتا تھا، کیا ہوگئین، چشم زدن مین سب کا سب تباہ و برباد ہوگیا آج اس فرعون کی لاش مصر مین رکھی ہے جسے دیکھ کر آنکھ رکھنے والے، اور دل رکھنے والے، اور دل کے اندر خدا کا ڈر رکھنے والے آج بھی عبرت حاصل کرتے ہین، اَلْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (آج ہم تیرے بدن کو نجات دیتے ہین تاکہ اپنے بعد کے لوگون کے لئے تو ایک نشانی ہو) فرعون کے واقعات دیکھ کر پھر خود اپنے ملک عرب مین آؤ، یہان بھی بہت سی قومین گذری ہین جو بداخلاقی، ظلم و ستم اور خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کردی گئی ہین، انھین قومون مین ثمود بھی ہے، جس کا افسانہ عرب کے بچے بچے

جلانتے ہین، قوم عاد کے بعد خدا نے ان لوگون کو دنیا مین بڑی نعمتین، مال و دولت، اور ملک و حکومت دی، مگر خدا کے شکر کے عوض وہ خدا سے انکار کر بیٹھے، ایک خدا کا برگزیدہ بندہ **صالح** انھین سمجھانے کے لئے اُٹھا، اس نے خدا کی نعمتین انھین یاد دلائین، بداخلاقیون کو چھوڑ دینے کی تاکید کی، اور کمزورون پر ظلم و ستم کرنے، زمین پر فساد پھیلانے سے انھین روکا، ان لوگون نے نہ مانا، اور خدا کی باتون کی کچھ پروا نہ کی، یہان تک کہ ان کی اونٹنی کو مار ڈالا، اور خود ان کے مار ڈالنے پر تیار ہو گئے، تو اس بداخلاقی کا یہ انجام ہوا کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دئے گئے، اور نہایت سخت عذاب مین گرفتار ہوئے،

(۱۹) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ (۲۰) وَّ

مگر کافر جھٹلانے مین لگے ہین، حالانکہ خدا ان کو

اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ،

ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے،

کیا یہ شہادتین اس امر کے ثابت کرنے کے کافی نہین؟ کہ ایسے ظالمین سزا سے کسی طرح بچ نہین سکتے، اور ممکن نہین کہ ایسے ایسے بڑے جرم کا عذاب ٹل جائے، مگر باوجود ان صاف شہادتون کے یہ کفار اپنے تمرد و سرکشی سے ان باتون کو نہین مانتے، قرآن کی پاکیزہ تعلیم قبول نہین کرتے، وہ یاد رکھین کہ خدا کے قبضہ سے اور اس کے محیط قدرت سے وہ کسی طرح کسی حال مین، اور کسی وقت بچ کر نکل نہین سکتے، وہ ان کے کامون کو دیکھ رہا ہے، اور پوری پوری سزا دے گا، جیسا کہ اس کی مستمرہ عادت ہے،

(۲۱) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ (۲۲) فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ،

مگر یہ قرآن بڑے رتبہ کا ہے، لوح محفوظ مین لکھا ہوا ہے،

یہ بد اخلاق جماعت جس کا مقصد یہ ہے کہ قانون اخلاق اور قانون انسانیت
کو توڑ کر بہیمیت اور درندگی کی زندگی بسر کرے، اگر یہ لوگ قرآن کو نہین مانتے
تو مسلمان اس سے دل شکستہ نہ ہون، ان کے نہ ماننے سے قرآن کا کوئی نقصان
نہین ہے بےشک وہ خدا کا فرمان ہے، وہ ایک مبارک اور قابل عزت کتاب
ہے، اس کو دنیا کی کوئی طاقت فنا نہین کرسکتی، اسکی تعلیم پھیلے گی، اور ضرور
پھیلے گی، اس کی آواز تمام دنیا مین بلند ہوگی، اور ضرور بلند ہوگی، وہ لوح محفوظ
مین لکھا ہوا ہے، جو ہر طرح کے تغیر و تبدل سے مامون ہے، اس لئے مسلمانون
کو کفار کی اس مخالفت وعداوت سے ناامیدی نہ ہونی چاہئے، آخر مین
حق ہی کا غلبہ ہوگا، اور اسی کی فتح ہوگی،

(۱) وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (۲) وَمَا اَدْرٰىكَ
آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی قسم، اور تو کیا جانے کہ
مَا الطَّارِقُ (۳) النَّجْمُ الثَّاقِبُ (۴) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ
رات میں آنے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا تارا ہے، بیشک ہر نفس پر

اس سورت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدا کی طرف سے انسان کی نگرانی ہوتی رہتی ہے، وہ مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا، جہاں اعمال کا مواخذہ ہوگا، پہلے انسان کی نگرانی کئے جانے پر مناظر قدرت سے دلیل لائی گئی ہے، اور اس کے بعد دوبارہ پیدا ہونے پر خود نفس انسان کی شہادت اور پھر مناظر فطرت کی شہادت پیش کی گئی ہے،

(۱) انسان کی نگرانی پر مناظر فطرت کی شہادت

آسمان اور چمکدار ستاروں کو دیکھو، اس نظام شمسی پر نظر ڈالو، ان سیاروں کی مختلف حرکتوں پر غور کرو، کہ کس طرح یہ سب ایک خاص قانون کی پابندی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ دنیا کے اعلیٰ دماغوں نے ریل ایجاد کی ہے، اس کے چلانے کے لئے عمدہ سے عمدہ انتظامات کئے جاتے ہیں

ممکن سے ممکن ذرائع سے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ نہایت خوبی سے یہ چل سکیں، مگر ہمیشہ ریلوں کے ٹکرانے کے واقعات سننے میں آتے ہیں، اور عقلا کے یہ مقرر کردہ نظام کافی نہیں ہوتے، تو ذرا انصاف کی جگہ ہے کہ یہ نظام شمسی جس میں ہزاروں، لاکھوں سیارے ہیں، ان سب کی گوناگوں مختلف حرکتیں ہوتی ہیں نہ کبھی ٹکراتے ہیں نہ کبھی اپنے مقررہ وقت سے ان کے طلوع وغروب یا حرکتوں میں دیر ہوتی ہے، نہ کبھی رات اپنے وقت سے پہلے آتی ہے، نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سال گرمی نہ آئی یا سردیوں کا موسم اپنے وقت سے پہلے آ گیا، جس فصل و موسم کے لئے جو وقت مقرر ہے ہمیشہ وہی وقت رہتا ہے، لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورج سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ چاند کو پالے، اور نہ رات ہی دن کے آگے نکل جاسکتی ہے، بلکہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں)، (سورہ یٰسین - ۴۰) باوجودیکہ یہ سارے سیارات اس خلا کے اندر چکر لگا رہے ہیں، مگر کوئی اپنی مقررہ راہ سے نہیں ہٹتا، تو کیا یہ بڑے سے بڑا، اور اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام بغیر کسی قادر مطلق کی نگرانی اور حفاظت کے ہوسکتا ہے؟ اور کیا خود ان اجسام کے اندر ہمارے ان عقلا سے بھی زیادہ عقل ہے کہ ان کی تجویزیں تو ناکام رہ جاتی ہیں، مگر ان سیاروں کی عقل کے تجویز کردہ انتظامات غلط نہیں ہوتے؟ نہیں ان کے اوپر ضرور کوئی قوی ہاتھ ہے، جو اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق اس مکمل انتظام سے ساتھ انھیں چلا رہا ہے، اور ان کی نگہبانی اور نگرانی کر رہا ہے، تو کیا جب ان اجسام کی نگرانی ہوتی ہے، جو انسان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے مسخر ہیں، تو خود انسان کی علی ہستی کی نگرانی نہیں کی جاتی؟ کوئی محافظ قوت اس پر مقرر نہیں؟ نہیں ضرور اس کی نگرانی ہوتی ہے، ضرور اس کے تمام حرکات وسکنات ضبط کئے جاتے ہیں،

اس کے تمام کاموں کے ریکارڈ محفوظ رہتے ہیں اور یقیناً یہ ہستی جس کی نگرانی ہوتی ہے مرنے کے بعد ضائع اور بالکل معدوم نہیں ہوتی، جب وہ وقت آئیگا اور مواخذہ ہوگا، اس وقت اس زندگی کا نتیجہ نکلے گا، اور ان تمام اعمال کی جزا وسزا ضرور ملے گی،

(ا) حشر و نشر پر انسانی ہستی کی شہادت

(۵) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (۶) خُلِقَ مِنْ

تو آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ پیدا کس چیز سے کیا گیا، وہ اس پانی سے

مَّاءٍ دَافِقٍ (۷) يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ

پیدا کیا گیا ہے جو اچھل کر پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے

وَالتَّرَائِبِ (۸) اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (۹)

نکلتا ہے، بے شک وہ خدا ضرور اس کو لوٹانے پر قادر ہے

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (۱۰) فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ

جس دن چھپی باتوں کا امتحان لیا جائے گا، تو وہاں نہ تو زور ہی رہے گا،

وَّلَا نَاصِرٍ،

نہ کوئی مددگار ہوگا،

انسان کو غور کرنا چاہئے، کہ جب اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ خدا کی طرف سے محافظ قوتیں اس پر مقرر ہیں تو مرکر وہ کس طرح ضائع ہوسکتا ہے، اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسی زندگی تک سلسلہ ختم ہوجائے اور جزا و سزا کے لئے آئندہ زندگی نہ ہو، کیا وہ اس میں شک کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جاسکتا؟ تو اس کو

اپنی زندگی کے ابتدائی زمانہ پر غور کرنا چاہیئے، کہ وہ کیا تھا، کہاں تھا، کس طرح بنا، اور کیونکر بڑھتے بڑھتے ایک پورا مکمل انسان ہو گیا، تو جس خدائی قوت نے ایک بے مقدار ذرہ سے اسے اتنی بڑی اور اعلیٰ ہستی دی، مرجانے کے بعد پھر انھیں ذرات سے دوبارہ نہیں اسے پیدا کرسکتا ہے؟ یقیناً جو خدا آج اس ذرے سے انسان پیدا کرتا ہے وہ آئندہ بھی اسی ذرہ سے دوبارہ انسان بنائے گا، تاکہ فیصلے کے دن انسان کی اس زندگی کے تمام حرکات و سکنات کے نتیجے نکلیں، تمام اعمال کے موافق اچھا یا برا بدلہ دیا جائے، یہاں صرف اچھے عمل ہی کام آسکیں گے، نہ کوئی قوت وہاں کارآمد ہوگی، نہ کوئی مددگار وہاں برے انجام سے بچا سکے گا،

(۲) حشر ونشر پر مناظر فطرت کی شہادت

(۱۱) وَالسَّمَاۤءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ (۱۲) وَالۡاَرۡضِ
قسم ہے مینھ برسانے والے آسمان کی، اور قسم ہے پھٹ
ذَاتِ الصَّدۡعِ (۱۳) اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ (۱۴)
جانے والی زمین کی کہ بیشک یہ (حشر ونشر[۱]) ایک قول فیصل ہے،
وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ،
اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں،

آسمان سے بارش اترنے، اور اس کے اثر سے زمین سے نباتات اگنے پر غور کرو کہ خدا کس طرح اپنی غیر محدود قوت سے ایک بیج کو جو زمین کے اندر

---

[۱] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۳۴، ۱۲

پڑی ہوئی ہے، بارش کا پانی پہونچا کر اُگاتا ہے، پھر اُسے عظیم الشان تناور درخت بنا دیتا ہے۔ پھر اس سے پھل نکلتے ہین، پھر اس کی بیج زمین پر گرتی ہے اور پھر بارش ہوتی ہے، اور وہ بیج پودے کی صورت مین زمین کو پھاڑتی ہوئی نکل آتی ہے، یہ واقعات روزانہ ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین، تو ایک سمجھدار انسان صرف نباتات کے سلسلہ پر غور کرکے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جس خدا کی قدرت کاملہ روزانہ یہ کام کرتی رہتی ہے، وہ ضرور حشر ونشر پر قادر ہے اور اس کے لئے انسانی منتشر شدہ اجزا کو اکٹھا کرکے دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہین بلکہ اس کی رحمت و عدل، اس کی حکمت و تدبیر، یہ بتا رہی ہے کہ ضرور ایسا ہوگا یہ کوئی بیہودہ اور غیر معقول بات نہین، یہ کچھ ہنسی ٹھٹھا نہین ہے، ایسا ہوگا، اور ضرور ہوگا،

(۱۵) اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (۱۶) وَّاَكِيدُ كَيْدًا (۱۷)

یہ لوگ تو چال چل رہے ہین، اور مین بھی چال چل رہا ہون،

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا،

تو کافرون کو مہلت دو، ان کو تھوڑے دنون کے لئے ڈھیل دئے رہو،

جزا وسزا پر، انسان کے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہونے پر، آیندہ زندگی کے یقینی ہونے پر ایسی کھلی کھلی دلیلون اور نشانیون کے ہوتے ہوئے بھی یہ منکرین اپنے چال اور گھات مین لگے ہوئے ہین کہ کسی طرح حق کی اس بلند آواز کو پست کر دین تو اے پیغمبر انھین اپنی چال چلنے دو، ہم بھی اپنی تدبیرین کر رہے ہین، اس مدت مین یہ باز نہ آئین تو اپنے کئے کا انجام پالین گے،

سورۂ اعلیٰ

مکی - ۱۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۲) الَّذِي

اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کر، جس نے بنایا

خَلَقَ فَسَوّٰى (۳) وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى (۴)

اور درست بنایا، اور جس نے اندازہ کیا پھر راہ بتائی،

وَالَّذِي اَخْرَجَ الْمَرْعٰى (۵) فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى

اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سوکھا گندم گوں بنا دیا

وحی والہام کی ضرورت

اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کرو، جس نے مخلوق کو پیدا کیا، اور درست اور ٹھیک بنایا، تمام اعضا اپنی اپنی جگہ پر نہایت مناسب سے دئے، وہ خدا جس نے مخلوق کی قوتوں کے اندازے کے موافق اس کی صلاحیت واستعداد کے مطابق ہر ایک کے لئے آسانی پیدا کی، زمین کے اندر نباتات اُگانے کی قوت دی، اور پھر اس کی ضروریات کے مطابق ابر و باران فصل و موسم، بنائے انسانی نفوس کے اندر اعلیٰ کمالات کی قوت بخشی، اپنا قرب حاصل کرنے کی اہلیت عطا کی، اور پھر اس کے لئے ہدایتیں کیں، صحیح علوم نازل فرمائے، اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، وہ خدا جس نے سرسبز نباتات زمین سے

اگائے، پھر ان کو پختہ کر کے خشک بنایا، تاکہ حیوانات و انسان اس سے اپنی اپنی غذا حاصل کریں، اور جسمانی ضروریات[۱] کے لئے یہ سارا انتظام کر رکھا ہے، کیا وہ روحانی ضروریات کو محسوس کر کے روحانی غذا بہم نہ پہونچائے گا؟ انسانی نفوس کی حالت پر غور کیا جائے، اور اس کی فطرت کو دیکھا جائے، تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر اپنی روحانی ضرورتوں کو محسوس کرتا ہے، صرف جسمانی ضروریات کے پوری ہونے پر اس کی طبیعت مطمئن اور قانع نہیں ہوتی، بلکہ اسکے بعد وہ کسی اور اہم مقصد کی تلاش میں رہتا ہے، حیوانات کی طرح اس کی ہمت، اسکے ارادے، اور اس کی دماغی قوتوں کا دائرہ صرف کھانے پینے تک محدود نہیں ہوتا ہر ایک سمجھدار انسان اپنے دل کے اندر کسی اعلی ضرورت کو محسوس کرتا ہے، اور کسی اہم مقصد کی طرف اپنے دماغ کو متوجہ پاتا ہے، اور یہی اعلی احساس اس میں وہ امتیازی فضیلت ہے جو اسے تمام حیوانات سے افضل بنائے ہوئے ہے، تو وہ اعلی مقصد یا اہم مطلب وہی اخلاق اور روحانیت ہے جس کی تکمیل کا نام انسانیت ہے، اور یہی ضرورت پوری کرنے کے لئے جسمانی ضرورتوں کا مہیا کرنے والا خدا صحیح قانون، اعلی تعلیم، اور اخلاقی کورس اپنے نہایت برگزیدہ روحانی بندوں کے ذریعہ سے لوگوں کے پاس بھیجتا ہے، تاکہ یہ مکمل انسان جو پیغمبر کہلاتے ہیں اس اعلی روحانی تعلیم سے لوگوں کی اس پیاس کو بجھائیں، ان کو انسانیت کی راہ دکھائیں، اور خود اپنا مکمل نمونہ پیش کر کے لوگوں کے لئے ان قوانین پر چلنے میں آسانی پیدا کریں، اسی کا نام **نبوت** ہے، اور یہی روحانی تعلیم ہے جسے **وحی**، اور **الہام** سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جس طرح انسانی زندگی کا نشو و نما، اور بقا جسمانی غذا پر موقوف ہے، اسی طرح اسکا انسانی کمال اور اس کے فطرت کاملہ کا نشو و نما اور ترقی و عروج ان اخلاقی اور روحانی کاموں پر منحصر ہے، قرآن میں ہے

[۱] آسانی سے پوری کریں، تو جس خدا نے جسمانی ضروریات

(۱) اور ہمنے جو تیری طرف کتاب وحی کی ہے وہ حق ہے تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے، بیشک خدا اپنے بندون کی خبر رکھنے والا اور انکو دیکھنے والا ہے،

وَالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ ہُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ

(فاطر - ۳۱)

(۲) اور یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہین کہ خدا کے سوا کوئی اور اس کو اپنی طرف سے بنا لائے، بلکہ جو کتاب اس سے پہلے موجود ہے (یہ قرآن) اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کتاب کی تفصیل ہے، کوئی شک نہین کہ یہ پروردگار عالم کیطرف سے ہے،

وَمَا کَانَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(یونس - ۳۷)

(۳) ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم کے سامنے بت پرستی کی برائیان کین اور ایک خدا کی طرف لوگون کو بلایا تو وہان گفتگو کرتے ہوئے وہ کہتے ہین،

جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے ہدایت دیگا

اَلَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَہُوَ یَہۡدِیۡنِ (شعراء)

یعنی جب وہ خدا پیدا کرنے والا ہے، پرورش کرنے والا ہے، اور تم اُس کے بندے ہو، اور تمہاری تمام ضروریات سے وہ آگاہ ہے، اور انھین پوری کرتا رہتا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمہاری زندگی بے فائدہ اور لغو ضائع ہونے دے، اور جس اعلی کمال کی استعداد تم مین رکھی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے روحانی غذا کا انتظام نہ کرے، جس طرح زمین مین اگانے کی قوت دی گئی ہے، اور بڑے سے بڑا نفع زمین کا جو ہمارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس سے اپنی غذا نکالتے ہین، اگر کاشتکار نہون جو زمین کی اس قوت کو کام مین لائین تو زمین کی یہ حکمت و مصلحت بیکار ہو جائے،

اسی طرح جب نفوس انسانی کے اندر اخلاقی قوتین رکھی گئی ہین، اور ان کے اندر صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ اس کی تکمیل کر کے انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہونچین، تو اگر کوئی اخلاقی معلم، اور اخلاقی تعلیم خدا کی طرف سے یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے نہ آئے تو انسانی ہستی کی یہ سب سے بڑی حکمت باطل ہو جاتی ہے، اسی لئے انجیل مین قلوب کو زمین، اور کلمات الٰہی کو بیج سے تشبیہ دی گئی ہے،

(۶) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۷) إِلَّا مَا شَاءَ

عنقریب ہم تجکو پڑہائین گے اور تو نہ بھولیگا، مگر وہ جو خدا چاہے

اللّٰهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى، (۸) وَ

بے شک وہ ظاہر اور چھپی سب باتون سے آگاہ ہے، اور ہم تیرے

نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى،

لئے آسان راہ مین آسانی پیدا کر دین گے،

اے پیغمبر ہم اس ضرورت کو جانتے ہیں، تمہاری ہر کھلی اور چھپی باتون سے ہم آگاہ ہین، اس لئے ہم تم لوگون کی اس ضرورت کو پورا کرنے والے ہین، ہم عنقریب تمہاری اس اخلاقی غذا کا انتظام کرنے والے ہین، ہم تمکو قرآن پڑھائین گے، اور تمہارے ذہن مین اس طرح مضبوطی کے ساتھ اسے محفوظ کر دین گے کہ تم نہین بھولو گے، اور سہل ترین راستہ پر چلنے مین تمہارے لئے آسانیان پیدا کر دین گے،

(۹) فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى (۱۰) سَيَذَّكَّرُ

تو تو سمجھا اگر سمجھانا مفید ہو جو شخص ڈر رکھتا ہے وہ

مَنْ یَّخْشٰی (١١) وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی (١٢) الَّذِیْ

نصیحت حاصل کرے گا، اور بڑا بدبخت ہی اس سے دور رہے گا، جو بڑی

یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی، (١٣) ثُمَّ لَا یَمُوْتُ

آگ میں داخل ہوگا، پھر تو اس میں مرے گا، نہ

فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی،

زندہ ہی رہے گا،

تو جہاں تم مناسب سمجھو نصیحت کرنے سے دریغ نہ کرو، بلکہ سمجھائے جاؤ، لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے رہو، ان کو خدا کے یہ احکام سناتے رہو اور انسانیت کے فرائض کی طرف ان کو توجہ دلاتے رہو، جس کے دل میں برے انجام کا ذرا بھی خوف ہوگا، وہ ضرور ان قیمتی نصائح اور اس اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے اپنی اصلاح کرے گا، اور اس سے وہی منہ موڑے گا جو اپنے انجام سے غافل ہے، جسکی شقاوت نے اسے اندھا بنا رکھا ہے، اور اسی اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، تو تمہارا کوئی نقصان نہیں، جو اچھی تعلیم قبول نکریگا وہ اپنا برا انجام خود دیکھ لے گا، اس کی بداعمالیاں اسے آخرکار جہنم میں لے جائیں گی، جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتے گا، وہ کوئی معمولی سزا نہیں ہے اس عذاب کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ زندگی موت سے بدتر ہوگی، وہاں مرنا بھی اختیار میں نہ ہوگا، نہ تو وہ زندہ ہی ہوگا نہ وہ مرے ہی گا،

(١٤) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (١٥) وَ ذَکَرَ

کامیاب وہی ہے جس نے پاکیزگی حاصل کی، اور اپنے رب کا

اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی

نام لیا اور نماز پڑھی،

ان جوان زرین نصیحتوں کو مان کر اپنی اصلاح کرے، بداخلاقی کی گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف بنائے، اپنے پروردگار کو یاد کیے، اور اس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ نمازیں پڑھے وہ بے شک کامیاب زندگی بسر کر رہا ہے، اور اس کا انجام اچھا ہوگا،

(۱۶) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۷) وَالْاٰخِرَةُ

نہیں تم لوگ دنیا وی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ دوسری

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى،

(آنے والی) زندگی بہتر اور پائدار ہے،

مگر اے بنی آدم! تمہاری حالت یہ ہے کہ باوجود ان کھلی کھلی صاف اور عمدہ نصیحتوں کے، باوجود اس کے کہ تمہیں ہر طرح نشیب و فراز سمجھا دیا جاتا ہے، اور باوجود اس کے کہ تمہیں بداخلاقی کے برے انجام سے ڈرا دیا جاتا ہے، تم نصیحت نہیں قبول کرتے، اچھی بات جو تمہارے ہی نفع کی ہے نہیں مانتے، اور اس فانی دنیا کو، ان چند روزہ لذتوں کو، اور اس جلد مٹ جانے والی زندگی کو ہی سب سے آگے رکھتے ہو، اسی کی فکر میں لگے رہتے ہو، انھیں فانی منافع کے حاصل کرنے میں اپنی ساری عمر ضائع کر دیتے ہو، اور کبھی انجام کی طرف نظر نہیں کرتے، کبھی اس آنے والی زندگی کا خیال تمہیں نہیں ہوتا، جو اس زندگی سے زیادہ پائدار بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہے، اور اُس زندگی کے لئے تم کچھ نہیں کرتے، حالانکہ تمہیں چاہئے تھا کہ اُس زندگی میں کامیاب ہونے کو اپنا اصل مقصد بناتے، اور اسی اہم مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو صرف کر دیتے، گو تم اس زندگی میں بھی خوب آرام حاصل کرتے، خوب اچھی غذا اور لباس استعمال کرتے

عزت وجاہ مین بھی حصہ لیتے مگر یہ سب کچھ صرف اس خیال سے کرتے کہ آئندہ
زندگی مین کامیاب ہونا اس زندگی مین کام کرنے پر منحصر ہے جو بغیر اس جسم
کو راحت پہونچائے نہین ہوسکتا،

(۱۸) إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى (۱۹)

یہی بات تو اگلے صحیفون مین بھی تھی (یعنی) ابراہیم

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى،

اور موسےٰ کے صحیفون مین،

یہ باتین کچھ نئی نہین ہین، جن مین تامل کی گنجائش ہو، یہ وہ عمدہ اخلاقی
تعلیم ہے، اور وہ اعلی نصیحتین ہین جو ہمیشہ سے خدا اپنے برگزیدہ بندون کے
ذریعہ انسان کو بتاتا آیا ہے، ابراہیم و موسی بھی یہی تعلیم لے کر آئے، اور ان کی
کتابین بھی یہی نصیحتین اور یہی تعلیم لے کر آئی تھین،

سورۂ غاشیہ

کی ۲۶ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (۲) وُجُوهٌ

کیا تجھے اس کی خبر پہونچی ہے جو چھا جانے والی ہے ؟ اس دن کتنے

يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۳) عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ

چہرے اُتر جائیں گے، محنت کر رہے ہوں گے تھک رہے

(۴) تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً (۵) تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ

ہوں گے، جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، ان کو کھولتے ہوئے چشمہ

آنِيَةٍ (۶) لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ

کا پانی پلایا جائے گا، ان کا کھانا صرف کانٹا ہوگا۔ کہ نہ وہ موٹا

(۷) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ،

ہی کرے گا، اور نہ بھوک دفع کرے گا،

اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے، اچھوں اور بُروں کے انجام کی تفصیل کی گئی ہے، پھر اس پر دلائل پیش کئے گئے ہیں،

اے پیغمبر! تمہیں اس ہولناک واقعہ کی خبر ہے ؟ جو سارے عالم پر چھا جائے گی، اور جزا و سزا کا دن ہوگا، اس دن بُرے اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے سخت عذاب میں ہوں گے، ان کے چہرے تھکے ہوئے مصیبت زدہ ذلیل نظر آئیں گے، دہکتی ہوئی آگ میں ہوں گے، پیاس لگے گی تو انہیں کھولتا

ہوا پانی، بھوک لگے گی تو جنگل کے کانٹے کی طرح غذا ملے گی، جو حلق سے اُتر نہ سکے گی، غرض یہ کہ ایک انسانی زندگی کے لئے جو ممکن تکلیف ہو سکتی ہے وہان ان کے لئے ہوگی، یہ ہے مجمل اندازہ ان لوگون کی تکلیف و مصیبت کا جو اس زندگی کو بداخلاقی، اور بہیمیت مین ضائع کر رہے ہین جنھین اپنے فرائض انسانی کی طرف توجہ نہین، اور جو اپنے انجام کی طرف سے بالکل بے پروا ہین،

(۸) وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ (۹) لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ

اس دن کتنے چہرے بشاش ہون گے، اپنی کمائی سے خوش ہونگے

(۱۰) فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۱۱) لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً

بہشت برین مین ہون گے، اس مین لغو باتین نہ سنین گے،

(۱۲) فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (۱۳) فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ

اس مین چشمے جاری ہون گے، اس مین اونچے تخت بچھے ہون گے

(۱۴) وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ (۱۵) وَّنَمَارِقُ

اور آبخورے رکھے ہون گے، اور گاؤ تکئے قطار سے

مَصْفُوفَةٌ (۱۶) وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ،

لگے ہوئے ہون گے، اور مسندین بچھی ہون گی،

بہت سے لوگ اس دن نہایت آرام و راحت مین ہون گے، ان کے چہرے ہشاش بشاش، اور تر و تازہ نظر آئین گے، اپنی کوشش کے کامیاب ہونے اور اپنی محنتون، اور اپنے کامون کے بارآور ہونے پر خوش ہون گے، اور انسانی زندگی کے لئے عیش و راحت کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ سامان ہو سکتا ہے، سب ان کے لئے وہان مہیا ہوگا، اعلےٰ درجہ کے باغ، نہرین، عالیشان تخت چادر، مسندین، تکئے، اعلےٰ درجہ کے کھانے پینے کی چیزین، غرض یہ کہ

آرام ہی آرام ہوگا، وہان کسی قسم کی لغویات نہ سُننے مین آئے گی، یہ ہے اچھے
لوگون کے انجام کی تصویر، جو دنیا کے فنا ہونے پر غور کرتے، اور آئندہ زندگی
مین کامیاب ہونے کے لئے اپنے اخلاق و اعمال، اپنے اقوال وافعال کی اصلاح
کرتے ہین، بُرے انجام سے ڈرتے ہین، اور بُرے کامون سے الگ رہتے
ہین، اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ سمجھتے ہین، دنیا کے اندر
غور اور خدا کی حکمت و قدرت کا احساس کر کے یقین رکھتے ہین کہ یہ سارا کارخانہ
یہ اعلےٰ انسانی ہستی مرکر ضائع نہین ہوسکتی، ضرور اس بڑے کارخانہ کا
کوئی نتیجہ ہوگا، کوئی انتہا ہوگی، اور اس اعلیٰ انسانی ہستی کے کارنامے یونہی
بے نتیجہ نہ رہین گے، بلکہ آئندہ زندگی مین یہان کے اعمال وافعال کی جزا
سزا ضرور ملیگی، اور ضرور ایک ایسا عظیم الشان دن اس تمام دنیا کے نتیجے
ظاہر ہونے کا آئے گا جو اس عظیم الشان کارخانۂ عالم کے شایان ہو،

(۱۷) اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ
توکیا یہ اُونٹون کی طرف نظر نہین کرتے کہ وہ کس طرح بنائے گئے ہین

(۱۸) وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ (۱۹) وَاِلَی
اور آسمان کی طرف کہ وہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے، اور پہاڑ کی

الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ (۲۰) وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ
طرف کہ وہ کیونکر نصب کئے گئے ہین، اور زمین کی طرف کہ وہ کیون کر

سُطِحَتۡ ،

بچھائی گئی ہے،

ایک عرب کی عام حالت کے موافق اسے کائنات عالم پر غور کرنے
کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس کے سامنے یہی چار چیزین ہین ایک تو

اونٹ ہی، اوپر نظر اُٹھائیے تو یہ نیلی چھت، اور یہ سیارات ہیں، سامنے
اِدھر اُدھر دیکھئے تو پہاڑوں کا سلسلہ ہے، نیچے دیکھئے تو زمین ہے، مناظر
قدرت کی یہ چار چیزیں بالخصوص ایک عرب کے لئے ہر وقت آسانی کے
ساتھ آنکھوں کے سامنے موجود ہیں، وہ اونٹ پر غور کرے، جو اس کی زندگی
کا سرمایہ ہے، اس پر سوار ہوکر وہ سفر کرتا ہے، اسی کا گوشت اور دودھ اسکی
غذا ہے، غرض یہ کہ سواری ہے تو وہی ہے، غذا ہے تو وہی ہے، ایک
عرب کے لئے جو کچھ ہے وہ اونٹ ہے، تو پھر دیکھے کہ اس ایک ہستی کے اندر
خدا نے کیا کیا مصلحتیں رکھی ہیں، اس کے بعد وہ آسمان پر نظر اُٹھا کر ان سیارات
کو دیکھے کہ وہ کس اعلیٰ نظام و قانون کی پابندی کے ساتھ اپنے فرائض پورے
کر رہے ہیں، پہاڑوں کی عظمت اور ان کے منافع پر غور کرے، زمین کو دیکھے
جس پر وہ چلتا ہے، کہ کس قدر بے شمار اور عظیم الشان انسانی ضروریات
اس سے پوری ہوتی ہیں، تو یہ چیزیں جو اس قدر گوناگوں حکمتوں اور مصلحتوں
سے پُر ہیں جو ایک عظیم الشان قادر مطلق، حکیم و مدبر، رحیم و کریم کا پتہ
دے رہی ہیں، کیا ان کا کوئی نتیجہ نہیں، ؟ کیا ان کی کوئی انتہا، اور کوئی
انجام نہیں، ؟ اگر ایسا ہے تو سارا انتظام لغو اور بے فائدہ ہے، جب ایک
معمولی انسان کا معمولی کام نتیجہ اور غرض سے خالی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہی
تو اس کام کو لغو اور فضول سمجھا جاتا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بے عقل
اور بے سمجھ کہا جاتا ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اتنے بڑے مدبر و حکیم
قادر مطلق کا بنایا ہوا اتنا بڑا کارخانہ کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا عظیم الشان
نتیجہ ایک دن نہ نکلے، خود یہ دنیا بتا رہی ہے کہ یہ ایک صاحب حکمت و قدرت
کے مقرر کردہ نظام پر چل رہی ہے، جس کا کوئی کام عبث نہیں ہوسکتا

آرام ہی آرام ہوگا، وہان کسی قسم کی لغویات نہ سُننے مین آے گی، یہ ہے اچھے لوگون کے انجام کی تصویر، جو دنیا کے فنا ہونے پر غور کرتے، اور آئندہ زندگی مین کامیاب ہونے کے لئے اپنے اخلاق واعمال، اپنے اقوال وافعال کی اصلاح کرتے ہین، بُرے انجام سے ڈرتے ہین، اور بُرے کامون سے الگ رہتے ہین، اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ سمجھتے ہین، دنیا کے اندر غور اور خدا کی حکمت و قدرت کا احساس کرکے یقین رکھتے ہین کہ یہ سارا کارخانہ یہ اعلے انسانی ہستی مر کر ضائع نہین ہوسکتی، ضرور اس بڑے کارخانہ کا کوئی نتیجہ ہوگا، کوئی انتہا ہوگی، اور اس اعلی انسانی ہستی کے کارنامے یونہی بے نتیجہ نہ رہین گے، بلکہ آئندہ زندگی مین یہان کے اعمال وافعال کی جزا سزا ضرور ملیگی، اور ضرور ایک ایسا عظیم الشان دن اس تمام دنیا کے نتیجے ظاہر ہونے کا آے گا جو اس عظیم الشان کارخانۂ عالم کے شایان ہو،

(۱۷) أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

توکیا یہ اُونٹون کی طرف نظر نہین کرتے کہ وہ کس طرح بنائے گئے ہین

(۱۸) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (۱۹) وَإِلَى

اور آسمان کی طرف کہ وہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے، اور پہاڑ کی

الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (۲۰) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ

طرف کہ وہ کیونکر نصب کئے گئے ہین، اور زمین کی طرف کہ وہ کیون کر

سُطِحَتْ،

بچھائی گئی ہے،

ایک عرب کی عام حالت کے موافق اسے کائنات عالم پر غور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس کے سامنے یہی چار چیزین ہین ایک تو

اونٹ ہی، اوپر نظر اُٹھائیے تو یہ نیلی چھت، اور یہ سیارات ہیں، سامنے
اِدھر اُدھر دیکھئے تو پہاڑون کا سلسلہ ہے، نیچے دیکھئے تو زمین ہے، مناظر
قدرت کی یہ چار چیزین بالخصوص ایک عرب کے لئے ہر وقت آسانی کے
ساتھ آنکھون کے سامنے موجود ہین، وہ اونٹ پر غور کرے، جو اس کی زندگی
کا سرمایہ ہے، اس پر سوار ہوکر وہ سفر کرتا ہے، اسی کا گوشت اور دودھ اسکی
غذا ہے، غرض یہ کہ سواری ہے تو وہی ہے، غذا ہے تو وہی ہے، ایک
عرب کے لئے جو کچھ ہے وہ اونٹ ہے، تو پھر دیکھے کہ اس ایک ہستی کے اندر
خدا نے کیا کیا مصلحتین رکھی ہین، اس کے بعد وہ آسمان پر نظر اُٹھا کر ان سیارات
کو دیکھے کہ وہ کس اعلیٰ نظام و قانون کی پابندی کے ساتھ اپنے فرائض پورے
کر رہے ہین، پہاڑون کی عظمت اور ان کے منافع پر غور کرے، زمین کو دیکھے
جس پر وہ چلتا ہے، کہ کس قدر بے شمار اور عظیم الشان انسانی ضروریات
اس سے پوری ہوتی ہین، تو یہ چیزین جو اس قدر گوناگون حکمتون اور مصلحتون
سے پُر ہین جو ایک عظیم الشان قادر مطلق، حکیم و مدبر، رحیم و کریم کا پتہ
دے رہی ہین، کیا ان کا کوئی نتیجہ نہین، ؟ کیا ان کی کوئی انتہا، اور کوئی
انجام نہین، ؟ اگر ایسا ہے تو سارا انتظام لغو اور بے فائدہ ہے، جب ایک
معمولی انسان کا معمولی کام نتیجہ اور غرض سے خالی نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی
تو اس کام کو لغو اور فضول سمجھا جاتا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بے عقل
اور بے سمجھ کہا جاتا ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اتنے بڑے مدبر و حکیم
قادر مطلق کا بنایا ہوا اتنا بڑا کارخانہ کبھی ایسا نہین ہو سکتا کہ اس کا عظیم الشان
نتیجہ ایک دن نہ نکلے، خود یہ دنیا بتا رہی ہے کہ یہ ایک صاحب حکمت و قدرت
کے مقرر کردہ نظام پر چل رہی ہے، جس کا کوئی کام عبث نہین ہو سکتا

ایک اعرابی نے کہا ہے

اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَالْاَقْدَامُ تَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ فَالْاَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ وَالسَّمَاءُ ذَاتُ اَبْرَاجٍ کَیْفَ لَا تَدُلَّانِ عَلَی اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ، (اونٹ کی مینگنی بتاتی ہے کہ یہاں اونٹ تھا، پاؤں کے نشانات بتاتے ہیں کہ یہاں کوئی چلا ہے، تو پھر یہ راستوں والی زمین اور یہ برجوں والا آسمان کیونکر نہ بتائے گا کہ اس کا ایک بنانے والا ہے جو لطیف وخبیر ہے)

تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا جب یہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور پھر تمام گذشتہ اور آئندہ انسان کی زندگی کا انجام ونتیجہ نکلے گا، اور اچھے بُرے، ظالم ومظلوم، نیک وبد، سب کے سب اپنے کئے کے مطابق وہاں ضرور جزا وسزا پائیں گے، اسی دن کا نام قیامت ہے، جس کی طرف بار بار توجہ دلائی جاتی ہے، اور قرآن میں ہر جگہ خدا کی حکمت وعلم، اس کی قدرت ورحمت یاد دلا کر اس پر استدلال کیا جاتا ہے، چنانچہ سورہ نبا میں اس کی زیادہ تفصیل گذر چکی ہے، امام رازی فرماتے ہیں،

"جب خدا نے قیامت آنے کا ذکر کیا، اور بتایا کہ اس دن دو طرح کے لوگ ہوں گے، ایک جماعت تو نیک لوگوں کی ہوگی، دوسری بُروں کی، پھر ان دونوں کے انجام کی تفصیل کی اس لئے ضرورت تھی کہ اس دنیا کے بنانے والے کی حکمت وتدبیر ثابت کی جائے، اس لئے یہاں اونٹ اور آسمان وغیرہ کی خلقت کی طرف غور کرنے کا حکم دیا گیا"

(تفسیر کبیر ج ۸ صـ ۵۵۳)

(۲۱) فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۲) لَسْتَ

تو تو سمجھا کہ تو صرف سمجھانے والا ہے، تو ان پر جبر

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۳) اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ،

کرنے کے لئے نہیں، مگر ہاں جو منہ موڑے اور کفر کریگا

۲۴ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ

خدا اسے نہایت بڑا عذاب دے گا

اے پیغمبر یہ صاف صاف دلیلیں اور نشانیاں لوگ نہ مانیں، اور اپنے انجام کی فکر نہ کریں تو تم اپنا کام کئے جاؤ، تمہارا فرض صرف سمجھا دینا ہے، ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے، تم اس لئے نہیں کہ کسی کو مجبور کرو، اگر نہ مانیں گے اور اپنی اصلاح نہ کریں گے تو پھر خدا کا عذاب عظیم خود وہ بھگتینگے،

(۲۵) اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ (۲۶) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

لوگوں کو ضرور ہماری طرف واپس آنا ہے، پھر ہم ان سے ضرور

حِسَابَهُمْ،

ان کا حساب لیں گے،

مرنے کے بعد آخر اس خدا کے یہاں جانا ہے، جہاں ان کے اعمال کا مواخذہ ہوگا، اور ہر ہر ذرہ کی جزا و سزا ملیگی، پھر ہر بداخلاق جس نے بری زندگی بسر کی، اور باوجود خدا کی نصیحتوں، اور پیغمبروں کے بار بار سمجھانے کے، حق نہ مانا اسے سخت ترین عذاب کا سامنا ہوگا،

سورۂ فجر
کی ۳۰ آیتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالْفَجْرِ (۲) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (۳) وَّالشَّفْعِ وَ

فجر کی قسم، اور دس راتوں کی قسم، اور جفت و طاق کی

الْوَتْرِ (۴) وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (۵) هَلْ فِي

قسم، اور رات کی قسم جب وہ چلنے لگے، کیا عقلمند کے لئے

ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ،

اس مین کوئی قسم ہے؟

اس سورت مین ثابت کیا گیا ہے کہ کامون کی جزا و سزا ضرور ملتی ہے اور ملے گی، اس دعوے پر پہلے چند باتون کی شہادت قسم کے پیرایہ مین دی گئی ہے، اس کے بعد پھر تاریخی واقعہ کی شہادت دی گئی ہے،

انسان جو کام کرتا ہے وہ مختلف ہوتا ہے، بعض کام کا تعلق صرف کرنے والے سے ہی ہوتا ہے، اس کا اثر اورون پر نہین پڑتا۔ بعض کام ایسے ہوتے ہین کہ اس کا اثر کرنے والے کے علاوہ دوسرے شخص پر یا پورے خاندان پر یا پوری قوم پر، یا پورے ملک پر، یا پھر بعض کام ایسے بڑے بھی ہوتے ہین، کہ اس کا عام اثر تمام دنیا پر پڑتا ہے، تو انھین مختلف حیثیتون کی بنا پر ان کامون کے نتیجے اور انجام بھی مختلف حیثیت رکھتے ہین، بعض کام تو چھوٹے ہوتے ہین اس کا نتیجہ جلد نکل آتا ہے، بعض کا نتیجہ ایک مدت کے بعد نکلتا ہے، بہرحال

کوئی کام انسان کا ایسا نہیں جس کا انجام اور نتیجہ نہ نکلے ۔ تو فجر اور دس راتین شاہد
ہین کہ کام کا نتیجہ ضرور ملتا ہے ، خواہ صبح ہوتے ہی نکلے ، یا ایک مدت کے بعد
ہم کھانا کھاتے ہین اس کا نتیجہ فوراً خون اور گوشت اور بدن کے نشو ونما کی
صورت مین نکلتا ہے ، کیونکہ اس کام کا تعلق کھانے والے کے سوا اور کسی سے
نہین ، بعض کام ہمارے ایسے ہین کہ ان کے نتیجے کے لئے ہم کو دس بیس دن یعنی
ایک مدت کا انتظار کرنا پڑتا ہے ، مثلاً زراعت و تجارت کی طرح بہت سے کام
ہین جن کا نتیجہ فوراً نہین نکلتا ، بلکہ اس کے لئے کچھ مدت درکار ہے ، تو پھر
اگر کوئی ایسا اچھا کام کرے جس کا اثر خاندان یا قوم و ملک پر اچھا پڑے اور
اس اچھے کام کا سلسلہ کرنے والے کی زندگی کے بعد بھی آئندہ نسلون مین
چلتا رہے ، اور پوری قوم و ملک کو اس سے نفع ہو ، یا کوئی ایسا بڑا کام کرے
جس کا برا اثر اس کی زندگی کے بعد تک لوگون پر پڑے ، اور قوم و ملک کے مضر
ثابت ہو تو ایسے بڑے اچھے اور برے کام کا نتیجہ اور جزا و سزا کرنے والے
کی زندگی ہی مین کیون کر مل سکتا ہے ۔ ایک شخص نے ایسا بڑا کام کیا ہے جو کبھی
ختم ہونے والا نہین ہے ، تو آخر اس کا بدلہ اس کو از روے عقل و انصاف
ملنا چاہئے یا نہین ، ؟ اگر عقل و انصاف کا یہ فیصلہ ہے ، اور ضرور ہے کہ اس کو
اس کام کے موافق بہت بڑی جزا و سزا ملنی چاہئے ، تو پھر یہ بتایا جائے کہ وہ کام
کرنے والا تو مر گیا اور کام کا سلسلہ جاری ہے ، جزا و سزا کس طرح ملیگی ؟
لہذا ضروری ہے اور سخت ضروری ہے کہ یہ کارخانۂ عالم کبھی ختم ہو ، اس کی
انتہا ہو ، اور ایک ایسا عالم آئے کہ اس مین ان کامون کی جزا و سزا ، ان کامون
کی حیثیت کے موافق دی جائے ، اور وقت آئے کہ ایسے ایسے مکمل انسان
جنہون نے اپنی زندگی صرف مخلوق کی خیر خواہی اور انسان کی خدمت مین

تکلیف اور محنت کے اندر گذار دی۔ اور جن کے اعلیٰ کارنامے دنیا میں ہمیشہ کے لئے فلاح و بہبودی کی بنا مستحکم کر گئے وہ اپنے اس کام کے بدلے میں ہمیشہ کی راحتیں و نعمتیں پائیں، اور ایسے بُرے بُرے لوگ جنھوں نے اپنی ساری زندگی عیش و تنعم، اور مخلوق پر ظلم کرنے میں گذاری، اور ایسے بڑے بڑے فساد پھیلائے جن کا بُرا اثر ہمیشہ کے لئے قوم کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے والا ثابت ہوا، ان کو ان کے اس بڑے جرم میں ہمیشہ کی تکلیف و مصیبت میں ڈال دیا جائے، یہ ایک نہایت صاف حقیقت ہے، جس کو ایک ذی حجر ایک سمجھدار انسان دنیا کے معاملات پر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ خود یہاں بعض کام کے نتیجے فوراً ہوتے ہی ملتے ہیں، اور بعض کاموں کے نتیجے میں ہمیں ایک مدت کا انتظار کرنا پڑتا ہے، بہر حال کوئی کام بے نتیجہ نہیں، اور کوئی عمل ایسا نہیں جس کا بدلہ اور انجام نہ ہو، دنیا کی باتوں پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ تمام امور کے اندر اس مقابلے اور جوڑے ہونے کا سلسلہ موجود ہے، حرکت سکون، آرام تکلیف، خوشی غمی، بلندی پستی، ترقی تنزل، روشنی تاریکی نیکی بدی، موت و حیات، نر و مادہ، اسی طرح علت معلول، سبب مسبب کا سلسلہ پایا جاتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں اسی زوج و فرد کا سلسلہ موجود ہے، خود قرآن میں ہے،

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ (یٰس - ۳۶)	پاک ہے وہ جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے، زمین کے نباتات کے اور خود انسان کے اور ان چیزوں کے بھی جنھیں یہ نہیں جانتے،
وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ	اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے

بنائے تاکہ تم غور کرو، لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (ذاریات - ۴۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسی طرح اعمال کے لئے جزا اور دنیا کے ساتھ آخرت ضروری ہے، اور اسے نہ ماننا ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ دنیا میں مذکر و مونث کا سلسلہ نہیں، صرف مذکر ہے یا صرف مونث ہے، یا علت کے لئے معلول نہیں، یا سبب کے لئے مسبب نہیں، تو جس نے دنیا کو دیکھا اور آخرت کو نہ مانا، یا عمل کی جزا و سزا تسلیم نہ کی، وہ درحقیقت اس اعلےٰ نظام کو ناقص اور لغو اور عبث بتا رہا ہے، اور اس کارخانہ کو غیر مکمل کہتا ہے اگر وہ اس سلسلے پر غور کرتا اور دیکھتا کہ دنیا کے اندر جفت طاق کا سلسلہ ہر چیز میں موجود ہے، خود رات کو دیکھنا کہ ہر دن کے بعد رات اور ہر رات کے بعد دن ہے، تو وہ کبھی اس سے انکار نہیں کرتا کہ اس بڑے طویل زمانے یعنی دنیا کے بعد کوئی دوسرا زمانہ جو اس کا جوڑ ہے ضرور آنے والا ہے، جس میں انسان کی اس زندگی کا نتیجہ نکلے گا، اور ایک ایک ذرہ کی جزا و سزا ملے گی،

جزا و سزا پر تاریخی واقعات کی شہادت

(۶) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ، (۷)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۸) الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ

ارم والے جو ستونوں والا شہر تھا، جس کے مانند شہروں میں کوئی نہیں بنایا گیا،

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (۹) وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ

کوئی نہین بنایا گیا، اور ثمود کے ساتھ جنھون نے وادی

جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۱۰) وَفِرْعَوْنَ ذِي

مین پتھرون کو تراشا تھا، اور میخون والے فرعون کے ساتھ

الْاَوْتَادِ (۱۱) الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ

ان سبھون نے ملکون مین سر اٹھا رکھا تھا،

(۱۲) فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ (۱۳) فَصَبَّ

اور ان مین بہت فساد پھیلا رکھا تھا، تو تیرے پروردگار نے

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (۱۴)

انہین عذاب کا کوڑا لگایا، کیونکہ تیرا رب

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ،

(سب کچھ) دیکھتا رہتا ہے،

یہان تین قومون کا ذکر کیا گیا ہے، عاد - و ثمود، عرب کی گذشتہ قومین ہین اور قوم فرعون مصر کی ہے، ان اقوام کے گذشتہ افسانے عرب مین مشہور تھے، خصوصًا عاد و ثمود وغیرہ کے مقامون مین ان کی آمد رفت ہوتی رہتی تھی، ان کے آثار قدیمہ یہ اپنی آنکھون سے دیکھا کرتے تھے، اسی طرح مصر مین بھی ان کی آمدرفت رہتی تھی، اور پرانے زمانے کے باقی ماندہ آثار وہان بھی دیکھتے تھے، اسی لئے ان عقلی دلائل کے بعد ان قومون کے واقعات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ اچھے اور برے کامون کے انجام کا عملی نمونہ دیکھ کر طبعیت پر پورا اثر ہو، کہ یہ قومین کس قدر ترقی یافتہ، اور کس قدر زبردست تھین، مال و منال، عزت و دولت،

سلطنت وحکومت، بڑی بڑی عظیم الشان عمارتین، بڑے بڑے بے مثل شہر، غرض دنیاوی عیش وراحت، قوت وسطوت کے سارے سامان ان کے پاس تھے، مگر جب انھون نے انسانیت سے منہ موڑا، اپنی فرائض سے غافل ہوئے، مخلوق پر جور وستم کرنے لگے، اور زمین کو امن کے بدلے ظلم وفساد سے بھر دیا، تو خدا نے ان کے پاس اپنے برگزیدہ بندے بھیجے، جنھون نے انھین سمجھایا، نشیب وفراز بتایا، بداخلاقی اور ظلم وفساد سے روکا، اور انسانیت کی تعلیم دی، مگر انھون نے نہ مانا، اور اپنی سرکشی وتمرد پر اڑے رہے، تو پھر خدا نے انھین عذاب دیا، اور ان کے یہ سارے ٹھاٹھ جن کے برتے پر یہ اکڑتے تھے، اور سرکشی وظلم کرتے تھے، کچھ کام نہ آئے، اور آخرکار انھین برے اعمال کے برے نتائج نے آن کر گھیر لیا، اور سب کے سب ہلاک وبرباد کردئے گئے، قرآن مین بہت جگہ اسکا تذکرہ آیا ہے، اور حکم ہے کہ ملکون مین پھرو، قدیم اقوام کے آثار دیکھو، اور عبرت حاصل کرو،

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلُ، كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ مِنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ. ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم

کیا ان لوگون نے ملک مین چل پھر کر نہین دیکھا کہ جو لوگ پہلے ہو گذرے ہین ان کا انجام کیا ہوا، وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بہت بڑھ کر تھے، مگر خدا نے ان کو ان کے گناہون کے سبب گرفتار کرلیا، اور خدا کے مقابلے مین ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوسکا، یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پیغمبر کھلی دلیلین

[illegible]

۳ مومن ۲۴

بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ	لیکر ان کے پاس آتے گئے مگر انہون نے نہ مانا تو خدا نے انکو (عذاب مین) گرفتار کیا کیونکہ وہ قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے
(مومن - ۲۱)	

کیا اِن تاریخی واقعات اور ان عقلی شہادتون کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ نہین ؟ یا انسان اچھے اور برے افعال کے اچھے اور برے نتائج سے بچ سکتا ہے ، ؟

(۱۵) فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ
مگر انسان ہے کہ جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے پھر عزت دیتا ہے اور

وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (۱۶) وَاَمَّآ اِذَا
نعمت دیتا ہے، تو کہتا ہے میری رب نے مجھے عزت دی، اور جب اسی آزماکر

مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ
اس کی روزی اس پر تنگ کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے میرے رب نے

رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ،
مجھے ذلیل کیا ،

مگر باوجود اس ظاہر حقیقت کے کہ انسان کو رنج و راحت، آرام و تکلیف جو کچھ پہنچتا ہے یہ محض اس کے اعمال کے نتائج ہین، جو جزا و سزا کی صورت مین اسے مل رہے ہین، اس کی غفلت اور جہل کی یہ حالت ہے کہ جب خدا اس کا امتحان کرکے اچھے اعمال کی جزا مین اسے نعمتین دیتا ہے، اور اس پر بخشش و کرم فرماتا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ خدا نے میری قدر کی، خدا نے یون ہی میری عزت افزائی فرمائی ہے، اور جب امتحان کرکے برے اعمال کی سزا مین خدا اسے ذلت و افلاس مین مبتلا کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کیا مجھے تکلیف مین

مبتلا کیا، وہ اپنے اعمال پر غور نہیں کرتا، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اچھا یا برا کام وہ کرتا ہے اس کے نتیجے خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق اسے ملنے ضروری ہیں، اور ملتے ہیں، مگر اس کو اس پر بھی اپنے اعمال کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اور اپنی اصلاح نہیں کرتا،

(۱۷) كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (۱۸) وَلَا

ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ

تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۱۹) وَتَأْكُلُونَ

محتاج کو کھلانے کی رغبت دلاتے ہو، اور تم میراث

التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا (۲۰) وَتُحِبُّونَ الْمَالَ

ہونکے کے ساتھ کھاتے ہو، اور مال کے ساتھ بڑی گہری

حُبًّا جَمًّا،

محبت رکھتے ہو،

تمہارا یہ خیال کہ خدا یوں ہی افلاس و مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، بالکل غلط ہے، یہ خیال تمہارے جہل و نادانی کا نتیجہ ہے، تمکو جو تکلیف پہونچتی ہے وہ صرف تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے، تم اپنے فرائض کو پس پشت ڈال کر بداخلاقیوں کا ارتکاب کرتے ہو، اس کا بدانجام ہے، تم اپنی زندگی کے اعلیٰ مقصد یعنی مخلوق خدا پر رحم و احسان کا برتاؤ کرنے، یتیموں اور مسکینوں اور ضرورتمندوں کی عزت کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے، اور ان کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرنے سے غافل رہتے ہو، اس کی سزا ہے، بے انصافی کے ساتھ حصہ داروں کا مال کھا جاتے ہو، اور لوگوں کی حق تلفی کرتے ہو اس کا وبال ہے اور خدا

بھول کر دنیا کی محبت مین پڑ جاتے ہو، آخرت اور آنے والی زندگی سے بے پروا ہو کر اس زندگی کی فانی منافع اور لذتون مین اپنی زندگی ضائع کر دیتے ہو، اور اور اصل مقصد کو پس پشت ڈال کر ذرائع و اسباب کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنا لیتے ہو، اور دل سے خدا کی محبت اور اپنے انجام کا خیال نکال کر مال و منال کی محبت اس مین بھر دیتے ہو، انھین کا برا نتیجہ ہے، جو تکلیف و مصیبت، افلاس و ذلت کی صورت مین ملتا ہے، قرآن مین ہے،

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (شوری - ۳)	اور تمکو جو کچھ مصیبت پہنچے تو یہ تمہارے ہاتھون کے کئے کی وجہ سے ہے

اس لئے تمھین چاہئے کہ اپنے اعمال کا احتساب کرو، اس کی جانچ کیا کرو، بداخلاقی ظلم، حق تلفی، سخت دلی، اور بے رحمی سے بچتے رہو، اپنے فرائض محسوس کرو اور سمجھو، کہ تم دنیا مین ہمیشہ رہنے کے لئے نہین آئے ہو، اس لئے یہان رہ کر اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جانا سخت مہلک امر ہے، تم کو دنیا مین رہکر اول تو خدا کو یاد رکھنا چاہئے، دوسرے یہ کہ دنیا والون کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے یہی دو تمھارے اعلی فرائض ہین، جنھین پورا کرنے کا نام انسانیت ہے، جو لوگ یہ کام کرتے ہین، وہ دنیا مین بھی اچھے رہتے ہین اور آخرت مین تو انھین کے لئے راحت و کامیابی ہے، اور جو لوگ ان کامون کو چھوڑ دیتے ہین، اور بداخلاقی، ظلم و ستم، حق تلفی و بے رحمی، مین مبتلا ہو جاتے ہین وہی اس دن ناکام رہین گے،

(۲۱) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۲)

ہرگز نہین۔ جب زمین ٹکڑے ٹکڑے کر برابر کر دی جائے گی، اور

جَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِایْٓءَ
تیرا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف بہ صف، اور اس دن

یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ
جہنم کو لایا جائے گا، اس دن آدمی یاد کرے گا مگر (اس وقت)

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (۲۳) یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ
یاد کرنے سے کیا ہوگا وہ کہے گا کہ اے کاش

قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (۲۴) فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ
میں نے اپنی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ کیا ہوتا، تو اس دن اس جیسی

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (۲۵) وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ
سزا کسی نے نہ دی ہوگی، اور اس جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا،

تو اے غافلو! اور اے وہ لوگو جو انسانیت کے فرائض سے غافل ہو، اپنی زندگی کے اصل مقصد سے منہ موڑے بیٹھے ہو، لوگوں کی حق تلفی اور ظلم وستم تمہارا کام ہے، مال جمع کرنا، اور اسی کے لئے اپنی ساری اوقات ضائع کرنا تمہارا نصب العین ہے، تم یاد رکھو کہ جب یہ زندگی تمام ہوگی، جب دنیا کا یہ دور ختم ہوگا، اور یہ سارا نظام توڑ دیا جائے گا، اور وقت آجائے گا کہ تمہیں تمہارے کاموں کے نتائج ملیں، اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ تم نے اپنے لئے دنیا میں کیا کیا، اور کیا سامان وہاں سے لے کر تم آئے ہو، وہاں ان بداخلاقیوں کا انجام جہنم کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ ایسی سخت سزا ہوگی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا ممکن نہیں، اس وقت تمہیں حسرت وافسوس ہوگا، خجالت وندامت ہوگی، مگر یہ حسرت اور یہ ندامت ایسے وقت بالکل بے سود اور لغو ہوگی،

(۲۷) يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۸) ارْجِعِيْ

اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف چل، تو اس سے

اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۹) فَادْخُلِيْ

راضی وہ تجھ سے راضی، تو میرے بندون

فِيْ عِبٰدِيْ (۳۰) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ،

مین داخل ہو، اور میری جنت مین داخل ہو،

مگر اے وہ شخص جو اطمینان کے ساتھ دنیا مین اچھے کام کرتا رہا، فانی منافع اور چند روزہ لذتون مین پڑکر اپنے مقاصد، اور اپنے فرائض سے غافل نہ ہوا، اور باوجود دنیا مین رہنے کے اور یہان کی رکاوٹون کے خدا کو نہ بھولا، اب تو اپنے پروردگار کے پاس خوش خوش جا، اس کے خاص مقرب بندون کی جماعت مین داخل ہو، اور جنت مین جا، جہان تو خدا سے خوش اور خدا تجھ سے خوش ہوگا،
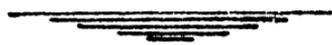
سورہ بلد

مکی - ۲۰ آیتین،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ (۲) وَاَنْتَ
نہین! مین اسی شہر کی قسم کہاتا ہون، اور تو اسی

حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ (۳) وَوَالِدٍ وَّمَا
شہر مین رہنے والا ہے اور باپ اور اس کی

وَلَدَ (۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ،
اولاد کی قسم، بے شک ہمنے انسان کو مشقت مین پیدا کیا ہے

اس سورت مین یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے عجز و کمزوری، اپنے احتیاج و ضعف کو دیکھ کر اس قادر و توانا کو پہچانے، اور اس کو یاد کرے، اس کی تسبیح و تقدیس کرے، اس سے صحیح تعلق پیدا کرے، اس کے احکام کو پورا کرے، وہ احکام یہ ہین کہ دنیا کے اندر لوگون کے ساتھ رحم و ہمدردی و احسان کا برتاؤ کرے بنی نوع انسان کی خدمت کرے، اور پھر دوسرون کو ان کامون پر آمادہ کرے کامیابی بغیر ان دو کامون کے نہین ہوسکتی، اول خود اپنے فرائض پورے کرنا دوسرے یہ کہ دوسرون کو ان باتون پر تیار کرنا،

(۱) انسان کے عجز و احتیاج و مشقت پر

مکّی زندگی کی شہادت

یہ شہر مکہ جو ایک ریگستانی ملک مین واقع ہے، جہان کسی قسم کی زراعت نہین ہوتی، جہان انسانی ضروریات بمشکل دستیاب ہوتی ہین، جہان پانی بھی آسانی سے نہین ملتا، یہ شہر صاف بتا رہا ہے کہ انسان مشقت و تکلیف مین پیدا ہوا ہے اور اے مخاطب تو، کہ مکہ ہی کا رہنے والا ہے، انسان کی مشقت و تکلیف کا دوسرون سے زیادہ جلد اندازہ کر سکتا ہے، تیری حاجتین محض خدا کے فضل سے پوری ہوتی ہین، دوسرے ملکون سے ہر طرح کا سامان آتا رہتا ہے، اسی پر مکہ کے رہنے والون کی زندگی کا دارمدار ہے، اگر کوئی سرسبز و شاداب ملک کا انسان اپنے عجز و مشقت کو کم محسوس کرے کہ وہ آسانی سے اپنی ضروریات مہیّا کر لیتا ہے تو زیادہ بعید نہین، مگر مکے کے رہنے والے نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہین کہ وہ کس حد تک احتیاج و مشقت مین ہین، اگر خدا کا فضل نہ ہو اور باہر سے سامان کے آنے جانے کا انتظام نہ ہو تو ایک دن بھی ان کی زندگی دشوار ہے،

(۲) عام شہادت

اس محدود شہادت کو چھوڑ کر ایک عام شہادت کی طرف دیکھو کہ اس سلسلۂ نوع انسانی مین ہر باپ اور ہر بیٹا مشقت و احتیاج مین ہے، باپ کو اپنی اولاد کی پرورش، اس کی تعلیم و تربیت، اس کی حفاظت مین مشقت اٹھانی پڑتی ہے

بچے کو دیکھو کہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی حالت اور حیوانات سے بالکل مختلف
ہے، ایک طویل زمانہ تک وہ بالکل محتاج رہتا ہے، اور محتاج بھی اس قدر کہ نہ
وہ خود اپنی غذا حاصل کرتا ہے نہ اُٹھ بیٹھ سکتا ہے، نہ کچھ بول سکتا ہے،
اور نہ کچھ خود کر سکتا ہے، یہاں تک کہ خود اپنی حفاظت تک نہیں کر سکتا، اگر ماں
باپ کے اندر رحم و شفقت نہ دی جاتی تو ایک گھنٹہ بچہ کی زندگی محال تھی
تو انسان کی یہ دو حالتیں یعنی پیدائش کا اور شروع زندگی کا زمانہ پھر ایک
پورا انسان ہونے کا زمانہ، دونوں سے کسی میں بھی وہ مشقت و تکلیف سے
بری نہیں، تو پھر یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انسانی زندگی کی ساری ضروریات
محض خدا کے فضل و احسان سے پوری ہوتی ہیں، اگر خدا کی رحمت غیر محدود
شامل حال نہ ہو تو زندگی کا ایک آن گذرنا محال ہے،

(۵) اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ اَحَدٌ،

کیا انسان یہ گمان کرتا کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہوگا؟

کیا انسان اپنی ان کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے، اس عجز و مشقت کو دیکھتے
ہوئے بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی قادر مطلق اور زبردست خدا کا ہاتھ
نہیں ہے؟ جب وہ کمزور ہے تو ضرور اس پر کوئی زبردست ہوگا، جب وہ عاجز
ہے تو ضرور اس کے اوپر کوئی قادر ہوگا، جس کے قبضۂ قدرت سے کسی وقت
اور کسی حال میں باہر نہیں، جس کے فضل و احسان سے یہ اپنی زندگی کی ساری
ضروریات آسانی سے پالیتا ہے،

(۶) یَقُوۡلُ اَهۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا (۷) اَیَحۡسَبُ

وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اُڑا دئے، کیا وہ سمجھتا ہے کہ

أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ

اسے کوئی دیکھتا نہیں ؟

انسان کا تو یہ فرض تھا کہ اپنی عاجزی اور کمزوری کو محسوس کر کے خدا کی قدرت وجبروت کے آگے سر ڈال دیتا، اور یہ دیکھ کر کہ خدا محض اپنے فضل سے بغیر کسی قسم کے استحقاق کے زندگی کی ساری ضروریات نہایت اعلیٰ انتظام سے بہم پہنچاتا ہے، اس کے آگے جبین نیاز ٹیک دیتا، مگر اس کی سرکشی دیکھو کہ وہ تکبر کرتا ہے، وہ اپنے کاموں پر فخر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہم نے ڈھیروں مال اڑا دیے، اور ہم نے یوں کیا اور یوں کیا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کے کاموں کا کوئی دیکھنے والا نہیں۔؟ کیا وہ یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ اس کی زندگی کی تمام خفیہ اور آشکارا باتیں کسی پر ظاہر نہیں ؟ کیا جس نے اسے دیکھنے کے لئے آنکھیں دی ہیں وہ خود نہیں دیکھتا ؟ نہیں وہ خدا، وہ قادر مطلق اس کے تمام کام دیکھ رہا ہے، تو جب ایک ایسا علیم وخبیر، قادر و توانا پروردگار اس پر موجود ہے تو اسے چاہئے کہ اس خدا کے آگے اپنا سر ڈال دے، اس کی اطاعت اپنی زندگی کا فرض قرار دے، اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے تیار رہے جن کے لئے خدا نے اسے پیدا کیا ہے، اور اپنی ہستی کو جو اعلیٰ کاموں کے لئے ہے عبث و لاف گوئی میں ضائع نہ کرے، اور دیکھے کہ خدا نے اسے کیا کیا توتیں دی ہیں، اور ان سے کیا کیا کام لینا چاہئے،

(۸) أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ (۹) وَلِسَانًا وَ

کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور

شَفَتَيْنِ (۱۰) وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (۱۱) فَلَا

دو ہونٹ نہیں بنائے، اور اس کو ہم نے دو بلند راہیں دکھائیں، پر وہ

اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا،

کیا ہم نے اسے آنکھیں نہیں دیں؟ کیا ہم نے اسے زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے،؟ یہاں اور اعضا سر، کان، ناک وغیرہ کا ذکر نہ کیا، بلکہ آنکھ کا ذکر کیا جس کا کام دیکھنا ہے، اور زبان وہونٹ کا، جن کا کام بولنا ہے کیونکہ بولنے کے لئے یہی تین عضو ہیں، تو مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے تجکو بینائی اور گویائی نہیں دی؟ جب دی ہے تو پھر ان قوتوں کا جو کام ہے وہ انسان کیوں نہیں پورا کرتا، بینائی کا کام یہ ہے کہ ہر کام میں اپنی بھلائی اور برائی دیکھ لیا کرے، مفید اور مضر چیزوں میں امتیاز کرے، اچھی بات اختیار کرے، اور بری چھوڑ دے، گویائی کا یہ کام ہے کہ دوسروں کو اچھی اور بری باتیں بتائے، لوگوں کی اصلاح کرے، انھیں مفید اور مضر امور سے آگاہ کرے گویا ان دونوں قوتوں کا اصل مقصد اپنی اور دوسروں کی اصلاح، اور خیر خواہی ہے، یہی انسانیت کا مقصد ہے، اور یہی ہر انسان کا اعلیٰ فرض ہے، اسی میں انسانی کامیابی مضمر ہے، اور اسلام کا اصل مقصد انھیں امور کی تعلیم ہے، ایک مسلم ہستی اسیوقت مسلم کہلائی جاسکتی ہے جب اپنی اصلاح کے ساتھ عام مخلوق کی خیر خواہی، اور ہمدردی کا عملی ثبوت دے خود اپنے آپ کو مکمل کرنا اور دنیا سے الگ ہو جانا، محض غلط طریقہ ہے جس سے اسلامی تعلیم بیزار ہے، اگر انسان انسان بننا چاہتا ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ خود بنے اور دوسروں کو بھی بنائے، اسی لئے ان آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بینائی اور گویائی کی دو اعلےٰ قوتیں دے کر اسے دو نہایت بلند اور اعلیٰ راستے بتا دئے ہیں، تو وہ

سلہ ۵ نجد کے معنے بلند مقام کے ہیں عرب کے محاورہ میں نجد ہمیشہ اچھے موقعہ پر بولا جاتا ہے یہاں بھی سیاق وسباق سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے بیان کئے ہیں آئندہ نیک عمل اور تواصی کا حکم ہے یہی دونوں بلند راستے ہیں جن کو پوری کرنے کے لئے، گویائی اور بینائی، دی گئی ہے ۱۲-۱۲

کیوں ان اعلیٰ فرائض کو پورا نہیں کرتا ؟ وہ کیوں اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا، جب وہ انسان بنایا گیا ہے، جب اسے تمام حیوانات سے اونچے درجے پر پہنچایا گیا ہے، تو وہ کیوں نہیں سمجھتا کہ میرے فرائض بھی اور تمام حیوانات سے زیادہ سخت ہیں، وہ اپنی ساری زندگی، اپنی تن پروری، اور کھانے کمانے میں، اور مال جمع کرنے میں صرف کر دیتا ہے، اور یہ نہیں دیکھتا کہ جس جسم کو درست اور صحیح رکھنے کے لئے وہ سارا وقت گذار دیتا ہے، وہ جسم کس کام کے لئے ہے ؟ ظاہر ہے کہ جس ہستی کے تندرست رکھنے کے لئے دنیا کے اندر یہ اعلیٰ انتظامات کئے گئے ہیں، اور خود انسان دن رات اسی ہستی کی ضروریات مہیا کرنے میں صرف کر دیتا ہے، ایسی اعلیٰ ہستی کا مقصد بھی ضرور عظیم الشان اور اہم ہوگا، مگر کس قدر اندھیر ہے کہ انسان کو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی، اس کا فرض ہے کہ اس مقصد کو دریافت کرکے اس کے تمام دشوار گذار مراحل طے کرنے میں اپنی جان لڑا دے، مگر اس کی غفلت اور ناعاقبت اندیشی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس طرف بھول کر بھی توجہ نہیں کرتا۔

(۱۲) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (۱۳) فَكُّ رَقَبَةٍ

اور تو کیا جانے کہ وہ گھاٹی کیا ہے ؟ گردن آزاد کرنا

(۱۴) اَوْ اِطْعٰمٌ فِىْ يَوْمٍ ذِىْ مَسْغَبَةٍ (۱۵) يَّتِيْمًا

یا بھوک کے دنوں میں کھانا کھلانا، قرابت

ذَا مَقْرَبَةٍ (۱۶) اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۱۷) ثُمَّ

دار یتیم کو یا خاک افتادہ محتاج کو، پھر

كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

ہو ان لوگوں میں جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ،

اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کی،

اے انسان! تجھے معلوم ہے کہ جس دشوار گذار راستہ مین تجھے گذرنا چاہئے تھا وہ کیا ہے؟ وہ دو بڑے کامونکا نام ہے،

(۱) پہلا کام یہ ہے کہ دنیا مین رہکر دنیا والون کے ساتھ بھلائی کرنا مقید انسان کو آزاد کرنا، خواہ وہ قید غلامی کی ہو یا قرض کی، خواہ وہ مقید غلام زید وعمرو ہو خواہ ایک قوم وملک ہو، بھوکون کا پیٹ بھرنا، غرض مندون کی ضرورتون کو پورا کرنا، کمزورون کی مدد کرنا، غرض جس انسان کی جو ضرورت ہو اپنی طاقت اور مقدرت کے موافق اس کو پورا کرنا، اپنا فرض سمجھو، خواہ وہ اپنا قرابت مند ہو، عزیز ہو، یا کوئی غیر ہو، اس مین نہ قرابت کی خصوصیت ہے نہ ہم مذہب ہونے کی، نہ ہم خیال ہونے کی شرط ہے نہ ہم وطن ہونے کی، یہ انسانیت کا فرض ہے اور ہر فرد انسان کے لئے ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مخلوق کے لئے ہے خواہ وہ انسان ہو یا بے زبان جانور، رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (تم زمین والون پر رحم کرو، آسمان والا (خدا) تم پر رحم کرے گا) یہی انسان کا سب سے بڑا فرض ہے جس کے بغیر ادا کئے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہین ہان ان کامون کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ انسان خدا کو ہمیشہ پیش نظر رکھے ایمان نہایت مضبوط ہو، یہ یقین رکھے کہ جو کچھ مین کر رہا ہون یا کر سکتا ہون سب اسی خدا کی رحمت وفضل ہے، کہ اس نے قوتین دی ہین، اُن قوتون کے درست رکھنے کے سامان مہیا کردئے ہین، پھر ان قوتون کے صحیح استعمال کا

طریقہ بھی بتا دیا ہے،

(۲) دوسرا کام یہ ہے کہ دوسرون کو صبر و رحمت کی نصیحت کرتا رہے خود اچھے کام کرے اور تمام لوگون کو ان کامون پر آمادہ کرتا رہے، انھین بتلائے کہ انسانی ہمدردی کرنا، ان کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاؤ کرنا، انکی غمخواری کرنا تمہارا فرض ہے، انھین اس بات پر تیار کرے کہ وہ اپنی ذمہ داریون کو محسوس کرین، اپنے فرائض معلوم کرین، اور پھر انھین پورا کرین، انھین یہ بھی جتلادے کہ ان اعلیٰ کامون مین مزاحمتین ہون گی، رُکاوٹین پیدا ہون گی، روڑے اٹکائے جائین گے، مخالفتین کی جائین گی، تکلیفین اور پریشانیان بھی پیش آئین گی، مگر ایک جوانمرد، ایک بلند ہمت، اور حوصلہ مند انسان کے پاس ایسا مصمم عزم، ایسا راسخ اور مضبوط ارادہ ہونا چاہئے جسے لے کر ان تمام دقتون اور پریشانیون سے گذر کر اپنا کام پورا کرے اور منزل مقصود تک پہنچ جائے کہ صبر اسی کا نام ہے،

(۱۸) اُولٰئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ،

یہی لوگ برکت والے (خوش نصیب) ہین،

جو لوگ خود یہ کام کرتے ہین، اور دوسرون کو ان کامون کی نصیحتین کرتے ہین وہی کامیاب اور خوش نصیب ہین، جو آئندہ زندگی مین اپنے ان کامون کی اعلیٰ درجہ کی جزا پائین گے، اور جو یہ دونون کام نہین کرتے، یا ایک کرتے ہین اور ایک چھوڑے ہوئے ہین، وہ سمجھ لین کہ اسلام کے فیصلہ کے مطابق وہ کامیاب زندگی نہین بسر کر رہے ہین، سورہ عصر مین یہی بتایا گیا ہے، جس کی تفصیل انشاء اللہ آئے گی،

(۱۹) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ

اور جو لوگ ہماری آیتون کا انکار کرتے ہین یہی لوگ شامت والے

الْمَشْئَمَةِ (۲۰) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ؏

ہین، ان کو آگ مین ڈال کر دروازے بند کر دی جائین گے،

جو لوگ ان باتون کو نہین مانتے، اور خدا کی ان کھلی آیتون کا انکار کرتے ہین اور ان احکام پر پابند ہونا نہین چاہتے، یہی لوگ بدبخت اور بدنصیب ہین، جو اپنی اس ہٹ دھرمی، اور بداخلاقی کی سزا جہنم کی آگ مین بھگتین گے،

سورۂ شمس

مکی ۱۵ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (۲) وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا

سورج کی قسم اور اس کی دھوپ کی، اور چاند کی جب اس کے بعد آئے

(۳) وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (۴) وَاللَّيْلِ اِذَا

اور دن کی قسم جب اس کو ظاہر کرے، اور رات کی قسم جب اس

يَغْشٰهَا (۵) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (۶) وَالْاَرْضِ

کو ڈھانک لے، اور آسمان کی اور اس کے بنائے جانے کی، اور زمین کی

وَمَا طَحٰهَا،

اور اس کے پھیلائے جانے کی،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو پاکیزہ اخلاق و اعمال سے مزین کریں وہ کامیاب ہیں، اور جو اپنے آپ کو بداعمالیوں سے خاک میں ملا دیں وہ ناکام ہیں، اس دعوے پر تین طرح کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں، پہلی شہادت مناظر فطرت کی، دوسری خود نفس انسان کی تیسری تاریخی واقعہ کی،

(۱) مناظر فطرت کی شہادت

قرآن کا یہ عام اسلوب ہے کہ اپنے دعاوی کے ثبوت میں مناظر فطرت کی

شہادت پیش کرتا ہے، بسا اوقات یہ فطرتی دلائل قسم کے طرز میں بیان ہوتے ہیں، جیسا اس سورت میں اور بہت سی دوسری سورتوں میں ہے، بسا اوقات ان امور کو ذکر کر کے صاف کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ نشانیاں ہیں، یہ دلیلیں ہیں، ان پر غور کرو، عقل ہے تو انھیں سمجھو، چنانچہ اس قسم کی چند آیتیں ہم بیان کرتے ہیں،

(۱) بیشک آسمان و زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتی ہیں، اور پانی میں جس کو خدا آسمان سے اوتارتا ہے اور اس سے زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں، اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیے ہوئے رہتے ہیں بے شک ان سب میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ،

(بقرہ - ۱۶۴)

(۲) بے شک آسمان و زمین کی بناوٹ میں، اور دن اور رات کے آنے جانے میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں،

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

(آل عمران - ۱۹۰)

(۳) اور خدا کی نشانیوں میں سے

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ

آسمان وزمین کی پیدائش اور تمہاری زبانون اور رنگون کے اختلافات ہین، بیشک اس مین بھی علم والون کیلئے نشانیان ہین،

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ،

(روم - ۲۲)

(۴) اور خدا کی نشانیون مین سے تمہارا رات اور دن مین سونا اور اس کا فضل ڈھونڈنا ہے، جو لوگ بات سنتے ہین ان کے لئے اس مین بھی ضرور نشانیان ہین،

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ

(روم - ۲۳)

(۵) اور رات اور دن، سورج اور چاند خدا کی نشانیون مین سے ہین،

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

(حم سجدہ - ۳۷)

(۶) اور خدا کی نشانیون مین سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہین،

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ،

(روم - ۲۵)

(۷) اور آسمان کی طرف (کیون نہین دیکھتے) کہ کیونکر بلند کئے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کسطرح پھیلائی گئی،

وَاِلَی السَّمَاۗءِ كَیْفَ رُفِعَتْ، وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ

(غاشیہ - ۱۹)

ان تمام آیتون سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اپنی مخلوقات مین سے ان بڑی چیزون، آسمان وزمین، شمس وقمر، لیل ونہار وغیرہ کو خود اپنے ثبوت، اپنی توحید، اور اپنی صفات یعنی قدرت، وعلم، حکمت وتدبیر، اور معاد و مجازاۃ پر بطور نشانیون اور دلیلون کے پیش کرتا ہے، گو مخلوقات کا ہر ذرہ اس خدائے قدوس کی صنعت وحکمت پر کافی دلیل ہے، جیسا کسی

عارف نے کہا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

مگر خدا ان سب کو چھوڑ کر صرف ان بڑے بڑے عظیم الشان مخلوقات کا ذکر کرتا ہے جن کی مصلحتوں اور حکمتوں، جن کی دلالتوں اور شہادتوں کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکے، چنانچہ ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے انھیں مناظر فطرت، نجوم و شمس و قمر پر غور کر کے خدا کو پہچانا اور اسی کا ذکر کرتے ہوئے خدا نے فرمایا ہے۔ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ (یہ ہماری دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو بتائیں) تو اس آیت میں خدا نے ان مخلوقات کو دلیل قرار دیا ہے۔ اس لئے اب یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ امور قرآن میں جہاں لکھے گئے ہیں محض شہادت پیش کرنے اور دلیل دینے کے لئے ہیں، خواہ صاف الفاظ میں اس پر حجت اور نشانی کا لفظ بولا گیا ہو یا قسم کے طرز میں ان چیزوں کا ذکر ہو، مقصد ہر حال میں ایک ہی ہے،

اس سورت میں بھی سورج چاند، رات دن، آسمان و زمین کی شہادت پیش کی گئی ہے، جو خدا کی قدرت، اس کی تدبیر و مشیت، اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں، جن کے بعد جزا سزا کا انکار ممکن نہیں، اور پھر سورج اور چاند کی روشنی، رات کی تاریکی دن کی نورانیت، آسمان کی بنا، زمین کی ہمواری کو ذکر کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ اس عالم کے اندر جس طرح نور و ظلمت، روشنی و تاریکی، بلندی و پستی ہے، اسی طرح انسانی نفس کے اندر بھی جو عالم صغیر سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ باتیں پائی جاتی ہیں جس طرح آفتاب و ماہتاب کی روشنی سے سارا عالم منور ہو جاتا ہے، جو چیز آفتاب کے نور کے سامنے

آجائے وہ روشن ہوجاتی ہے، اور پھر آفتاب کے چلے جانے سے سارا عالم
تیرہ و تاریک ہوجاتا ہے، اسی طرح انسانی نفوس بھی اگر سچی تعلیم کی روشنی مین
آئین تو منور اور کامل، اور اس سے الگ ہون تو تاریک و ذلیل و ناکام ہوجاتے
ہین، ان کی روشنی یہ ہے کہ اپنی فطری کمالات حاصل کرین، اپنے اخلاق کو پاکیزہ
کرکے صلاح و تقوی کی روشنی مین آجائین، خدا کی روشن تعلیم پر چلنا
اختیار کرین، ان کی بلندی و ترقی یہ ہے کہ اعلی اخلاق سے اپنے آپ کو مزین
کرین، انسانی کمالات حاصل کرکے اپنے آپ کو بلند مرتبہ پر پہونچائین، ان کی
تاریکی ظلمت یہ ہو کہ انسانیت کو بالاے طاق رکھ کر بداخلاقیون کی گھنگھور
تاریکیون مین مبتلا ہوجائین، جو روشن تعلیم انھین دی جاتی ہے اس سے مُنہ
موڑلین، ان کی پستی یہ ہے کہ جن کمالات کے حاصل کرنے کے لئے انھین
انسان بنایا گیا ہے انھین چھوڑ کر بہیمت کے نیچے طبقہ مین چلے جائین، اور
باوجود انسان بنائے جانے کے حیوانات سے بھی بدرجہا پست و ذلیل ہو
جائین۔ بہرحال یہ عالم اور اس عالم کے قدرتی مناظر انسانی نفوس کے لئے
بہ منزلہ آئینہ کے ہین، جنھین دیکھ کر انسان اپنی حالت پر غور کرسکتا ہے، اور
یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب خدا نے ان جسمانیات کے روشن اور منور ہونے کے لئے
آفتاب و ماہتاب بنائے ہین، تو ضرور انسانی نفوس کے منور اور مکمل کرنے کے
لئے بھی کوئی روشنی پیدا کی ہوگی جس کے سامنے آنے سے نفوس روشن اور پاکیزہ
اور جس سے علٰحدہ ہونے اور منہ موڑ لینے مین تاریک و پست ہوجائین، تو یہ
روشنی خدا کی روشن تعلیم ہے، جو وہ اپنے برگزیدہ بندون کی معرفت دنیا مین
بھیجتا ہے، جو شخص ان اخلاقی تعلیم کی روشنی مین اپنے آپ کو لاتا ہے وہ کامیاب
اور جو نہین لاتا وہ ناکام، اور کامیابی و ناکامی کے معنی ہی کے سوا اور کچھ

نہین کہ اچھا انجام اور برُا انجام ملے،

(۲) نفس انسانی کی شہادت

(۷) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا (۸) فَاَلْهَمَهَا

اور نفس کی قسم اور اس کو جو درست بنایا ہی، پھر اس کے دل مین اس کی

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا،

برائی اور اس کے تقوی کی شناخت دی ہی،

نفس انسان اور اس کی اعلی ساخت، پھر خدا نے فجور وتقوی کا جو الہام اس کو کیا ہے، یہ بھی اس پر شاہد ہین کہ جو اپنی اصلاح کرے اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق کے ساتھ پاکیزہ بنائے، وہ کامیاب ہی، اور جو بداخلاقی مین مبتلا رہے وہ ناکام، اور پھر ان اعمال کی جزا وسزا ملنی ضروری ہے، یہ خود نفس انسانی کی شہادت ہے جس کے متعلق قرآن مین جا بجا ذکر ہے، کہ ہم، لوگون کو ان کے نفس کی اندرونی نشانیون کی طرف توجہ دلاتے ہین،

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ،

(۱) عنقریب ہم ان لوگون کو اپنی نشانیان دنیا کے اطراف مین اور خود ان کے اندر دکھائین گے یہانتک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ بات حق ہے،

(حٰم سجدہ - ۵۳)

وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ،

(۲) اور یقین رکھنے والون کے لئے زمین مین نشانیان ہین اور خود تمہارے نفوس کے اندر نشانیان ہین تو کیا تم نہین دیکھتے؟

(ذاریات - ۲۰)

ان دونوں آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ خود انسانی نفوس کے اندر خدا کی نشانیاں موجود ہیں، ان پر لوگ کیوں نہیں غور کرتے، اسی طرح سورۂ قیامۃ میں نفس انسانی کی شہادت جزا و سزا پر بطور قسم کے پیش کی گئی ہے، وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یعنی خود نفس انسانی جو برے کاموں پر ملامت کرتا ہے معاد و مجازات پر شاہد ہے،

اسی طرح اس سورت کے اندر نفس کو اور اس کی اس قوت ممیزہ کو جو تقوی اور فجور اچھے اور برے کاموں میں فرق کرتی ہے، اور کاموں کے حسن و قبح کا فیصلہ کرتی ہے، شہادت میں پیش کیا گیا ہے، انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے، اور اپنے نفس کی ساخت کو دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا نفس خود ہر اچھے کام پر مطمئن اور خوش، اور برے عمل پر کبیدہ، مکدر اور نادم ہو جاتا ہے، اگر اعمال کے اندر اچھائی اور برائی نہیں تو پھر اس کے کیا معنی کہ ہم ایک کام کرتے ہیں جس میں ظاہرا کوئی ایسا جسمانی نفع نہیں، مگر دل کو اس سے راحت و سرور حاصل ہوتا ہے، اور ایک دوسرا کام کرتے ہیں جس میں گو جسم کو لطف و سرور حاصل ہو، مگر طبیعت اس سے منقبض ہوتی ہے، دل اندر ہی اندر نادم ہو جاتا ہے، اور خود اپنے اوپر نفرین کرتا ہے، حالانکہ نہ کسی نے دیکھا ہے نہ سنا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود انسانی نفوس کے اندر خدا نے اچھے اور برے میں فرق کرنے کی قوت دی ہے جس سے انسان نیک و بد میں تمیز کر سکے، ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات برے کام کرتے کرتے انسان عادی ہو جاتا ہے، پھر اس کی قوت ممیزہ جاتی رہتی ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ برا کام اچھا ہو گیا یا کاموں کی اچھائی اور برائی کوئی چیز نہیں، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اسے بھلے برے کی تمیز نہ رہی، اس کی مثال ٹھیک مریض کی سی ہے جسے مزہ دار چیزیں بدمزہ معلوم ہوتی ہیں

کیونکہ اس کی قوت خراب ہوگئی ہے، تو جب کاموں کا اچھا اور برا ہونا ایک فیصلہ شدہ امر ہے جس پر انسانی نفس خود شاہد ہے، تو پھر ضرور ہے کہ اچھے کاموں کے اچھے اور برے کے برے نتیجے نکلیں کیونکہ اچھے اور برے ہونے کے اس کے سوا اور کچھ معنی نہیں کہ اس کا انجام اور نتیجہ اچھا اور برا ہو۔ اسی کا نام جزا ہے

(۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (۱۰) وَ قَدْ خَابَ مَنْ
بیشک وہی کامیاب ہے جو نفس کو پاکیزہ رکھے، اور وہی نامراد ہوا جس نے

دَسّٰهَا.
خاک میں ملا دے،

یہ ہے اصل دعوی جس پر اول ان مناظر فطرت پھر نفس انسانی کی شہادت پیش کی گئی، یعنی ان شہادتوں کے بعد یہ امر واضح ہوگیا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک وصاف کیا وہ کامیاب رہا، اور جس نے بداخلاقیوں سے اپنے نفس کو خاک میں ملایا وہ ناکام ہے، اور دونوں یقیناً اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے،

(۳) تاریخی شہادت

(۱۱) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ (۱۲) اِذِ انْۢبَعَثَ
اپنی سرکشی کے سبب ثمود نے (پیغمبر کو) جھٹلایا، جب کہ ان میں کا

اَشْقٰهَا (۱۳) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ
بڑا شقی اٹھا تو خدا کے رسول نے ان سے کہا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے

اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا (۱۴) فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا،
اس کو پانی پینے دیا کرو، مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اونٹنی کے

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا،
یا دُن کاٹ ڈالے تو ان کے ربنے ان کے گناہ کے سبب ان کو ہلاک
کر ڈالا - اور سبھون کو برابر کر دیا،

قرآن کے اندر اس قسم کے تاریخی واقعات سے اکثر شہادتین لائی گئی ہین تاکہ دلائل کے ساتھ عملی ثبوت دیکھکر لوگ زیادہ توجہ کرین، اسی لئے عموماً ایسی قومون کے واقعات قرآن مین آتے ہین جو یا تو عرب کی تھین، یا اس کے قرب وجوار کی عاد وثمود وغیرہ عرب ہی کی گذشتہ قومین تھین، جن کے واقعات عرب کے زبان زد تھے، ان کے شعرا اپنے قصیدون مین ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے، ان کے ملکون اور باقی ماندہ آثار پر ان کا گذر ہوتا تھا، اس لئے ایسے واقعات کیطرف ان کی توجہ مبذول کرنے مین زیادہ توقع ہے، کہ ان کے دلون پر اثر ہو، خود قرآن کے اندر ان واقعات کے ذکر مین آیا ہے،

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ مَسٰكِنِهِمْ،

(عنکبوت - ۳۸)

(۱) اور عاد اور ثمود، اور تم کو ان کے رہنے کی جگہ معلوم ہی ہین

* * * *

اِنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ

(نمل - ۵۱)

(۲) ہمنے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو یکبارگی ہلاک کر ڈالا، اور یہ ان کے گھر ویران پڑے ہین اس لئے کہ انہونے اپنے اوپر ظلم کیا تھا، بیشک اس مین جاننے والون کے لئے ایک نشانی ہے،

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ

(۳) اور تم ان لوگون کے مسکنون مین رہے جنہون نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا

اور تمکو معلوم ہے کہ ہمنے ان کے ساتھ کیسا کیا، اور ہمنے تمہارے لئے مثالین بھی بیان کردین،	كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ، (ابراہیم - ۴۵)

ثمود کو دیکھو جن کے پاس صالح (عَلَيْهِ السَّلَام) خدا کے احکام لے کر آئے اور ان کی سرکشی و بداخلاقی سے انھین روکا، مگر ان لوگون نے نہ مانا، اور ان کو جھٹلایا، اپنی ہٹ دہرمی نہ چھوڑی، پھر اس جرأت کی انتہا دیکھو کہ ان کی اونٹنی کو ان سبھون نے مار ڈالا، اور پھر یہ طے کیا کہ ان کو بھی قتل کر دینا چاہیے،

بولے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور اس کو اور اس کے لوگون کو شب خون مارین گے پھر ہم اس کے وارثون سے کہدین گے کہ اسکے لوگون کے ہلاک ہوتے وقت ہم تو حاضر بھی نہ تھے، اور ہم سچ کہتے ہین اور انہون نے ایک تدبیر کی اور وہ نہین جانتے تھے، تو دیکھ لو ان کے مکر کا کیا انجام ہوا، کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو، سب کو ہلاک کر ڈالا،	قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ، (نمل - ۴۹)

مگر صلحا اور انبیا کا قتل جو دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہین نہایت عظیم الشان جرم ہے، جو تمام جرم سے بڑھا ہوا ہے، اور کوئی قوم ایسا ارادہ کرے تو خدا کا عذاب اسے ہلاک کر دیتا ہے اسی لئے جب انہون نے اونٹنی کو مار ڈالا، اور دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ صالح کو قتل کرین، خدا نے انھین

غافل کرڈالا۔ اور ان کی بداخلاقیون کے برے نتائج نے آن کر انہین گھیر لیا اور سب کے سب تباہ و برباد کر دئے گئے،

خدا کی یہ مستمرہ عادت ہے کہ لوگون کے بداعمالیون کا فوراً مواخذہ نہین کرتا، ان کو مہلت اور موقع دیتا ہے، کہ وہ کسی وقت متنبہ ہون، اور ان بری باتون سے باز آئین، مگر جب انسانی شقاوت کی انتہا ہوجاتی ہے، وہ اپنے تمرد و سرکشی مین حد سے زیادہ تجاوز کرجاتے ہین، انسانیت کا جوہر ان سے بالکل مفقود ہوجاتا ہے، اور ان کی بہیمیت اور درندگی کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ صالحین وانبیا، اور ان لوگون کو دنیا سے فنا کر دینے پر آمادہ ہوجاتے ہین، جو دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتے ہین، جو اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لئے دیدیتے ہین، تو پھر خدا کا عذاب آتا ہے، اور قوم کی قوم تباہ ہوجاتی ہے، یہ محض خدا کی رحمت ہے کہ وہ مہلتین دیتا ہے، اپنے بڑے بڑے مناظر قدرت کی نشانیان یاد دلاکر، پیغمبرون کو بھیجکر اپنی طرف بلاتا ہے، انجام کی طرف توجہ دلاتا ہے، جزا و سزا کی حقیقت ان کے ذہن نشین کراتا ہے، ان کے فرائض انھین بتاتا ہے، ورنہ خدا اگر ہر جرم پر فوراً مواخذہ کرے، اور یقیناً یہ خلاف عدل نہین، تو ایک انسان بھی آج روے زمین پر نظر نہ آئے،

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى،

(نحل - ۶۱)

اور اگر خدا لوگون سے ان کے ظلم کا مواخذہ کرتا تو ایک چلنے والی چیز بھی روے زمین پر نہ چھوڑتا، مگر وہ ایک مقررہ وقت تک ان کو مہلت دئے ہوئے ہے،

(۱۵) وَلَا یَخَافُ عُقْبٰہَا،

اور خدا اس کے انجام کی پروا نہیں کرتا،

ہاں کسی قوم کی حالت اس قدر بگڑ جائے کہ سنبھلنے کی صلاحیت اس میں نہ رہے تو خدا کا عذاب آتا ہے، اور اس بداعمالی کا انجام اسے تباہ کر دیتا ہے، اور پھر خدا کو اس کے بدانجام کا افسوس و رنج نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے محض حکمت و تدبیر، مصلحت و عدل پر مبنی ہوتا ہے، اگر کسی ظالم و بداخلاق قوم کو ہلاک کرتا ہے تو اس میں عام مخلوق پر اس کی رحمت ہوتی ہے، وہ کوئی کام کسی طمع یا خوف یا غلطی سے نہیں کرتا، وہ ان نقصانات سے بالکل منزہ ہے، وہ بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے، دنیا جس نظام پر چل رہی ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جو اس نظام فطرت کے خلاف کام کرے وہ تباہ کر دیا جائے تاکہ تمام دنیا اس کے بُرے اثر سے محفوظ رہے، اس مسئلہ کی ایک خاص ضرورت یہ بھی تھی کہ بائبل کے اندر اس قسم کی باتیں داخل کر دی گئی ہیں کہ "خدا اپنے دل میں بہت غمگین ہوا" اور "اس نے بہت افسوس کیا کہ کیوں انسان کو بنایا" طوفان نوح کے متعلق ہے کہ خدا نے اپنے دل میں عہد کیا کہ آئندہ کبھی انسان کی وجہ سے زمین پر لعنت نہ کروں گا، اور کبھی تمام جانداروں کو ہلاک نہ کروں گا، کیونکہ قرآن جس طرح ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح ان کے اختلافات اور غلط آمیزیوں کا فیصلہ بھی کرتا ہے،

اور ہم نے تجھ پر کتاب برحق نازل کی ہے کہ جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی تصدیق کرے، اور ان کی محافظ بھی ہے،

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُہَیْمِنًا عَلَیْہِ،

(مائدہ - ۴۸)

٭ ٭ ٭ ٭

سورۂ لیل

مکی - ۲۱ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (۲) وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی

رات کی قسم جب وہ ڈھانک لے، اور دن کی قسم جب وہ روشن ہو

(۳) وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی (۴) اِنَّ

اور مرد وعورت کی پیدائش کی قسم، کہ تمہاری

سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی،

سعی بیشک مختلف ہے،

دن رات کا اختلاف، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی، ان مختلف حالتوں کا دنیا پر مختلف اثر پڑتا ہے، نباتات حیوانات پر تغیر وتبدل اوقات اور زمانہ کے مختلف اثرات پڑتے ہیں، خود انسان بھی جس کی فطرت میں خاص صلاحیت واستعداد رکھی گئی ہے، اور جو ایک اعلیٰ مقصد لے کر دنیا میں آتا ہے وہ بھی ان مختلف بیرونی اثرات سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اپنے اصل مقصد کو فراموش کر بیٹھتا ہے یا پھر خود یہی اندرونی صنفی امتیازات، جو مرد وعورت میں خدا نے قائم کئے ہیں ان سے متاثر ہو کر اختلاف مقاصد اور اختلاف خیالات میں پڑ جاتا ہے، کوئی علم کا شیدائی ہے تو کوئی مال ودولت کا، کسی کو اچھے کاموں سے دلچسپی ہے تو کوئی بد اخلاقیوں پر مٹا جاتا ہے، کوئی انجام بین ہے، اور کوئی ناعاقبت اندیش غرض یہ کہ ان غیر محدود خارجی اثرات کی وجہ سے غیر محدود مقاصد، اور غیر محدود

گوشنشین نظر آرہی ہین، مگر کامیابی کا معیار سب کے لئے یکسان ہے، جو لوگ ان اثرات سے متاثر ہوکر اپنی زندگی کے اصل مقاصد کو بھول جاتے ہین، اور غلط مقصد پیش نظر رکھ کر اسی مین اپنی زندگی صرف کر دیتے ہین، وہ ناکامیاب ہین، اور جو اپنے اصل مقصد پیش نظر رکھتے ہین اور ان خارجی موانع کو ہمت و استقلال سے دفع کرتے ہین وہ کامیاب ہین، کیونکہ یہ دنیا ایک امتحان اور ابتلا کی جگہ ہے، انسان کو چاہئے کہ یہان رہ کر اپنی حقیقت کو نہ کھوئے اپنے اعلی مقصد کو نہ چھوڑے، اس فانی ہستی، اور ان ناپایدار لذتون مین منہمک ہوکر اپنے انجام اور آئندہ زندگی کو نہ فراموش کر دے، اس دنیا کو امتحان کا ایک کمرہ سمجھے، جس مین آرائش کا پورا انتظام ہے، جابجا گلدستے رکھے ہوئے ہین، اچھی اچھی خوبصورت تصویرین آویزان ہین، سامنے ایک سرسبز و شاداب باغ ہے، کھانے پینے کی بھی مکلف سامان مہیا ہین، امتحان دینے والے کو چاہئے کہ اپنے اس محدود تین گھنٹہ مین جو اسے امتحان دینے کے لئے ملے ہین، سب سے زیادہ فکر، اور سب سے زیادہ توجہ اور کوشش اپنے پرچے لکھنے اور پھر ان کو کامیاب بنانے مین صرف کرے، اس کمرہ کی آرایش بھی دیکھے، اور آنکھون کو راحت پہونچائے مگر اس طرح کہ اصل کام مین حرج نہ ہو، ان تصویرون کو بھی دیکھے، اور ان خوبصورت گلدستون کو چھوئے، ان کی خوشبو سے کر دماغ کو تر و تازہ کرے، کیونکہ یہ چیزین اسی لئے رکھی گئی ہین، مگر ان پھولون مین الیسا محو نہ ہو کہ پرچہ ادھورا رہ جائے، کھانا بھی کھائے اور وقت نکال کر کچھ دیر باغ کی سیر بھی کرے، روشون پر پھر کر تازہ ہوا بھی لے، مگر ان تمام حالتون مین اصل مقصد اس کے پیش نظر رہے، پرچہ لکھنے کا خیال لگا رہے، الیسا نہ ہو کہ وہ باغ مین ٹہلتا رہے، کھانے مین لطف حاصل کرتا رہے اور امتحان کا وقت ختم ہو جائے، اور بزور اسے اس کمرہ سے باہر کر دیا جائے،

کیونکہ بجز حسرت و افسوس کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا، یہی حال دنیا کا ہے زمانہ کے تغیرات، موسم اور فصل کا تبدل، اور دنیا کی یہ ہزاروں مختلف چیزیں انسان پر مختلف اثر ڈالتی ہیں، مگر انسان کو چاہئے کہ ان تمام امور میں پڑکر بھی اپنے اصل مقصد کو فراموش نہ کرے، اور مختلف طریقۂ زندگی میں رہ کر بھی اپنے فرائض سمجھے

(۵) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (۶) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى

تو جس نے دیا اور تقوی اختیار کیا، اور اچھی بات کو مانا،

(۷) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى،

ہم عنقریب آسان راہ میں اس کے لئے آسانی پیدا کردیں گے،

تو جو شخص دنیا کے اس عجائب خانہ میں رہ کر اپنے مقصد کو نہ بھولے بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتا رہے، ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کرتا رہے محتاجوں کو دیتا رہے، کہ انسانیت کا اعلی ترین فرض اور مذہب کی تعلیم کا اہم باب یوں ہے، ہر اچھی بات مان لے، اور ہمیشہ ہر اچھی بات مان لینے کے لئے تیار رہے اپنے انجام کا خیال رکھے، اور بداخلاقی کے برے نتائج سے ڈر کر اپنے آپ کو ان گندگیوں سے پاک و صاف رکھے، تو ہم یہ فطری آسان راہ جس پر یہ چلنا چاہتا ہے اس کے لئے نہایت آسان کردیں گے،

(۸) وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى (۹) وَكَذَّبَ

اور جو شخص بخل کرے اور بے پروائی کرے، اور اچھی بات کو

بِالْحُسْنٰى (۱۰) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (۱۱) وَمَا

جھٹلائے، ہم اس کے لئے سخت راہ کو آسان کردیں گے، اور جب

يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى،

وہ ہلاک ہونے لگے گا اس وقت اس کا مال کچھ بھی اس کے کام نہ آئے گا،

اور جو انسانیت کے حقوق کو پامال کرے، اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی
نہ کرے، ضرورتمندوں کو دیکھے اور اس کا دل نہ پسیجے، مظلوموں کو دیکھے اور
اسے رحم نہ آئے، بداعمالیوں کا شیطان اس کے سر پر اس طرح سوار ہو کہ اسے
اپنے انجام کی ذرا پروا نہ ہو، اچھی باتیں جو اسے اسی کے نفع کے لئے بتائی جائیں
نہ مانے تو گو اسے خبر نہیں مگر درحقیقت اپنے بدانجام کے لحاظ سے وہ ایسے دشوار
گذار راستہ پر چل رہا ہے، جس کی انتہا تباہی و ہلاکت و بربادی کے سوا
کچھ نہیں، تو جو انسان ایسا ہے اس کے لئے اس مہلک اور خطرناک راہ میں
چلنا آسان ہو جاتا ہے، اس کی انسانیت کا جوہر رفتہ رفتہ اس قدر فنا ہو جاتا ہے
کہ اسے اپنے انجام کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی، اور وہ نہایت آسانی اس مہلک
راہ کو طے کرتا چلا جاتا ہے، مگر جب راستہ ختم ہوگا وہاں اس کے سارے برے
اعمال سخت سے سخت عذاب کی صورت میں آکر اسے گھیر لیں گے، اور چلتے
چلتے یکبارگی وہ ایسے غار میں گر پڑے گا، جہاں بجز تکلیف و مصیبت درد و دکھ
رنج و مشقت کے اور کچھ نظر نہ آئے گا، وہاں یہ سارے چیزیں، یہ مال و اسباب
جن کے برتنے پر اسے انجام کی بھی فکر نہ تھی جنھیں اس نے گاڑ گاڑ کر رکھا تھا
کچھ کام نہ آئیں گے، وہاں معاملہ انھیں اعمال کے لحاظ سے ہوگا، جو یہ اپنی
زندگی میں کر گیا ہے،

(۱۲) إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ (۱۳) وَ

ہدایت کرنا ہمارا ذمہ ہے، اور آخرت

إِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ،

اور دنیا دونوں ہمارے ہی ہیں،

[illegible]

سکھانا ہمارا کام ہے، اور اسی لئے ہم اپنے احکام اپنے برگزیدہ بندوں کی معرفت تمہارے پاس بھیجتے ہیں، اب اس پر بھی کوئی متنبہ نہ ہو، اور اپنے آپ کو نہ سنبھالے وہ خود اپنا بد انجام دیکھ لے گا، یہ دنیا اور وہ جو بعد میں آنے والی ہے سب ہمارے قبضۂ قدرت کے اندر ہے، لوگ جو کچھ کر رہے ہیں سب ہمیں معلوم ہے، وہ دنیا میں ہیں جب بھی ہمارے احاطہ قدرت میں ہیں مر کر بھی وہ ہماری حکومت سے باہر نہیں ہو سکتے اس لئے ان کو خوب متنبہ ہونا چاہئے، کہ کسی حال میں چھٹکارا نہیں ہے، نجات کی صورت صرف یہی ہے کہ اپنے فرائض پورے کریں، اور آدمی بنے رہیں،

(۱۴) فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (۱۵) لَا يَصْلٰىهَا

میں نے تم کو شعلہ مارنے والی آگ سے ڈرا دیا ہے، اس میں صرف وہی

اِلَّا الْاَشْقَى (۱۶) الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

داخل ہوگا جو نہایت بدبخت ہو، جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر لیا،

ہم تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرائے دیتے ہیں، جو بد اعمالیوں کی سزا ہوگی ناکام لوگوں کا انجام ہوگا، یہ انھیں بدبختوں اور سرکشوں کے لئے ہے، جو حق کو جھٹلائیں خدا کی سچی تعلیم اور سچے تعلیم دینے والوں کی تکذیب کریں۔ اور جو راستہ انھیں اُنکی فطرت انسانی کو مکمل کرنے کا بتایا جائے اس سے پیٹھ پھیر لیں، اور اپنے انجام سے بالکل بے خوف ہو بیٹھیں،

(۱۷) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (۱۸) الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ

اور پرہیزگار اس آگ سے محفوظ رکھا جائیگا، جس نے مال دے کر اپنے کو

يَتَزَكّٰى (۱۹) وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ

پاکیزہ بنایا، اور کسی کا اس پر احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا

تُجْزٰىٓ (۲۰) اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى

جا رہا ہو، بلکہ صرف اپنے رب عالیشان کی خوشنودی چاہتا ہے

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى،

اور عنقریب وہ خوش ہوگا،

ہان جو لوگ بُرے انجام سے ڈرتے ہین، سچی تعلیم پر عمل کرتے ہین، دنیا مین رہ کر دنیا والون کے ساتھ ہمدردی کرتے ہین، ان کی بھلائی کرتے ہین، ان کو دیتے ہین، اور اپنے آپ کو ان پاکیزہ اخلاق سے پاک و صاف بناتے ہین، اور دیتے بھی ہین تو محض اس لئے کہ خدا کی مخلوق کو آرام ہو، خدا خوش ہو، کسی قسم کا بدلہ نہین مانگتے، نہ کسی کا ان پر احسان ہے، جس کی عوض مین دیتے ہون، بلکہ محض خدا کی خوشنودی کی خاطر دیتے ہین، اور دنیاوی فانی منافع کی ناپاک محبت سے دل کو پاک رکھتے ہین، وہ اس دہکتی ہوئی آگ سے محفوظ رہین گے، بلکہ اس کے علاوہ انھین اچھی سے اچھی نعمتین ملین گی، وہ یہ کہ خدا ان سے خوش ہوگا اور یہ ایک ایسی بڑی نعمت ہے کہ دنیا کی ساری ممکن سے ممکن نعمتین اس کے آگے گرد ہین، ایک محبت والے دل سے پوچھ دیکھو کہ دنیا مین کوئی ایسی نعمت ہے جو محبوب کی خوشنودی سے زیادہ قیمتی ہو؟

سورۂ ضحےٰ

مکی - ۱۱ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) وَالضُّحٰی (۲) وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی (۳) مَا
دن چڑھے کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ ڈھانک لے، نہ تیرے
وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی،
رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے،

اس سورت میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تسلی و تشفی دی گئی ہے، اور چند فرائض آپ کو بتلائے گئے ہیں، ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت پر وحی نہیں آئی کفار نے طعنہ زنی کی اور کہنے لگے کہ خدا نے تمہیں چھوڑ دیا، اور ناراض ہو گیا ہے، اس کے سوا بعض نے اور زیادہ تکلیف دہ باتیں کہنی شروع کیں، اس پر آپ کی تشفی و اطمینان کے لئے یہ سورت نازل ہوئی اے پیغمبر تمکو خدا نے چھوڑا نہیں ہے، نہ وہ تم سے ناراض ہوا ہے، چند دن وحی نہ آنے کو خدا کی ناراضی پر محمول نہ کرنا چاہئے، دن اور رات پر ذرا غور کرو، کیا روشن دن کے بعد جو تاریک رات آتی ہے یہ خدا کی ناراضی کی وجہ سے؟ کیا خدا دنیا سے غصہ ہو کر سورج کو ہٹا لیتا ہے؟ نہیں! بلکہ دن کے بعد رات کا ہونا ایک اعلیٰ حکمت اور مصلحت، ایک خاص فضل و رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے کہ دن کو لوگ محنت کریں اور پھر رات کو آرام کریں اگر رات نہ ہوا کرتی تو کیا ممکن تھا کہ انسان بارہ گھنٹے محنت کر کے پھر اسی طرح

آئندہ بار دیگر محنت کرنے کے لئے تیار ہوجائے، اور کیا اگر وہ اس طرح لگاتار محنت کرتا تو وہ دنیا میں زندہ رہ سکتا؟ تو دن کے بعد رات کا آنا خدا کی بڑی رحمت ہے، اور بڑی مصلحت اس میں ہے کہ دن کو جو کام کیا، جو باتیں سکھیں، رات میں اس کو پوری طرح گرفت میں لے آئیں، تاکہ دوسرے دن اسی تیاری اور مستعدی کے ساتھ تازہ دم ہوکر دوسرے کام کے لئے تیار ہو جائیں، اسی طرح وحی کے معاملہ کو سمجھو، ہر وقت جو وحی نہیں آتی اس کا مقصد یہ ہے، کہ ان خالی اوقات میں اس تعلیم کو اپنے دل میں راسخ کرو، لوگوں کو تعلیم دو، تاکہ دوسری وحی آتی تک اس تعلیم کو لوگوں کے قلوب پوری طرح جذب کرلیں اور آئندہ کے لئے تیار ہوتے رہیں، یہ ممکن تھا کہ ایک ہی دفعہ پورا قرآن خدا نازل کردے، مگر اول تو اس کے تحمل کی تاب یکبارگی نہیں ہوسکتی، دوسرے یہ کہ، یکبارگی دنیا بھر کی تعلیم نہیں دی جاسکتی، تعلیم کا اصول یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کیجائے ایک ایک بات سکھائی جائے، جس طرح استعداد بڑھتی جائے کورس بڑھایا جاتا رہے، اس لئے اگر بعض ایسے اوقات ہوں کہ ان میں وحی نہ آئے، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو پہلی تعلیم میں پوری طرح راسخ اور پختہ ہوجانے کے لئے پورا وقت ملے، تاکہ آئندہ اس سے اعلیٰ تعلیم نازل ہو، تو دن کے بعد رات کا ایک خاص مصلحت سے آنا اس امر پر شاہد ہے کہ خدا تم سے ناراض نہیں اور نہ اس نے تمہیں چھوڑا ہے، بلکہ وحی کا موقوف رہنا اس کی رحمت پر مبنی ہے،

(۴) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى

اور آئندہ حالت گذشتہ حالت سے ضرور تیرے لئے بہتر ہے

(۵) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور تیرا رب تجکو عنقریب (وہ کچھ) دے گا کہ تو خوش ہوجائیگا،

وحی کی تدریجی ترقی کا یہ سلسلہ نہایت حکمت پر مبنی ہے، اور یہی تعلیم کا زرین اور کامیاب اصول ہو، اسی طرح تمہاری ہر آئندہ حالت گذشتہ سے ترقی یافتہ ہوگی، اور خدا تم کو اتنا بہت دے گا کہ خوش ہوجاؤ گے، اور جو تقاضا تمہارے دل کا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی کامیابی اور فلاح کی تعلیم ملے اور تمام دنیا کی اصلاح ہو، خدا ضرور تمہاری منشاء کے مطابق تم کو دیگا،

(۶) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى (۷) وَوَجَدَكَ

کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا؟ تو جگہ دی؟ اور تجھے بھٹکتا

ضَالًّا فَهَدٰى (۸) وَوَجَدَكَ عَائِلًا

پایا تو راہ دکھا دی، اور تجھے تنگدست پایا تو

فَأَغْنٰى،

غنی کر دیا،

اے پیغمبر تم اپنی پوری زندگی پر شروع سے غور کرو، کہ خدا نے آجتک تمہارے ساتھ کس قدر فضل واحسان کا برتاؤ کیا ہے، تمہاری ہر حالت پہلی حالت سے زیادہ کامیاب اور ترقی یافتہ ہوتی آئی ہے، اس سے بھی تم اندازہ کرسکتے ہو کہ خدا ہرگز تم سے ناراض نہیں،

(۱) سب سے پہلے تم یہ دیکھو کہ تم یتیم پیدا ہوئے، خدا نے تمہیں ایسا ٹھکانہ دیا جس میں تمہاری پرورش نہایت اچھی طرح ہوئی، دادا متکفل ہوئے ان کے بعد چچا ابو طالب کی نگرانی وحمایت میں رہے جن کی حمایتوں کی بنا پر باوجود سخت ترین عداوت کے قریش تمہارا بال بیکا نہ کرسکے، ابو طالب

گو خود اسلام نہ لائے، مگر جبتک وہ زندہ رہے اسلام کو ان کی وجہ سے
بہت بڑا نفع پہونچا، صرف تمہارے ساتھ ہمدردی کرنے کی وجہ سے قریش نے
ابو طالب کو مع ان کے پورے خاندان کے قوم سے الگ کر دیا، مگر انھون نے
تمہارا ساتھ دینا نہ چھوڑا،

(۲) پھر تم اپنی دوسری حالت دیکھو، کہ تم صحیح راہ کی تلاش مین تھے،
طلب حق کی پیاس تمہین لگی ہوئی تھی، اور غار حرا مین جاکر اس پیاس کو بجھانے
کی فکر مین رہتے تھے، تو خدا نے تمہین وہ اعلی راستہ بتایا، اور وہ اعلی
تعلیم دی جو تمام دنیا کے لئے اور تمام زمانے کے لئے عام اور ہمیشہ رہنے
والی ہے،

(۳) پھر اپنی تیسری حالت دیکھو، کہ تم نادار تھے، کوئی تمہارا ساتھ
دینے والا نہ تھا، تو خدا نے تمہین ہر طرح سے غنی کر دیا، مال بھی تم کو دیا گیا
کہ تمہین اپنی تعلیم کی اشاعت مین مدد ملی، ہمخیال آدمی بھی تم کو ملے جو تمہارے
کام مین تمہارے دست و بازو ثابت ہو رہے ہین، تو یہ گوناگون نعمتین صاف
بتا رہی ہین کہ جس قسم کی ضرورت تمہین آتی گئی ہے خدا اسے پورا کرتا رہا ہے
ان پر غور کرکے تم آئندہ کے لئے مطمئن ہو جاؤ، اور جو کام تمہارے سپرد
کیا گیا ہے وہ کرتے رہو، خدا تمہین ضرور کامیاب کرے گا، اور تمہارے
خیالات باحسن وجوہ پورے ہون گے،

(۹) فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۱۰) وَأَمَّا
تو یتیم پر قہر نہ کر — اور سائل کو

۱ محاورہ مین ایسے جملے کے یہ معنی ہین کہ یتیم کے ساتھ سلوک کرو جس طرح والدین کے متعلق قرآن
مین ہے کہ انھین اف نہ کہو اور نہ انھین جھڑکو، اور مطلب یہ ہو کہ ان کی عزت و توقیر کرو ۱۲

السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (۱۱) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

مت جھڑک، اور اپنے رب کی نعمتون کو بیان کیا کر

توان فرصت کے اوقات بھی حق مین دمی نہ آئے اس تعلیم پر خود عمل کرو، اور دوسرون کو سکھاؤ، تم یتیم تھے، اور خدانے تمہارے اوپر یہ فضل و احسان کیا، اب تم بھی یتیمون پر رحم کرو، ان کے ساتھ سلوک کرو، اور ان کی ضرورتین پوری کرو،

تم راہ حق کے متلاشی اور تعلیم حق کے سائل تھے، تو خدانے تمہین وہ عنایت فرمایا، تم بھی سوال کرنے والون کا سوال پورا کرو، حق کے پیاسون کو سیراب کرو، تم نادار تھے، تو تمہین خدانے غنی کردیا، تو اب تم خدا کی ان نعمتون کا شکر اپنی زبان سے ادا کرو، اور لوگون کو خدا کی مہربانیان سناؤ،

سورۂ انشراح

کی ۸ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سختی کی حالت میں انسان کو نا اُمید نہ ہونا چاہیے، کوئی اہم کام پیش نظر ہو، کوئی اعلیٰ مقصد سامنے ہو اور اس میں دقتیں نظر آئیں تو اسے چھوڑ نہ دینا چاہیے، کوئی کام بغیر مشقت کے نہیں ہوتا، کام جس قدر اہم ہوتا ہے اسی قدر اس میں کوشش اور جان فشانی درکار ہے، اور اتنی ہی دقتیں اور صعوبتیں پیش آتی ہیں تو ان سختیوں کی وجہ سے نا امید اور مایوس کبھی نہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ سختیاں عارضی ہیں، ان کے بعد کامیابی ہی کامیابی ہے، سختی اور تکلیف کے بعد ہمیشہ آسانی اور راحت نصیب ہوتی ہے، کوئی حق امر میں کوشش کرنے والا کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک مستمر فطری قاعدہ ہے،

(۱) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۲) وَوَضَعْنَا

کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہ کھولا؟ اور تجھ سے تیرا بوجھ

عَنْكَ وِزْرَكَ (۳) الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ

اوتار دیا، جس سے تیری پیٹھ ٹوٹی جاتی تھی، اور

(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

تیرا ذکر تیرے لئے بلند کر دیا،

ہر آدمی کے دل میں ایک شوق ہوتا ہے، ایک خاص طرف اس کا جھکاؤ

کا میلان ہوتا ہے، اور اسی کام کو سب سے اچھا سمجھتا ہے، اگر وہ مقصد پورا ہوتا نظر آئے تو اس میں جتنی مشقت پیش آئے اس کے جھیلنے کے لئے وہ تیار رہتا ہے، اور اُسے پوری خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ مگر ہاں جو شخص اپنی پوری زندگی میں اپنی قوم سے اچھا تعلق رکھتا ہے، تمام قوم اس کی عزت کرتی ہے، امین مانتی ہے، سردار بنانے کے لئے تیار ہے، پھر اگر وہ کوئی اہم کام شروع کرے، اور قوم اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ خلاف امید مخالفت اس کی ہمت کو پست بنا دیتی ہے سخت سے سخت رکاوٹیں ایک بلند ہمت کے نزدیک ہیچ ہیں، مگر جن سے مدد کی امید ہوتی ہے ان کی خلاف اُمید مخالفت بڑی حوصلہ شکن ہوتی ہے، نبوت سے قبل آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی جس اعلیٰ معیار انسانیت پر گذری وہ تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہے، نبوت سے قبل آپ غار حرا میں جا کر خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتے تھے دنیا کی جو حالت اخلاقی تنزل کے اعتبار سے ہو چکی تھی اس کا آپ نے پورا احساس کر لیا تھا، آپ کو سب سے زیادہ فکر اور سب سے زیادہ توجہ تھی، تو صرف اسی ایک امر کی طرف کہ انسان کی اصلاح اور دنیا کی فلاح وبہبودی کے لئے کوئی اعلیٰ قانون، کوئی عمدہ دستور العمل اور کامیاب تعلیم ہونی چاہئے، اس مقصد پر آپ غور فرمایا کرتے تھے، اور انسانیت کے اسی اہم ترین فرض کے احساس نے آپ کی نظر میں دنیا کی اور ساری باتیں ہیچ کر رکھی تھیں، آپ جب دنیا پر نظر ڈالتے تھے تو آپ کو ایک بوجھ معلوم ہوتا تھا، کہ کس طرح اس بہت بڑے کام کو پورا کرنا چاہئے، یہی خیال ایک بار گران تھا، جسے آپ دن رات سوچا کرتے تھے،

(۱) سینہ کشادہ کرنا

تو خدا نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا، اور جو ضرورت آپ نے دنیا کی اصلاح کی محسوس کی تھی خدا نے اس کے لئے اعلیٰ علوم آپ کو سکھائے، آپ کے اس حوصلہ کو وسیع اور ہمت کو زیادہ بلند کر دیا۔

(۲) بوجھ ہلکا کرنا

جس گران فرض کا احساس آپ کو تھا، اور جس سخت کام کو آپ نے اپنے ذمہ لیا تھا، خدا نے اس میں آپ کی مدد کی، اور ہر طرح اس میں آسانی پیدا کی، رُکاوٹیں جو پیش آتی رہیں، خدا انہیں دفع کرتا رہا، اور ایسا سیدھا راستہ دنیا کی اصلاح کا آپ کو اس نے بتایا کہ آپ کے اس بارگران میں آسانیاں پیدا ہوتی گئیں، ایسے لوگ خدا نے آپ کو دئے جنہوں نے اس کام میں اپنے آپ کو آنحضرت کا دست و بازو ثابت کر دکھایا،

(۳) ذکر کا بلند کرنا

پھر اس عظیم الشان مقصد میں آپ کو اس قدر کامیابی عطا فرمائی کہ آپ کی یہ آواز، یہ صدائے حق خود آپ ہی کے زمانہ میں دنیا کے اس گوشہ سے لے کر اس گوشہ تک پہنچ گئی،

(۵) فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۶) اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

تو ضرور سختی کے ساتھ آسانی ہوئی کیونکہ (یہ مستمرہ قاعدہ ہے کہ) سختی کے ساتھ ہی آسانی ہوا کرتی ہے،

تو اے پیغمبر جس طرح اب تک تمہیں خدا کامیاب کرتا رہا ہے، تمہارے دلی مقاصد پورے ہوتے رہے ہیں، رکاوٹیں اور پریشانیاں دفع کی جاتی رہی ہیں، آئندہ بھی وہ خدا اسی طرح تمہیں کامیاب کرے گا، اور ساری آئندہ کا وٹوں کو دور کر دے گا، اور ان تمام عارضی سختیوں اور تکلیفوں کے بعد دائمی کامیابی اور اطمینان اور آسانی عطا فرمائے گا، کیونکہ خدا کی یہ ستمرہ عادت ہے کہ وہ سختی کے بعد آسانی اور تکلیف کے بعد راحت دیتا ہے،

(۷) فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۸) وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ٭

تو جب تو فارغ ہو جایا کرے، تو کھڑا ہو، اور اپنے رب کی طرف رجوع کر،

تو اب تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ اپنے اس مقصد کے پورا کرنے میں کوشش کرتے رہو، اور تعلیم و ارشاد کا کام پوری ہمت اور محنت کے ساتھ پورا کئے جاؤ، اور اس کے ساتھ ہی خدا کو ہر وقت یاد رکھو، اس سے لو لگائے رہو جب اس تعلیم و ارشاد سے فراغت پایا کرو تو اس پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اس کی تسبیح و تہلیل کرو۔

سورۂ تین

مکی - ۸ آیتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (۲) وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ
انجیر اور زیتون کی قسم، اور طور سینا کی

(۳) وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ،
اور اس امن والے شہر کی،

اس سورت مین اس لاینحل مسئلہ کو حل کیا گیا ہے، جس کے اندر دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے ہین، وہ مسئلہ انسان کی فطرت کی اچھائی اور برائی کا ہے، دنیا کے اندر انسانی ہستی مین ہر طرح کے اچھے اور برے اعمال، نیک و بد ارادے، اعلی اور ادنے خیالات مجتمع پائے جاتے ہین، بعض انسان نیک ہین تو بعض بد، بعض رحم دل ہین تو بعض ظلم پسند، خود ایک انسان سے دو مختلف زمانے اور دو مختلف حالتون مین دو متضاد آثار صادر ہوتے ہین، اس لئے اب یہ ایک سوال ہے کہ انسان کی فطرت کیسی ہے؟ (۱) محض اچھی، (۲) محض بری، (۳) اچھی اور بری دونون (۴) نہ اچھی نہ بری۔ یہ چار عقلی احتمالات ہین، اور ہر ایک کسی نہ کسی جماعت و مذہب کا خیال ہے، موجودہ عیسویت کے دربارے انسانی فطرت کو نہایت مایوس کن فیصلہ ملا ہے، یعنی اس نے یہ بتایا ہے کہ انسان پیدائشی گنہگار ہے، جو کبھی اچھا نہین بن سکتا، بعض مذاہب نے یہ بتایا ہے کہ اچھائی اور برائی دونون ملتین

فطری ہیں، بعض کا خیال ہے، انسانی سرشت محض سادہ کاغذ ہے، جو اچھائی اور برائی دونوں صفتوں سے خالی ہے، بہرحال یہ سارے خیالات ہیں، جو لوگوں نے انسانی سرشت کے متعلق قائم کیے ہیں، اب قرآن کا فیصلہ بھی سنیئے کہ وہ اس مسئلہ میں کیا رائے رکھتا ہے،

قرآن کہتا ہے۔ کہ انسان کی سرشت اور اس کی فطرت محض اچھی بنائی گئی۔ اگر وہ اس فطرت کو تکمیل کرے تو انسانیت کے اعلیٰ درجۂ ترقی پر پہونچ کر کامیاب ہو سکتا ہے، اور اگر اپنی اس فطری استعداد کو نہ پورا کرے، اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جائے، تو وہ انسانیت کے درجہ سے گر جاتا ہے۔ اور ناکام و ذلیل ہوتا ہے اگر اس کے بعد بھی وہ متنبہ ہو، اور صحیح راستہ پر چلنا اختیار کرے تو پھر سدھر سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اعمال کی جزا و سزا اور اس کے انجام و نتائج ملنے ضروری ہیں، اس حقیقت کے ثبوت میں تین تاریخی شہادتیں دی گئی ہیں، اور آخر میں ایک چوتھی شہادت خدا کی صفت عدل کی دی گئی ہے،

بلد امین **مکہ** ہے، جہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے، اور **طور سینا** موسیٰ (علیہ السلام) کی جگہ ہے، اب **تین و زیتون** بھی، مناسب یہی ہے کہ کسی پیغمبر کی جگہ ہو، تاکہ تینوں شہادتیں مرتبط ہو سکیں **زیتون** کے متعلق لغت میں صاف لکھا ہے کہ یروشلم کے پاس ایک پہاڑ کا نام ہے، انجیل[۱] سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے حواری[۲] اس پہاڑ پر جا کر وعظ کہا کرتے تھے، **تین** ۔ انجیر کو کہتے ہیں

---

[۱] جب وہ یروشلم کے نزدیک، زیتون کے پہاڑ پر بیت فگے اور بیت عنیاہ کے پاس آئے تو اس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا (مرقس باب ۱۱ آیت ۱) ۱۲۔ [۲] تب وہ اس پہاڑ سے جو زیتون کہلاتے یروشلم کے نزدیک سبت کی منزل کے فاصلہ پر ہے۔ یروشلم کو پھرے (رسولوں کے اعمال باب ۱ آیت ۱۲) ۱۲

اور شام کے اندر زیتون اور انجیر کثرت سے ہوتا ہے، بلکہ قاموس مین لکھا ہو
کہ یہ بھی شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے، انجیل مین انجیر کا بہت ذکر آیا ہے جس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ شام مین اس کی کثرت تھی اور ہے، ان تمام امور کے دیکھنے
کے بعد یہ امر بالکل واضح ہے کہ تین[1] و زیتون سے فلسطین مراد ہے، جہان عیسیٰ
(علیہ السلام) مبعوث ہوئے،

اب ان تینون پیغمبرون کو دیکھو، جو تعلیم لے کر یہ آئے، اور جو کام ان بزرگون
نے کیا اس پر غور کرو، تو تمھین معلوم ہو جائے گا کہ انسان کی سرشت کہانتک
اعلی بنائی گئی ہے، اور کس قدر کمال حاصل کر سکتا ہے، اور اس کی فطری استعداد
کہان تک ترقی کر سکتی ہے، انسان کا اس اعلی درجہ پر پہونچ جانا جس پر یہ حضرات
پہونچے صاف بتا رہا ہے کہ اس کی سرشت کے اندر نہایت اعلی کمالات کی صلاحیت
رکھی گئی ہے، اگر انسانی سرشت کے اندر اچھائی نہ ہوتی تو یہ حضرات کبھی انسانیت
کے اس اعلی انتہائی مرتبہ تک نہ پہونچ سکتے،

پھر ان پیغمبرون کے زمانہ کو دیکھو، اور ان قومون کی تاریخ کا مطالعہ کرو جن
کی اصلاح کے لئے یہ آئے تھے، فرعون نے مصر مین بنی اسرائیل کو کس قدر تباہ
حالت مین پہونچا رکھا تھا، کس قدر ظلم و ستم وہ کرتا تھا، اور یہ لوگ کس قدر ذلیل
اور پست ہو چکے تھے، مگر موسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیم جب انھون نے
قبول کی اور اعلی اصول پر چلے تو کس قدر جلد کامیاب ہو گئے، اور جن لوگون نے
موسیٰ (علیہ السلام) کی مخالفت کی، اور اپنی سرکشی و تمرد پر اڑے رہے
وہ تباہ و برباد ہوئے، اور اسفل السافلین مین پہونچا دئے گئے، پھر عیسیٰ
(علیہ السلام) ایسے وقت آئے کہ بنی اسرائیل موسیٰ (علیہ السلام)
کے طریقہ سے الگ ہو چکے تھے، بداخلاقیان ان مین پوری طرح آچکی تھین، تو

[1] دوسرا انجیر کا ایک درخت جس مین تو نے دیکھ کر کیا کہ شاید اس مین کچھ پائے ۱۲ (مرقس باب ۱۱ آیت ۱۲) سے تفسیرون مین ایک قول یہ ہے کہ تین سے مسجد نوح کی جگہ مراد ہے مگر لغتہ اور تاریخ کے لحاظ سے یہ کچھ بعید ہے تین اور زیتون کے بیچ مین جو واؤ ہے وہ عاطفہ ہے اسی لئے الگ ہی آیت رکھی گئی ۱۲

جن لوگون نے انھین مانا اور صحیح راستہ اختیار کیا وہ آخر کار غالب ہوکر رہے اور نہ ماننے والے رفتہ رفتہ کمزور و پست ہو گئے، قرآن مین ہے،

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ

(صف - ۱۴)

تو بنی اسرائیل مین سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا، اور ایک گروہ کافر ہو گیا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمنون کے مقابلہ مین ان کی مدد کی چنانچہ وہ غالب رہے،

سب سے آخر مین مکہ کو دیکھو اور اپنے پیغمبر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نظر ڈالو، کہ قوم عرب کس قدر بد اخلاقیون مین مبتلا تھی، کس قدر تشتت اور افتراق اس کے اندر تھا، ہر حیثیت سے وہ ایک گری ہوئی قوم تھی جب اس نے صحیح تعلیم کو قبول کیا، انسانیت اختیار کی، اور اخلاق درست کئے تو وہ جلد کامیاب ہوتی گئی، اور جن لوگون نے اس فطری تعلیم کو نہ مانا وہ رفتہ رفتہ مغلوب ہوتے گئے، اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انسانی سرشت کے اندر اچھائی ہے، ورنہ بنی اسرائیل اور عرب جیسی قومین جو بالکل ذلیل اور پست ہو چکی تھین، اگر ان کی سرشت مین اچھائی کا دبا ہوا جوہر نہ ہوتا تو کبھی ابھر سکتین اور رفتہ رفتہ یون ہی تباہ ہوتی چلی جاتین،

اس شہادت مین جغرافیائی ترتیب مدنظر رکھی گئی ہے، ایک عرب کو پہلے شام کے پیغمبر عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف پھر اس سے قریب آکر طور سینا کے پیغمبر کی طرف، پھر خود اپنے گھر آکر اپنے پیغمبر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے،

(۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ،

بیشک ہم نے انسان کو اچھی ساخت مین پیدا کیا ہے،

(۵) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (۶) اِلَّا الَّذِيْنَ

پھر اس کو نیچے سے نیچا کر دیا ہے، مگر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ

ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان کیلئے اجر ہے

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

جو ختم نہیں ہوگا،

ان شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ انسانی فطرت نہایت اعلیٰ ہے اور اس کے اندر نہایت اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، اب اگر وہ اس صلاحیت و استعداد کو اعلیٰ اخلاق اعلیٰ خیالات، ایمان و عمل صالح سے تکمیل کرے گا تو وہ کامیاب ہوگا، اور آئندہ زندگی میں اس کا اچھا بدلہ پائے گا، اور اگر ان اعلیٰ قوانین کی مخالفت کرے اپنے خالق کو بھول جائے، اور انسانی فرائض کو بالائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو بداخلاقیوں میں مبتلا کر دے تو سب سے نیچے اور ذلیل طبقہ میں پہونچا دیا جائے، مگر ایسی حالت میں بھی اگر وہ پہونچ گیا ہو تو قرآن کے فیصلے کے مطابق وہ مایوس نہ ہو جائے، چونکہ اس کی فطرت میں اچھائی رکھی گئی، اس لئے پست و ذلیل ہو جانے کے بعد بھی اگر وہ ابھرنے کی کوشش کرے، اور ان بیرونی برے آثار کو دور کرنا چاہے، اور صحیح تعلیم پر چلنا شروع کر دے تو پھر کامیابی اس کے قدم لینے کو تیار ہے بنی اسرائیل و عرب ایک ذلیل و پست قوم تھی جو بالکل اسفل سافلین پہنچ چکی تھی مگر بالآخر صحیح تعلیم قبول کر کے ابھری اور ترقی یافتہ ہوگئی،

(۷) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ

تو اب ہی کون جزا کے بارے مین تجھے جھٹلائے گا

کیا ان تاریخی شہادتون کے بعد بھی کوئی ہے جو جزا و سزا کو نہ مانے ؟ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اچھے اور برُے اعمال کا اچھا اور برُا بدلہ نہین ملتا ؟ ان کھلی کھلی تاریخی شہادتون کے بعد کوئی سمجھدار انسان مجازاۃ سے انکار نہین کر سکتا،

(۸) أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ،

کیا خدا تمام حکم کرنے والون سے بہتر حاکم نہین ؟

جو لوگ جزا و سزا نہین مانتے وہ یہ تو بتائین کہ کیا خدا سب سے زیادہ انصاف ور اور تمام حکم کرنے والون سے بڑھکر عادل نہین ہے ؟ ضرور ہی تو پھر اس کا عدل و انصاف یہ کیون کر گوارا کر سکتا ہے کہ نیک و بد لوگون کا انجام یکسان ہو ؟ وہ کس طرح ظالم و مظلوم کا ایک ہی نتیجہ پسند کر سکتا ہی اس کے عدل و انصاف کا تقاضا ہو کہ اچھے اچھا بدلہ پائین، اور برُے برُا نتیجہ بھگتین، جو لوگ صحیح تعلیم پر چلین وہ کامیاب ہون، اور جو غلط راہ اختیار کرین وہ ناکام و پست ہون، قرآن نے متعدد مواقع مین عدل الٰہی سے جزا و سزا پر استدلال کیا ہے،

(۱) کیا جو لوگ بدکردارون کے مرتکب ہوتے رہتے ہین وہ یہ سمجھے ہوئے ہین کہ ہم انکو ان لوگون کی طرح بنائین گے جو ایمان رکھتے ہین اور اچھے کام کرتے ہین کہ ان کا جینا اور مرنا ایک سا ہو ؟ یہ لوگ کیسا برُا حکم لگاتے ہین

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (جاثیہ - ۲۱)

(۲) کیا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو ہم ان ہی جیسا بنا دیں گے جو ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ۔

(ص - ۲۸)

(۳) تو کیا ہم مسلمانوں کو گنہگاروں کی طرح بنا دیں گے، تمکو کیا ہو گیا کیسا حکم لگاتے ہو؟

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ،

(قلم - ۳۵)

اِن آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ اچھے اور بُرے لوگوں کا انجام ایک نہیں ہو سکتا، خدا کے عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اچھوں کا اچھا، اور بروں کا بُرا، انجام ہو، گذشتہ اقوام کی تاریخیں بھی یہی بتاتی ہیں، کیوں کہ فطرت انسانی اچھی بنائی گئی ہے، اور اس کو اعلیٰ کمال تک پہونچانے کی تعلیم بھی خدا نے بھیج دی ہے، اس پر بھی انسان اپنی اصلاح نہ کرے تو وہ ناکام اور تباہ ہوگا

سورۂ علق

مکی - ۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۲)
اپنے رب کا نام پڑھ جس نے پیدا کیا،

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۳) اِقْرَأْ وَ
انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور

رَبُّكَ الْأَكْرَمُ (۴) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
تیرا رب کریم وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا،

(۵) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ
آدمی کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا،

یہ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں جب کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) غار حرا میں تشریف فرما تھے، آپ کی زندگی بچپن سے ایک نہایت شریف متین، سنجیدہ، امین، ہمدرد و غمگسار زندگی تھی، آپ نے عرب کی ذلیل و پست حالت کا اندازہ کیا تھا، آپ ان کی بد اخلاقیوں سے بیزار تھے، آپ کو خدائے قادر و قیوم کی طرف سچا لگاؤ ہو چکا تھا، آپ کو یہ فکر ہو چکی تھی کہ اس تباہ اور ذلیل انسانیت کو سدھارنے، بچانے، ترقی و کمال کے اعلیٰ زینہ پر پہونچانے اور مخلوق کو خالق سے ملانے کے لئے صحیح تعلیم اور صحیح قوانین کی ضرورت ہے، اس اہم فرض کا احساس رفتہ رفتہ آپ کے

آپ کے دل مین بڑہتا گیا، اور بالآخر یہ انتہا ہوئی کہ آپ انھین خیالات
مین غور کرنے اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے لئے خلوت ویکسوئی کی خاطر
غار حرا مین جاکر رہنے لگے، کبھی کبھی گھر آجاتے، اور پھر ضروری سامان ساتھ
لے کر وہان چلے جایا کرتے، اس عرصہ مین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی روحانیت زیادہ ترقی پذیر ہوتی گئی، اور خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا گیا
اول اول خواب مین آپ کو وحی آنی شروع ہوئی، اور رفتہ رفتہ جب آپ کے
اندر اس روحانی بوجھ کے برداشت کرنے کی پوری قوت آگئی، اور پوری طرح
آپ نبوت کے گرانبار امانت کے تحمل کے لئے تیار ہوگئے تو خدا کا فرشتہ
یکبارگی آپ کے پاس غار حرا مین آیا، اور اوس نے یہ آیتین
پڑھائین۔

اپنے پروردگار کا نام لو، جو تمام دنیا کا خالق ہے، جس نے انسان
کو ایک ذرہ بمقدار سے بنایا، اور پھر یہ اعلیٰ اور شریف ہستی اسے عنایت
کی، اور پھر اسے اس اعلیٰ کمال فطرت تک پہونچانے کے لئے ضروری علوم
بتائے، جن کی اسے خبر تک نہ تھی، انسان چونکہ مدنی الطبع بنایا گیا ہے
اس کو دنیا کے اندر مل جل کر رہنا ہے، اور حیوانات کی طرح اس کی . .
کوششون، اور ہمتون کا دائرہ صرف اپنے پیٹ بھرنے تک ختم نہین
ہو جاتا، اس لئے اس کو علوم کی ضرورت ہے، اس کو اعلیٰ قوانین کی حاجت
ہے، تو خدا کے کرم کو دیکھو کہ اس نے علم بتایا، اور پھر علوم کے محفوظ
کرنے اور نفع کو عام اور پائدار بنانے کے لئے اس نے کیسی اعلیٰ تدبیر قلم
سے لکھنے کی بتائی، جس سے علوم و معارف اس قدر عام اور اس قدر محفوظ
ہو جاتے ہین کہ تمام دنیا مین ایک شخص کی آواز پہونچ سکتی ہے اور جتنا ب

دنیا فنا نہ ہو وہ فنا نہیں ہو سکتی، آج جو علوم پرانے زمانے کے ہمارے پاس ہیں، جو تاریخیں دنیا کی مختلف قوموں کی ہم دیکھے ہیں، یا خود یہ قرآن جو تمام دنیا کی کتابوں میں تاریخی حیثیت سے سب سے اعلیٰ وارفع ہے وہ سب اسی قلم کی بدولت ہیں، تو ایسے مہربان آقا کا نام پکارنا، اس کی بندگی کرنا، اس کے نام کو بلند کرنا ہمارا اولین فرض ہے، اور ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنے ایسے پیدا کرنے والے، پرورش کرنے والے، کرم و بخشش کرنے والے ہی کے آگے سر رکھے، جس نے ہماری ساری جسمانی، اور روحانی ضروریات پورے کرنے کے لئے ہر طرح کے اعلیٰ انتظامات کر رکھے ہیں، اور ایسے معلم کی قدر کریں، جو خدا کی طرف سے ہمیری فلاح اور بہبودی کو لئے آیا ہے، اسے مانیں، اس کی مدد کریں، اور اس کے دست و بازو بن جائیں

(۶) کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی (۷) اَنْ رَّاٰهُ
نہیں آدمی تو بڑی سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ

اسْتَغْنٰی (۸) اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی،
اپنے تئیں بے پروا دیکھتا ہے، بیشک تیرے رب ہی کی طرف پھر کر جانا ہے

مگر انسان خدا کی اطاعت و شکر، اور اس کے سامنے سر رکھ دینے کے عوض سرکشی کرتا ہے، اپنے دنیاوی مال کے بھروسہ پر بے خوف ہو جاتا ہے خدا کو دل سے بھلا دیتا ہے، اور اپنے فرائض پس پشت ڈال دیتا ہے، تو اس کو یہ سمجھ رکھنا چاہئے کہ دنیاوی مال و اسباب جن پر بھروسہ کر کے وہ خدا کو چھوڑ بیٹھا ہے، ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں، اور خود اس کی زندگی چند روزہ ہے، مرنے کے بعد پھر خدا ہی کی طرف جانا ہے، جہاں بجز اچھے اعمال کے کوئی چیز اسے نفع نہ پہونچائے گی،

(۹) أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى (۱۰) عَبْدًا إِذَا

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو روکتا ہے ایک بندۂ خدا کو جب وہ نماز

صَلّٰى (۱۱) أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى

پڑھتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہوتا،

(۱۲) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى (۱۳) أَرَأَيْتَ إِنْ

یا پرہیزگاری کرنے کو کہتا، کیا تو نے دیکھا کہ اگر وہ

كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (۱۴) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى

جھٹلائے یا پیٹھ پھیرے تو کیا وہ نہیں جانتا کہ خدا دیکھتا ہے،

خدا کو یاد نہ کرنا، اس کے احکام سے منہ موڑ لینا، اپنے انجام سے غافل ہوجانا، تو بجائے خود انسان کی سرکشی، وتمرد تو دیکھو کہ جب کوئی دوسرا خدا کا بندہ خدا کے آگے سر جھکاتا ہے، اپنے مالک کو یاد کرتا ہے تو یہ سرکش اس کو روکتا ہے، ایذائیں پہونچاتا ہے، ستاتا ہے، اس کو تو لازم تھا کہ اس کو دیکھکر خود بھی ہدایت پاتا اور دوسروں کو صلاح وتقوی کی نصیحت کرتا اور اس اعلیٰ نمونہ سے فائدہ اُٹھاتا۔ مگر اس کے برعکس وہ خدا کی طرف بلانے والے بندے کو جھٹلاتا ہے، اس کی اچھی باتوں سے منہ موڑتا ہے، اور سرکشی کرتا ہے، تو کیا اسے یہ خبر نہیں کہ اس کے اوپر قوت والا ہاتھ بھی ہے، اس کے اوپر ایک علیم وخبیر بھی ہے، جو اس کی ہر ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، اس کی تمام کھلی اور چھپی باتیں اس پر آشکارا ہیں تو کیا پھر بھی وہ ڈرتا نہیں کہ اس کی ان بدکرداریوں کی پوری پوری سزا ملے گی،

(۱۵) کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ
خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر

(۱۶) نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (۱۷)
اسے گھسیٹیں گے اس جھوٹی خطاکار پیشانی کو۔

فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ، سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ
تو وہ اپنی مجلس کو بلائے ہم بھی (معذرخ کے) فرشتوں کو بلائیں

ایسے شخص کو متنبہ ہوجانا چاہئے، کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے گا اگر اپنی بداخلاقیاں نہ چھوڑے گا تو پھر ہم اس جھوٹے خطاکار کی چوٹی[لہ] گھسیٹ کر عذاب مین ڈالین گے، وہ اپنے مددگارون کو بلائے جن پر اسے بھروسہ ہے، ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتون کو حکم دین گے پھر وہ دیکھے کہ یہ مددگار اسے کیا نفع پہونچاتے ہین،

(۱۹) کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ،
نہیں اس کی بات نہ سن اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر،

تو اے پیغمبر! تم ایسے سرکش انسان کی بات نہ سنو، نہ اس کا کچھ خیال دل مین لاؤ، تم خوب نمازین پڑھا کرو، اور خدا کا قرب حاصل کرو، یہ مخالفین کچھ نہ کرسکین گے، تمہین غلبہ ہوگا،

لہ ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مین تکلیف پہونچاتا تھا، اور اپنے لوگون کی دھمکی دیتا تھا، بدر کی لڑائی مین مارا گیا، اور گھسیٹ کر اور مقتولون کے ساتھ گڑھے مین پھینک دیا گیا، ۱۲

سورۂ قدر

کی ۵ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ (۲) وَ
ہم نے اس کو شب قدر مین اُتارا ہے اور

مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ (۳) لَیۡلَۃُ
تو کیا جانے کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر

الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ (۴) تَنَزَّلُ
ہزارون مہینون سے بڑھ کر ہے، اس مین

الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ
فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے

مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ (۵) سَلٰمٌ ہِیَ حَتّٰی
اُترتے ہین، اس رات سلامتی ہے یہان تک

مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ
کہ فجر طلوع ہو،

ہم نے قرآن مبارک رات مین اوتارا ہے، اور جانتے ہو کہ اس کی کیا حقیقت ہے، اس کا کیا مرتبہ ہے، وہ رات ہزارون ماہ سے بہتر ہے، اور کیون نہ ہو کہ یہ وہ رات ہے جس مین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن کا نزول شروع ہوا، ظاہر ہے کہ دنیا کی جس اہم ضرورت کا احساس

آپ نے کیا تھا جو صرف کہ آپ کو انسانیت کی اصلاح کی تھی، جس اعلیٰ فرض کو
محسوس کرکے آپ نے گھر بار چھوڑ کر غار حرا میں تنہا رہنا اور خدا سے اس کام
میں مدد مانگنا اختیار کیا تھا، اس اہم ترین مقصد میں جس دن سے کامیابی
شروع ہوئی اور خدا نے تمام عالم کی فلاح و اصلاح و ترقی کے لئے ایک اعلیٰ تعلیم
دینی شروع کی، درحقیقت وہ رات دنیا کی سب سے بڑی رات ہے جب کہ
خدا کی روشنی زمین پر اتری، جس نے ظلمت کے پردہ کو چاک کر دیا اور جسے
دیکھ کر بد اخلاقی او بہیمیت اور درندگی کے شیاطین اندھے ہو ہو کر اپنو تخت
لعنت سے اوندھے منہ گر پڑے، اللہ اللہ وہ کیسی رات ہے جس میں خدا نے
اپنے بندوں کے لئے ہر طرح کی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی تعلیم کے اعلیٰ قوانین
اپنے برگزیدہ بندے پر بھیجنے شروع کئے، اور خدا کے فرشتے، اور روح الامین
خدا کے حکم سے رحمت لے کر زمین پر اترے، اور صبح تک تمام عالم کو
سلامتی اور امن کا مژدہ سنایا،

یہ اسی مبارک رات کا زمانہ ہے جس کو ہم رمضان کہتے ہیں، اور جس میں
ہم دن کو روزہ رکھتے ہیں، اور رات کو وہی قرآن پڑھتے ہیں جو انہیں دنوں
دنیا میں آنا شروع ہوا تھا، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ
مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول
شروع ہوا، جو نوع انسان کے لئے ایک سرچشمۂ ہدایت ہے اور ہدایت
کی کھلی کھلی نشانیاں اپنے اندر رکھتا ہے، جب اس ماہ میں تمام دنیا کی
اصلاح اور ابدی فوز و فلاح کا قانون آیا ہے تو اس سے زیادہ پیارا
اور کون مہینہ ہو سکتا ہے، تو اے ایمان والو! تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے

سورہ بینہ

مدنی - ۸ - آیتیں

اس سورت میں پیغمبروں کی ضرورت، ان کے آنے کا فائدہ اُن کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام بتایا گیا ہے،

دنیا کے اندر اسلام سے پہلے دو طرح کے لوگ تھے، ایک وہ جو علانیہ بت پرستی کرتے تھے، کسی کو خدا کا مظہر اور اوتار مان کر اُس کی طرف سجدہ کرتے، اور دعائیں مانگتے تھے، یہ لوگ مشرکین ہیں، چاہے وہ کوئی مذہب یا کوئی کتاب رکھتے ہوں، جب وہ بت پرستی پر اس حد تک آ گئے تو وہ اہل کتاب نہیں کہلا سکتے، اور جب تک عام طور پر قوم میں بت پرستی نہ آ جائے اُس وقت تک اگر وہ مذہب اور کتاب رکھتے ہوں تو اہل کتاب کہلائیں گے، مشرکین عرب، ملت اسماعیلیہ رکھتے تھے، مگر اُن کے یہاں عام طور پر بت پرستی رائج تھی، شروع شروع میں بت پرستی کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اصل بانی مذہب کے حالات کو مد نظر رکھ کر مذہب کو پختہ کیا جائے، مگر اس غلط اصول پر چلنے کا نتیجہ ہمیشہ اُلٹا ہوتا ہے اصل مذہب بالکل جاتا رہتا ہے اور صرف بت پرستی رہ جاتی ہے،

اہل کتاب اُس وقت دو تھے ایک یہود - دوسرے نصاریٰ، دونوں اصل تعلیم چھوڑ بیٹھے تھے، نصاریٰ میں مذہب کی اصل روح یعنی توحید کی جگہ تثلیث تھی، یہود بھی اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھے تھے، اور بالکل ذلیل و پست قوم کی سی حالت اُن کی بھی ہو چکی تھی، اس لئے ان لوگوں کی اصلاح

کے لئے ایک بڑے **ہادی** کی ضرورت تھی، جو آکر سب کو ایک بنادے اور گمراہیوں سے نجات دلاکر سب کو ایک **خدا** کی طرف پہونچائے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ
اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ بغیر اس کے باز

الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ
نہ آئے والے تھے کہ کوئی کھلی دلیل ان کے پاس

الۡبَیِّنَۃُ ،
آجائے ،

اہل کتاب اور مشرکین اپنے کفر سے باز نہین آسکتے، جبتک کہ اُن کے پاس کھلی بات اور ظاہر حجت نہ آجائے، جبتک اُن کے پاس روشن تعلیم نہ آجائے ان کا درست ہونا ناممکن ہے، مشرکین کے پاس بجز ملت اسماعیلیہ کے دعوی کے اصل مذہب کا کوئی حصہ موجود نہین ہے، اہل کتاب کے پاس بھی صحیح کتاب صحیح تعلیم، صحیح خیالات نہین ہین تو بغیر ایک عظیم الشان **مصلح** کے یہ کبھی سدھرنے والے نہین،

(۲) رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً
یعنی خدا کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے

(۳) فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ
جن مین پکی باتین ہون ،

تو خدا کی طرف سے ایک پیغمبر کا آنا ضروری ہے۔ جو پاکیزہ اخلاقی تعلیم

کی کتاب پڑھ کر لوگون کو سنائے، جس مین نہایت درست اور صحیح احکام ہون
اعلیٰ اصول شرائع پر اس مین زور دیا گیا ہو، جو اختلافات اہل مذاہب نے
پیدا کر لئے ہین اُن کو اُڑا دے، اور سب کو ایک راہ مستقیم پر لے آئے، تو
جبتک اس طرح کا ایک **معلم** اور اس قسم کا **اعلیٰ کورس** نہ آئے دنیا کی
اصلاح ہو نہین سکتی، چنانچہ وہ دنیا کا عظیم الشان معلم **محمد** (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی صورت مین جلوہ گر ہوا۔ اور وہ اعلےٰ اخلاقی و روحانی کورس
قرآن ہے جس کی روشنی نے تمام عالم کو منور کر دیا،

(۴) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا
اور اہل کتاب بین دلیل آنے کے

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ
بعد ہی متفرق ہوئے

اہل کتاب مین جو کفر آیا ہے، جو اختلافات اُنہون نے پیدا کر لئے ہین
اور جن فرقہ بندیون مین یہ مبتلا ہین، یہ باتین اُس وقت اُن مین آئی ہین جب
اُن کے پاس پہلے صحیح تعلیم آچکی تھی، مگر اُنہون نے وہ سب کچھ بھلا دیا، اور
اختلافون، اور فرقہ بندیون مین پڑ گئے، ایک جماعت اگر خاص قانون
کی پابند ہو اور پھر بعد مین اُس جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائین تو یہ
اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر ایک نے اُس قانون کے بعض بعض حصے چھوڑ
دئے ہین یا بعض حصے سے بے توجہی کی گئی ہے، یا بعض غیر ضروری امور کو
ضروری امور سے زیادہ اہم بنا دیا گیا، اور یہ امور کفر مین داخل ہین، تو
جب بینہ اور تعلیم آنے کے بعد انہون نے اس تعلیم کو مسموم بنا دیا
اس کورس کو محفوظ نہ رکھا، ضروری اور غیر ضروری کو خلط ملط کر دیا انہین

پہلے پیغمبرون نے جو باتین بتائی تھین، جو جو احکام دئیے تھے وہ سب انہون نے بدل ڈالے، جو کچھ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ انہون نے نہ کیا، اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ کیا، تو اب جبتک کوئی نیا پیغمبر نئی تعلیم لیکر نہ آئے وہ کس طرح صحیح راستہ پر چل سکتے ہین،

(۵) وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِينَ
حالانکہ انھین یہی حکم دیا گیا تھا کہ خدا ہی کی بندگی کی نیت سے اسی کے

لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا
ہو کر اس کی عبادت کرین، اور نماز پر قائم رہین، اور زکوۃ دین

الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الۡقَيِّمَةِ،

اور یہی مضبوط مذہب کا طریقہ ہے،

حالانکہ دنیا مین جتنے پیغمبر آئے اور جتنی کتابین آئین اُن سب کی اصولی تعلیم جو تمام مذاہب کا مشترک مقصد ہے، یہی تہی کہ صرف خدا کی بندگی کرین، اُسی کے آگے سچے دل سے سرجھکائین، اور انسانیت کے دو اعلی فرائض پورے کرین، یعنی خدا سے پورا تعلق رکھین، اور خدا کی مخلوق کے ساتھ احسان و سلوک کرین جس کی ایک اچھی صورت نماز و زکوۃ ہے، یہی اعلے اور مضبوط مذہب ہے، اور یہی تمام دنیا کے مذاہب کا مشترک مقصد ہی اور یہی معیار ہی، مذہب کے سچے یا جھوٹے اور صحیح یا غلط ہونے کا، مگر لوگون نے مذہب کے یہ اصل ارکان چھوڑ دئیے، اور اُسکی جزئیات اور خصوصیات پر زور دے کر غیر ضروری کو ضروری اور ضروری کو غیر ضروری اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنا دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ مدت کے بعد مذہب انہین جزوی باتون اور قومی خصوصیات کا نام رہ گیا، اور اصل

مقصد جاتا رہا، اور اس طرح مذہب محرف ہوکر مسموم ہوگیا، جس سے نقصان کے سوا کسی نفع کی امید نہین، تحریف کی صرف یہی صورت نہین کہ کتاب کے لفظ کو اُڑا کر دوسرے لفظ رکھدئے جائین بلکہ کتاب کی بعض حصہ پر زور دینا، اور بعض کو کمزور کر دینا، ضروری اور غیر ضروری کی مراتب کو پلٹ دینا بھی تحریف ہے، جس سے مذہب تباہ ہو جاتا ہے،

(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ

اہل کتاب اور مشرکین مین سے جن لوگون نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ

وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا

مین ہون گے ہمیشہ اسی مین رہین گے

اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ،

یہی لوگ بدترین خلائق ہین

تو اہل کتاب اور مشرکین مین جو لوگ ایسے ہین کہ خدا کی بتائی ہوئی تعلیم کے منکر ہوگئے، اور مذہب کے مقصد یعنی توحید اور عبادتِ خدا، اور احسان الی الخلق کو پس پشت ڈالدیا، اور صحیح تعلیم آنے کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی سے بداخلاقیون پر اڑے رہے، ان کا انجام بہت بُرا ہوگا، اور وہ اپنی بداعمالیون کے بُرے نتائج دوزخ کی صورت مین پائین گے، جس کے عذاب سے اُن کو نجات نہین ہوسکتی، کیونکہ تمام مخلوق مین یہ بدترین تھے،

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ

جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے نیک عمل کئے یہی لوگ

ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (۸) جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

بہترین خلائق ہین ان کی جزا ان کے رب کے یہان

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ

جنت عدن ہے، جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ

فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا

اس میں رہیں گے، خدا اُن سے خوش، وہ خدا سے خوش،

عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۠

یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے،

اور جو لوگ خدا کی اس صحیح تعلیم کو مان لیں، اور خدا کی اطاعت کا پختہ ارادہ کرلیں، پھر اس تعلیم کے مطابق عمل بھی کرتے جائیں، اپنے فرائض کو محسوس کر کے پورا کرتے رہیں، یہ لوگ بہترین خلق ہیں، انھیں آئندہ زندگی میں ان اچھے کاموں کا اچھا نتیجہ جنت کی صورت میں ملے گا، جہاں ممکن سے ممکن انسانی راحت کے سامان ہوں گے، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، خدا اُن سے خوش ہوگا، وہ خدا سے خوش ہوں گے، اس سے بڑھ کر اور کون سی نعمت انسان کے لئے ہوسکتی ہے، یہ انسانی کمالات کی انتہا اور انسانی زندگی کی پوری کامیابی کا مرتبہ ہے، کہ خدا سے اُسے اس درجہ کا قرب حاصل ہو، تو یہ مرتبہ وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہے، جو اپنے بد انجام سے ڈر کر صحیح راہ اختیار کرتے ہیں، اور اپنے فرائض محسوس کر کے اپنی انسانیت کو مکمل اور کامیاب بناتے ہیں،

سورۂ زلزال

مکی - ۸ آیتین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا (۲) وَ
جب زمین اپنی بھونچال سے ہلا دی جائے گی، اور

اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا (۳) وَقَالَ
زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی اور آدمی کہے گا

الْاِنْسَانُ مَالَھَا (۴) یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن زمین اپنے قصے بیان

اَخْبَارَھَا (۵) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَھَا،
کرے گی، اس لئے کہ تیرے رب نے اس کو حکم بھیجا،

اس سورت کے اندر قیامت کے چند واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے اور اچھون اور برون کا انجام بتایا گیا ہے:-

جس دن زمین پر سخت زلزلہ آئے گا، اور زمین پھٹ جائے گی، اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب چیزین باہر نکل آئین گی، انسان گھبرا کر کہے گا کہ یہ کیا ہو گیا، اُس دن یہ زمین زبان حال سے اپنے سارے حالات بیان کردے گی، اور سب کو اپنے اپنے کام یاد آجائین گے، اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اُس کا اب کیا حشر ہونے والا ہے، دنیا مین رہ کر انسان کو یہان کے ناپائدار منافع اور جلد فنا ہو جانے والی لذتون مین

اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف اُسے توجہ نہین ہوتی، اپنے فرائض کی طرف نظر کرنے کا خیال نہین ہوتا، یہ نہین سمجھتا ہے کہ جو کام ہم کر رہے ہین، اُس کا کیا نتیجہ ہے، بس تمام غلطیون اور تمام بداخلاقیون کی پہلی بنیاد یہی ہے کہ انسان اپنے اعمال کی جزا و سزا سے غافل ہوجاتا ہے، تو جب قیامت آئے گی، اور یہ ساری دنیا فنا ہوگی، جب یہ سارا انتظام درہم برہم کردیا جائے گا، اُس وقت انسان کی آنکھ کھلے گی کہ یہ کیا ہوگیا، تو اُس دن حسرت وافسوس کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا، وہ زندگی عمل کے لئے نہین، بلکہ جزا و سزا بھگتنے کے لئے ہوگی،

(۶) يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا

اس دن لوگ متفرق ہو ہو کر آتے جائین گے، کہ ان کے

لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (۷) فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ

اعمال ان کو دکھائے جائین، تو جس نے ایک ذرہ برابر

ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (۸) وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ

نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا، اور جس نے ایک ذرہ برابر بدی کی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ،

ہوگی وہ اسکو دیکھ لے گا،

اُس دن تمام لوگ اپنے اعمال دیکھتے پھرین گے، جو کچھ دنیا مین انہون نے کیا ہے سب اُس دن پیش نظر ہوگا، ذرہ برابر عمل بھی ضائع نہ ہوگا، ایک ایک ذرہ کا بدلہ ملے گا، اور ہر عمل کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اگر اچھا عمل ہے تو اُس کی جزا، بُرا ہے تو اُس کی سزا ملے گی،

توانسان کو سب سے پہلے اس طرف توجہ کرنی چاہئے، کہ اُس کا
کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا ہے، نہ ہو سکتا ہے، ہر کام کا نتیجہ ضرور ملتا
ہے، یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو دیکھے کہ اُس کے کتنے
کام اچھے ہیں اور کتنے بُرے ہیں، یہ دیکھ کر اُسے چاہئے کہ جلد اپنی اصلاح
کی طرف متوجہ ہو جائے،

سورۂ عادیات

مکی - ۱۱ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

(۱) وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا (۲) فَالۡمُوۡرِیٰتِ
ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، جو پھر ٹاپ مار کر آگ

قَدۡحًا (۳) فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا (۴) فَاَثَرۡنَ
نکالتے ہیں، پھر صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں، پھر وہ اس وقت

بِہٖ نَقۡعًا (۵) فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا (۶)
غبار اُڑاتے ہیں، پھر اسی وقت جماعت میں جا گھستے ہیں "

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ،
بے شک انسان تو اپنے رب کا ناشکرا ہے،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے پروردگار کا نہایت ناشکرا ہے، پھر اس مرض کی علت اور اس کا علاج بتایا گیا ہے اور انسان کی ناشکری پر گھوڑوں کی شہادت پیش کی گئی ہے،

مریض کو اگر اپنے مرض کا علم نہ ہو تو یہ امر اُس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے، کیونکہ جب وہ اپنے مرض ہی کو تسلیم نہیں کرتا تو نہ تو وہ علاج کی ضرورت سمجھیگا اور نہ ہی اس کو پرہیز کی طرف توجہ ہوگی ایسی حالت میں ہر طبیب کا فرض ہے کہ مریض کو مریض ہونا منوا دے، اس کے بعد اس کا کمال یہ ہے کہ مرض کے اصلی سبب کو دریافت کرکے

مریض کو بتا دے کہ یہ مرض اس لئے پیدا ہوا تاکہ آئندہ وہ مریض اس سبب سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہے۔

قرآن نے یہاں ایسا ہی کیا ہے، اس سورت میں دعوے کیا گیا ہے کہ انسان ناشکری کے مرض میں مبتلا ہے، اپنے فرائض سے وہ غافل ہو گیا ہے، خدا نے جو قوتیں دی ہیں ان کو صحیح طریقہ سے صرف نہیں کرتا، ان کے اصل مقاصد سے وہ منہ موڑے ہوئے ہے، زندگی کا جو اصل مقصد تھا اس کو اس نے پس پشت ڈال دیا ہے، پھر انسان کے اس مرض پر گھوڑوں کی چند حالتوں سے ایسی قوی اور مستحکم شہادت پیش کی ہے جس کے بعد کوئی انسان اپنے مریض ہونے سے انکار نہیں کر سکتا اس کے بعد اس مرض ناشکری کا سبب بتایا ہے کہ انسان نے غلطی یہ کی ہے کہ جو امور اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بنائے گئے ہیں انہی امور کو اس نے زندگی کا اصل مقصد بنا رکھا ہے، اس کے بعد اس سبب کے دور کرنے کا علاج بتایا ہے، کہ انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے اعمال کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے،

انسان کی ناشکری پر
گھوڑوں کی شہادت

گھوڑے کی پانچ حالتیں بتائی گئی ہیں (۱) ہانپتے ہوئے دوڑنا (۲) پتھریلی زمین پر چل کر ٹاپوں سے آگ نکالنا، (۳) صبح ہوتے ہوتے دشمنوں پر جا کر چھاپا مارنا، (۴) اس قدر دوڑنا کہ غبار اڑنے لگے، (۵) اور جا کر دشمنوں کی جمعیت میں گھس جانا، یہ ہیں گھوڑے کی

وہ کارنامے، یا وہ خدمات جو وہ اپنے آقا کے لئے انجام دیتا ہے اور
اُس کی اس محنت، اس جانفشانی، اس تکلیف اور فرمانبرداری کو جس کی
انتہا بسا اوقات یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے لئے اپنی جان تک دیدیتا ہو
گھوڑے کی شرافت، اور وفاداری سے تعبیر کیا جاتا ہے، تو اب انسان دیکھے
کہ وہ کن احسانات کے بدلہ میں یہ خدمتیں ایک گھوڑے سے لیتا ہے،
کیا اس نے گھوڑے کو جسم دیا ہے؟ جان دی ہو؟ اگر جسم و جان نہیں دی
تو کیا وہ گھاس دانہ اُس کا بنایا ہوا ہے جو وہ گھوڑے کو دیتا ہے، اگر یہ
بھی نہیں تو پھر کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق
سمجھتا ہے، کہ گھوڑا اس کی خدمت میں اپنی جان تک دیدے؟ وہ صرف چند
پیسے کی گھاس ہے جو خرید کر گھوڑے کے آگے رکھہ دی جاتی ہے، اور
پھر ایک منصف سے منصف، اور رحمدل سے رحمدل انسان یہ فیصلہ کرتا ہے
کہ اس سے یہ سخت ترین خدمات لینی بالکل صحیح اور انصاف پر مبنی ہے،

تو اے ناشکرا، اور جلد احسان بھول جانے والا انسان! جب تو صرف
چند تنکے گھاس پر گھوڑے سے ایسی ایسی خدمات کی امید رکھتا ہے تو ذرا
اپنے گریباں میں سر ڈال کر دیکھ کہ تو اپنے اس پیدا کرنے والے، پرورش
کرنے والے، اور زندگی کی تمام چھوٹی بڑی ضروریات کے مہیا کرنے والی
آقا کی کتنی خدمت کرتا ہے، اور اس کے کتنے اور کیسے کیسے حقوق تو نے ادا
کئے ہیں، تجھ پر افسوس کہ تو ناشکر ہے! پھر تجھ پر افسوس! کہ تو ناشکر
ہونے کے ساتھ بے انصاف بھی ہے، کیا جس خالق نے تجھ کو ایک بیمقدار
ذرہ سے اس حیثیت تک پہونچایا، جس نے دنیا میں تیرے آتے ہی
تیری پرورش کیلئے یہ کچھہ اعلیٰ انتظام کئے، اور جو آج بھی تیری ناشکریوں کو

دیکھتا ہے، اور درگذر کرتا ہے، اور اپنی رحمت و فضل کا دروازہ تجھ پر بند نہین کرتا، کیا اس کا تجھ پر اتنا بھی حق نہین جتنا تیرا حق ایک گھوڑے پر ہے ؟

(۷) وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ،
اور اس پر تو وہ خود گواہ ہے،

جس آدمی کے دماغ مین کچھ عقل ہے، اور جس مین کچھ انسانیت موجود ہے وہ یقیناً اس پر غور کرنے کے بعد یہی فیصلہ کرے گا کہ وہ بے شک اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے، جب یہ خود اس کا فیصلہ ہے تو اُسے چاہئے کہ جلد اس مرض کا علاج کرے، اور جس بات سے یہ مرض پیدا ہوا ہے اس کے دور کرنے کی فکر کرے

مرض کا اصلی سبب

(۸) وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ
اور وہ مال کی محبت مین نہایت سخت ہے

اصل مرض کی علت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دنیا مین آیا تھا اُسے بھول بیٹھا، جو اُسے کرنا تھا اُس سے غافل ہو گیا، ایک خدا کے بندے کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ بڑی محبت خدا کے ساتھ رکھے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ، ایمان والے شدید محبت اللہ کے ساتھ رکھتے ہین، کیونکہ وہ سمجھتے ہین کہ خدا ہی نے پیدا کیا ہے، اور اسی کے یہان پھر کر جانا ہے، اسی نے ہر طرح کی نعمتین دی ہین، اور وہی زیادہ محبت کا مستحق ہے، اسی خدا نے جو قوتین دی ہین، جو جو نعمتین دی ہین ان کا شکریہ ہے کہ ان قوتون اور ان نعمتون کو صحیح موقع مین استعمال کرے، صحیح مصرف مین

صرف کرے، خدا نے ہاتھ دیا ہے تو ہاتھ کے فرائض ادا کرے، پاؤں دیا ہے
تو پاؤں کے کام کرے، عرض یہ کہ آنکھ، ناک، زبان، دماغ، عقل،
دل، وغیرہ وغیرہ جو جو اعضا، یا مال و دولت وغیرہ وغیرہ جو جو نعمتیں خدا نے
اسے دی ہیں ان سے صحیح طریقہ سے کام لینا ہی خدا کا شکر ادا کرنا ہے
خلاصہ یہ کہ اپنی زندگی کے مقصد کو معلوم کرنا اور اس کو پیش نظر رکھ کر اپنے
فرائض میں مشغول رہنا، یہ ہے انسانی زندگی کا اصل مقصد، مگر انسان
نے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ اس زندگی کو درست اور قائم اور صحیح رکھنے کے
لئے جو چیز پیدا کی گئی ہے، اس نے ان ہی چیزوں کو حاصل کرنا، اور اپنی پیا
اپنی ساری زندگی صرف کر دینا اپنا مقصد زندگی بنا لیا ہے " خوردن برائے
زندگی ست نہ زندگی برائے خوردن" کو اس نے اُلٹ کر زندگی کا مقصد
کھانا کمانا، روپیہ جمع کرنا، سمجھ لیا ہے، حالانکہ اس کو غور کرنا چاہئے،
تھا کہ جس زندگی کے قائم رکھنے کے لئے وہ اس قدر محنت کرتا ہے، جس
زندگی کو درست رکھنے کے لئے اس قدر سامان اس عالم میں پیدا کئے گئے
ہیں، اس زندگی کا مقصد کیسا اعلیٰ اور اہم ہوگا، تو جو لوگ دنیا میں آکر
دنیاوی مال و منال کو اپنی زندگی کا اصل مقصد قرار دیتے ہیں، وہ مال
کی زیادہ محبت رکھتے ہیں، پھر اپنی ہستی اور اپنا انجام بھول جاتے ہیں، اور
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کا خیال اُن کے دلوں سے جاتا رہتا ہے، تو
دنیا کی محبت بُری نہیں، بلکہ اصل مقصد کو بھول جانا، اور غیر مقصود کو مقصود
بنا لینا ہی تباہی کا اصلی سبب ہے، سب سے زیادہ محبت خدا کے لئے مخصوص
ہے، مگر اس نے اس کو اُلٹ دیا، سب سے زیادہ محبت مال سے رکھی،
اور خدا کو بھول گیا، حالانکہ اس کو چاہئے تھا کہ دنیا میں رہ کر دنیا بھی

حاصل کرتا، روپے بھی کماتا، آرام و راحت بھی اٹھاتا، مگر خدا کو ہر حال میں یاد کرتا، اُس کی محبت دل میں سب سے زیادہ رکھتا، اپنے فرائض سے کسی حال میں غافل نہ ہوتا، اس طرح دونوں جگہ کامیاب ہوتا، مگر اس نے اپنی زندگی کا مقصد نہ سمجھا، اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھا تو یہ بہت بڑا مرض ہے جس کا علاج ضروری ہے۔

اس مرض کا علاج

(۹) أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي

تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جو کچھ قبروں میں ہے جب وہ اُٹھا کھڑا کیا

الْقُبُورِ (۱۰) وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ

جائے گا، اور جو کچھ سینوں میں ہے وہ ظاہر کر دیا جائیگا،

(۱۱) إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ

اس دن اس کا رب ضرور اس کی خبر لے گا،

اُس کا علاج یہ ہے کہ یہ اپنے اعمال کی ذمہ داری محسوس کرے اس پر غور کرے، کہ جو جو کام یہ یہاں کر رہا ہے اس کا نتیجہ ملنا ضرور ہے مر کر یہ فنا نہیں ہو جائے گا، بلکہ آیندہ زندگی میں یہاں کے اچھے اور برُے اعمال کے مطابق جزا یا سزا بھگتنا پڑے گا، کیونکہ خدا نے یہ دنیا یوں ہی نہیں بنائی، یہ اعلیٰ نظام جس پر یہ کارخانہ چل رہا ہے، بلا نتیجہ و انجام نہیں، جس دن یہ نظام اُلٹ دیا جائے گا، اور دوسری زندگی شروع ہوگی، اس وقت وہ خدا جس کے محیط علم سے دنیا کے کوئی حرکت و سکون، اور کسی انسان کا کوئی عمل باہر نہیں، اور جس پر

ہر ایک چھپے بھید اور کھلی باتین ظاہر ہین، ضرور تمام اعمال کا جائزہ لے گا اور ایک ایک ذرہ کا مواخذہ ہوگا۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق یا ابدی راحت و آرام ملے گا، یا ابدی تکلیف و عذاب بھگتنا ہوگا، اس حقیقت پر انسان کو غور کرنا چاہئے، اور پھر سمجھنا چاہئے کہ دنیا جس کو ہم اپنی زندگی کا اصل مقصد بنائے ہوئے ہین، جلد فنا ہوجانے والی ہے، اس قابل نہین کہ اس کی فانی لذتون مین رہ کر انسان اپنی آئندہ زندگی کو بھول جائے، اور اس کے لئے تیاری نہ کرے، اور حیوانات کی طرح اپنی زندگی کا بڑا مقصد اُس جسم کی پرورش کو سمجھے، اور انسانیت کے فرائض جو اُسے حیوانات سے ممتاز کرتے ہین، پس پشت ڈالدے،

سورۂ قارعہ

مکی - ۱۱ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اَلْقَارِعَةُ (۲) مَا الْقَارِعَةُ (۳) وَ
عظیم الشان حادثہ! کیا ہے عظیم الشان حادثہ؟ اور

مَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ (۴) يَوْمَ
تجھے کیا خبر کہ وہ عظیم الشان حادثہ کیا ہے؟ جس دن

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ،
لوگ بکھرے ہوئے پروانے کی طرح ہو جائیں گے،

(۵) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ،
اور پہاڑ دُھنی ہوئی پشم کے مانند ہو جائیں گے،

(۶) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (۷)
تو جس کسی کا پلہ بھاری ہوگا

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۸) وَاَمَّا مَنْ
وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا اور جس کا

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۹) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ
پلہ ہلکا ہوگا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا

(۱۰) وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (۱۱) نَارٌ حَامِيَةٌ،
اور تجھے کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ جلتی ہوئی آگ ہے،

وہ سخت حادثہ جب آئے گا، اور تم جانتے ہو وہ سخت حادثہ کیا ہوگا؟ وہ ایسا ہولناک حادثہ ہوگا کہ انسان کو بکھرے ہوئے پروانون کی طرح تتر بتر کردے گا، پہاڑون کے ٹکڑے اڑ جائین گے، اور وہ دُھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑنے لگین گے، تو یہی حادثہ قیامت ہے جبکہ دنیا کا یہ موجودہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور وقت آجائے گا کہ انسان کو اس کے اعمال وافعال کی جزا وسزا دی جائے گی، اس دن خوشی کی زندگی اُسے نصیب ہوگی، جس کے اچھے کامون کا پلہ بھاری ہوگا۴ اس کو اُس کی بداعمالیون کی سزائین نہایت تلخ اور دردناک زندگی ملے گی، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، جو بھڑکتی ہوئی آگ کا نام ہے، یہ مجازاہ ایک ضروری حقیقت ہے، جس کو نہ ماننے سے تمام اعمال کا سلسلہ درہم برہم ہوجاتا ہے، اور پھر کامون کے اچھے اور بُرے ہونے کے کوئی معنی نہین رہتے، آم کے درخت کو اچھا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اُس کا پھل اچھا ہے، اسی طرح بُرے اور بدذائقہ پھل کے درخت کو بُرا سمجھا جاتا ہے، تو کامون کے اچھے اور بُرے نتیجے اگر نہ ملین تو کام کے اچھے اور بُرے ہونے کے کوئی معنی نہین، اور یہ ظاہر ہے کہ کامون کے اچھے اور بُرے ہونے کے فیصلہ پر تمام دنیا متفق ہے، اور یقینی امر ہے، تو پھر یہ بھی یقینی ہے کہ کامون کا اچھا اور بُرا نتیجہ ملنا ضروری ہے؛

۴ اور جس کی بداعمالیان زیادہ ہون گی یعنی جس کے بُرے کامون کا پلہ بھاری ہوگا

سورۂ تکاثر

مکی - ۸ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ (۲) حَتّٰی زُرْتُمُ

فخر (ومباہات) نے تمہین غفلت مین ڈال رکھا ہو، یہان تک کہ تم

الْمَقَابِرَ (۳) کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴)

قبرون مین جا ملو، خبردار رہو عنقریب جان جاؤگے،

ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ،

پھر خبردار رہو عنقریب جان جاؤگے،

دنیاوی مال و دولت، اور فانی اور ناپائدار منافع پر آپس مین فخر کرنا، اور اپنے کو بڑھ چڑھ کر بتانا، انھین کامون نے تم لوگون کو زندگی کے اصل مقصد سے غافل کر رکھا ہے، تمہاری بڑی سے بڑی کوشش اس مین صرف ہوئی کہ تمہین لوگ سب سے زیادہ مالدار، سب سے زیادہ معزز سب سے زیادہ ممتاز سمجھین، مکان بڑا عالیشان ہو، کپڑے ایسے ہون کہ مجمع مین سب لوگ اسی طرف دیکھین، روپے خوب زیادہ ہاتھ آئین اور ٹھاٹ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر ہو، بس تم اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہی سمجھتے ہو، اور اسی زیادہ طلبی اور فخر و غرور کی خواہش تمہین مرتے دم تک خدا سے غافل رکھتی ہے، اور قبرون مین پہونچنے تک تم اس حیوانی زندگی مین رہ کر اپنے اعمال و افعال کے نتائج، اور اپنی زندگی کے اصل مقصد کو

بھولے رہتے ہو، یاد رکھو کہ اس غفلت، اور ان بُرے اعمال کا انجام تم کو معلوم ہو جائے گا، اور مرنے کے بعد تم کو علم ہوگا کہ تم کیا کرتے رہے اور اس کا کیا نتیجہ پیش آیا، یہ زندگی یوں ہی مرنے کے بعد ضائع نہ ہوگی، اس کا کچھ انجام ضرور ہوگا، جو اچھے اور بُرے بدلے کی صورت میں تمہیں ملے گا،

(۵) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ،

نہیں! کاش تم اس کو یقینی طور پر جانتے!

تمہاری یہ غفلت، اور جزا و سزا کو بھول بیٹھنا نہایت مضر ہے، کاش تم غور کرو، اور کچھ سمجھو کہ جس جسم کی پرورش جس ہستی کی راحت و آسائش کے لئے تم اپنی زندگی کے تمام اوقات صرف کرتے ہو، جس زندگی کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے تم چوبیس گھنٹہ محنت کرتے رہتے ہو، اور جس کی حفاظت کے لئے تم دنیا کی ہر ایک چیز سے خدمت لیتے ہو وہ بڑی ہستی اور وہ اہم زندگی کس کام کے لئے ہے، خوردن برائے زندگی ست نہ زندگی برائے خوردن، اس کا ضرور کوئی عظیم الشان مقصد ہونا چاہئے، جب ایک چھوٹی سی چھوٹی چیز مصلحت و نفع، غرض و حکمت سے خالی نہیں، تو یہ بڑی انسانی ہستی جو تمام مخلوقات اور ساری کائنات عالم سے بڑی اور افضل ہے، کس طرح بڑی غرض و مقصد سے خالی ہو سکتی ہے، یہ ایک نہایت ظاہر بات ہے جس کو ہر انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے، تو پھر انسانی زندگی کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ خالق اور مخلوق سے صحیح تعلق پیدا کرے، اپنے پیدا کرنے والے کے آگے سر رکھے اور اس کی ساری مخلوق سے رحمت و احسان کا برتاؤ کرے، تمام مذاہب یہی مقصد انسان کو بتاتے ہیں، اور اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے مختلف عبادتوں کی تعلیم دیتے ہیں، اچھے اخلاق پر زور

دیتے ہین، بُرے کامون سے روکتے ہین، اسلام یہی لے کر آیا ہے، اور یہی اس کا مقصد ہے، جو اس تعلیم کو قبول کر کے اپنی اصلاح کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اپنی بداخلاقی نہ چھوڑے وہ اپنی سزا بھگتے گا،

(۶) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (۷) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
تم ضرور جلتی ہوئی آگ (دوزخ کی) دیکھو گے، پھر تم اس کو اپنی آنکھون سے

عَيْنَ الْيَقِينِ (۸) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ
یقینی طور پر دیکھو گے، پھر اس دن تم سے نعمتون

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ
کے بارے مین پوچھا جائے گا،

اگر تم اس بسیار طلبی، حرص و ہوا، فخر و غرور سے باز نہ آوٴ گے، اپنی اصلاح نہ کرو گے، تو تم جہنم دیکھو گے، اور یقیناً اپنی آنکھون سے دیکھو گے اور تم سے خدا ان نعمتون کا حساب لے گا جو تمہین اس لئے دی گئی تھین کہ ان سے اپنی زندگی کی حفاظت اور اس کی ضروریات پوری کر کے اپنے اعلے مقاصد کو پورا کرو، پھر تمہین تمہاری بداعمالی جہنم مین گھسیٹ کر لے جائے گی جہان بجز دردناک عذاب اور دھکتی ہوئی آگ کے اور کوئی چیز تمہاری تواضع کے لئے نہین،

سورۂ عصر

مکی - ۳ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالْعَصْرِ (۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ
زمانے کی قسم کہ انسان ضرور خسارے مین ہے،

زمانہ شاہد ہے کہ انسان خسارے مین ہے، مگر اس خسارے اور نقصان سے وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہین جو ایمان لائین، عمل صالح کرین، تواصی بالحق کرین، اور تواصی بالصبر کرین،

عربی زبان کی وسعت اس قدر ہے کہ ایک چیز کی مختلف حالتون اور مختلف حیثیتون کے لحاظ سے اس کے مختلف نام ہوتے ہین، اور ہر حالت کے لئے جدا جدا الفاظ ہوتے ہین مثلاً انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کی مختلف عمرون کے لحاظ سے پچاسون لفظ ہین، اسیطرح زمانہ کو مجموعہ کے لحاظ سے دہر کہتے ہین، اور اس حیثیت سے کہ وہ فنا ہوتا رہتا ہے اور جلد جلد گذرجاتا ہے عصر کہتے ہین، اسی لئے لفظ عصر عموماً گذشتہ زمانہ کے لئے بولا جاتا ہے، اسی لئے عصر شام کے وقت کو کہتے ہین جب دن گذرجاتا ہے، تو لفظ عصر بیان لانے سے یہ مقصد ہے کہ لوگون کو اس سے گذشتہ زمانے یاد آئین، اور زمانہ کے زوال اور جلد جلد فنا ہونے کی طرف توجہ ہو، گذشتہ زمانے یاد آنے سے یہ ہوگا کہ گذشتہ اقوام کے وقائع، اُن کے حالات، اور اُن کے انجام ونتائج پیش نظر

ہونے سے عبرت حاصل ہوگی، اور زمانے کی سرعت زوال کی طرف توجہ ہونے سے یہ نفع ہوگا کہ زندگی کے چند باقیماندہ دنون کی قیمت معلوم ہوگی طبیعت نہایت مستعدی سے کام کی طرف متوجہ ہوجائے گی، اور یہ بات پوری طرح ذہن مین آجائے گی کہ ہمارا سارا سرمایہ جس کو ہم زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتے ہین، وہ نہایت جلد فنا ہوتا جاتا ہے اور ہم غافل پڑے ہوئے ہین، اسی لئے خدا نے لفظ **عصر** سے دو باتون پر شہادت پیش کی ہے،

(۱) مجازاۃ، کہ لوگ گذشتہ اقوام کے حالات پر غور کرین کہ اچھی یا بُری قومون کا کیسا اچھا یا بُرا انجام ہوا، اور سمجھین کہ اسی طرح انھین بھی اچھے اور بُرے کامون کا نتیجہ ضرور ملے گا،

(۲) انسان کے خسارے پر، کہ جو چیز انسان کا اصل سرمایہ ہے، جسے وہ زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتا ہے، اور جس پر بھروسہ کرکے وہ تمام باتون سے غافل ہوجاتا ہے، کس قدر جلد زائل ہونے والی، اور کس سرعت سے فنا ہوجانے والی ہے، حالانکہ انسان اسی زمانہ یا زندگی کے چند دنون پر اتنا بھروسہ کرتا ہے کہ موت کو بھول جاتا ہے، اپنی زندگی کے ختم ہوجانے سے غافل ہوجاتا ہے، اور خدا کے یہان جانے، اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنے کو فراموش کردیتا ہے، اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے، کہ کسی کا سرمایہ **برف** ہو اور بجائے اس کے کہ وہ جلد اس سے تجارت کرکے اپنے سرمایہ کو بڑھائے، صرف اس کی رونق، اور اس کی ٹھنڈک کا لطف حاصل کرتا رہے، بالآخر جب وہ پگھل کر پانی ہوجائے تو افسوس کرنے بیٹھے، یہی حالت انسان کی ہے، کہ جس زندگی پر وہ بھروسہ کررہا ہے وہی اسے فنا کررہی ہے، اور اس کی موت کو اس کے قریب لا رہی ہے، اور یہ

اسی کے بھروسہ پر اپنی زندگی کے تمام مقاصد کو بھول بیٹھا ہے، اور اپنے انجام سے بالکل بے خوف ہو،

تو اسے چاہئے کہ اپنے خسارے کو سمجھے، اپنی ناکامیابی کا خوف کرے اپنے سُدھارنے، اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے، اس باقیماندہ وقت کو جو گذشتہ اوقات کی طرح عنقریب گذر جانے والا ہے، غنیمت سمجھ کر جو کچھ کرنا ہو کرلے، تاکہ آئندہ زندگی میں کامیابی نصیب ہو، اور اس غفلت کے نتیجے میں اُسے ابدی دردناک مصیبت اٹھانی نہ پڑے

(۳) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی،

تو وہ کام جس سے زندگی کامیاب ہو، اور خسارے سے انسان محفوظ رہے چار ہیں، جو لوگ کامیاب ہوئے ہیں انہیں کاموں سے، اور جو ناکام ہوئے ہیں وہ انہیں کاموں کو چھوڑ کر،

(۱) ایمان

دل میں یقین پیدا کرنا خدا کا، اس کے عظمت وجلال کا، اس کی قدرت وغلبہ کا، اپنی بندگی کا، اس کا کہ ہم ہر وقت، ہر ساعت، ہر آن، اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اس کا کہ ہمارا اور ہماری تمام ضروریات کا، تمام عالم کا، جو چیزیں ہم دیکھتے ہیں، جو ہم نہیں دیکھتے ہیں، سب کا خالق اور سب کا مالک وہی ایک خدا ہے، اس کا یقین کہ اُس کی بندگی ہم پر ضروری ہے

اس کی رضاجوئی ہمارا فرض ہے، اس کی تسبیح وتقدیس ہماری زندگی کا بڑے سے بڑا مقصد ہے، اس کی اطاعت اور فرمان برداری ہمارے لئے اعلیٰ ترین کمال ہے، پھر ان باتوں پر صرف یقین کر لینا ہی ایمان کے لئے کافی ہیں، بلکہ اس یقین کے ساتھ اس کی اطاعت کا پختہ ارادہ، اس کے آگے جھکنے اور اس کی رضاجوئی کے لئے ہر وقت، ہر حال میں تیار ہو جانے کا مصمم عزم بھی ایمان کے لئے ضروری ہے،

تم اگر کامیاب زندگی چاہتے ہو، خسارے سے محفوظ رہنے کا تمہیں خیال ہے تو خدا کے متعلق صحیح علم جو تمکو پہونچا ہے، اپنے اوپر جن امور کے ضروری ہونے کا تمہیں یقین ہے، اس پر پابندی کا پختہ ارادہ کرو، یہ مصمم عزم کر لو کہ ان امور پر کاربند ہونے سے دنیا کی کوئی قوت تمہیں نہیں روک سکتی، جب یہ ارادہ تمہارے قلب میں پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ اب تم صراط مستقیم کی پہلی منزل میں آئے جس پر چلنے والے مومنین کہلاتے ہیں، اور جس میں داخل ہونے سے پہلے ہی بہت لوگ اپنے کو مومن سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ صرف خدا کا یقین، رسول کی رسالت کا اعتقاد اور اپنے فرائض کا علم بغیر خدا کی اطاعت کا ارادہ کئے، اور بغیر ان فرائض کے پورا کرنے کا عزم مصمم کئے، مومن بنانے کے لئے اسی طرح ناکافی ہے جس طرح نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی کا دیکھنا بغیر پئے ہوئے، ایک پیاس سے تڑپنے والے کی پیاس بجھانے کے لئے،

کون کہہ سکتا ہے کہ **ھرقل** شاہ روم کو خدا کا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا یقین نہ تھا، حالانکہ اس نے خود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، اور اپنے اس یقین کو یوں ظاہر کیا کہ

یہ پیغمبر ہمارے ملکوں پر حکومت کرے گا،

خود منافقین کی جماعت میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے، جو زبان و عمل کے ساتھ دل میں بھی یقین رکھتے تھے، اور یہ یقین اس درجہ کا تھا کہ ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے کہ خدا ہماری حالت مومنین پر ظاہر نہ کر دے یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ (منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ آجائے جو ان کو ان کے دلوں کی باتوں کی اطلاع دیدے،) (توبہ) مگر باوجود اس یقین، اس اقرار اور پھر اس عمل کے وہ مومنین میں شمار نہیں کئے گئے، کیونکہ ان کو اس یقین، اور اس اعتقاد کے بعد بھی اپنے فرائض کا احساس نہ ہوا، اور ان کے دل میں خدا کی اطاعت کا ارادہ ہی پیدا نہ ہوا، وہ زبان سے اقرار ضرور کرتے تھے، وہ عمل بھی کرتے تھے، مگر اس لئے نہیں کہ خدا کی اطاعت کرتے ہیں، اس لئے نہیں کہ اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں، بلکہ وہ اپنے ان کاموں سے جلب منفعت میں ایک جال کا کام اور دفع مضرت میں ایک ڈھال کا، اس لئے ایمان اسی وقت ہو سکتا ہے جب خدا کی اطاعت کا ارادہ بھی دل میں پیدا ہو جائے،

(۲) عمل صالح

جب تم خدا کی اطاعت کا اور جو فرائض اس نے تمہارے مقرر کئے ہیں اُن کے پورا کرنے کا ارادہ کر لو، تو اب جو فرائض تمہیں بتائی جائیں اُن پر عمل کرو، اور جو جو کام اچھے ہوں وہ کرتے جاؤ، اسی میں تمہاری صلاح و فلاح ہے، اور اسی لئے اعمال حسنہ کو **صالحات** کہا گیا ہے اسی سے

تمہاری معاش و معاد (موجودہ اور آئندہ زندگی) کامیاب ہوگی، اور اسی سے تمہاری فطرت اس اعلیٰ کمال تک پہونچے گی جس کی صلاحیت و استعداد تمہارے اندر رکھی گئی ہے، اسی مین تمہاری اور سارے عالم کی ترقی وفلاح ہوگی، کیون کہ تم اس دنیا کے ایک حصہ ہو، اور اسی نظام کے اندر تم بھی چل رہے ہو، جس پر یہ تمام کارخانۂ عالم چل رہا ہے، اور اسی لئے عمل صالح ایسے کام کا نام ہے جو اس حکمت و تدبیر کے موافق ہو، جس پر یہ بڑا کارخانۂ عالم چل رہا ہے، اور جو کام اس حکمت و تدبیر کے مخالف ہو، جو کام عالم کے اس بہترین نظام مین خلل انداز ہو، اور جو دنیا کی ترقی مین سدِ راہ ہو وہی عمل بُرا ہے،

(۳) آپس مین حق کی وصیت کرنا

مگر صرف یقین اور عمل سے یہ نہ سمجھو کہ اپنے مقصد تک پہونچ گئے، اس غلط فہمی مین نہ پڑو، کہ اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کر چکے، اور صراط مستقیم کے تمام منازل طے کر چکے، بلکہ اس کے بعد بھی اور چند اہم کام باقی ہین، جن پر تمہاری ہستی کا دار مدار ہے، جن پر قوم کی زندگی موقوف ہے، اور جن کے بغیر کوئی قوم قومی حیثیت سے کامیاب اور فلاح یاب نہین ہوسکتی،

اب تم کو یہ کرنا ہے کہ اپنے ہم خیالون مین ہر ایک کو حق کی اتباع کی، اس کی تائید و تقویت کی، اس پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی اس کے تبلیغ و اشاعت کی وصیت کرو، یاد دہانی کرتے رہو، اِن کو بتاتے رہو کہ تمہارے یہ یہ فرائض ہین، خدا کے اور خدا کی مخلوق کے تم پر یہ یہ حقوق

ہیں، تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے ساتھ لو لگاؤ، اور اس کی مخلوق کے ساتھ رحم و ہمدردی کا برتاؤ کرو، غرض یہ کہ **حق** کے متعلق ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے کی خبرگیری کرتے رہو، جس کو سست دیکھو جس کو حقوق ادا کرنے میں غافل پاؤ، اس کو یاد دہانی کردو، اس باہمی یاد دہانی اور اس جماعت کی باہمی وصیت کا یہ اثر ہوگا کہ جو اخلاق تم میں آچکے ہیں، اور جو روح تم میں پیدا ہو چکی ہے وہ روز ترقی پر رہے گی، اور جس منزل تک تم پہنچ چکے ہو، اس سے آگے بڑھتے جاؤ گے،

(۴) آپس میں صبر کی وصیت کرنا

ہاں حق کی وصیت، اور اس کی یاد دہانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپس میں صبر کی بھی وصیت کرتے رہو، **حق** پر پابند ہونے، اس کی تائید و حمایت کرنے، اس پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنے، اور اس حق کی آواز بلند کرنے میں، رکاوٹیں پیش آئیں گی، موانع سد راہ ہوں گے، تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا ہوگا، تو اس وقت تمہارے پاس عمر **فاروق** رض کا مصمم ارادہ راسخ عزم اور سینے کے اندر خالد بن ولید رض کا مضبوط اور بہادر دل ہو جو ان تمام رکاوٹوں کی فوج کو ایک حملہ میں شکست دے کر کام کے لئے اپنا راستہ صاف کرلے،

تمہارے پاس بلال رض و خبیب رض کا صبر و تحمل ہو، کہ حق کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار رہو، حق کے لئے مال و دولت، ملک و وطن، سب کو قربان کردو، یہاں تک کہ کلمۂ حق کی حمایت میں اگر خود اپنے رگ گلو کو کٹتے دیکھو تو اف نہ کرو، اور ہزار جان سے قربان ہو جاؤ،

یہان پہونچ کر تمہاری کوششین کامیاب ہون گی اور تمہارے زیر قدم وہ منزل ہوگی جس کا نام منزل مقصود ہے، اور تم ان لوگون داخل ہوجاؤگے جو اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ، کہکر یاد کئے گئے ہین، پھر دنیا تمہاری ہوگی نہ کہ تم دنیا کے، اور آخرت تمہاری ہوگی نہ کہ اورون کی،

سورہ ہُمزہ

مکی - ۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم،

(۱) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (۲) الَّذِي

ہر عیب چینی کرنے والے اور آوازے کسنے والے کے لئے ہلاکی ہے، جو مال جسع

جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (۳) يَحْسَبُ اَنَّ

کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے، خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو

مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ،

ہمیشہ رہنے دے گا،

بعض ناعاقبت اندیش انسان ایسے ہوتے ہیں جو روپیہ اور اس دنیا کی فانی لذتوں کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اپنے اخلاق کے اصلاح کی طرف توجہ نہیں ہوتی، ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس طرح ملے روپیہ حاصل کئے جاؤ، چاہے اس میں بداخلاقی کا مرتکب ہونا پڑے یا انسانیت کو بالائے طاق رکھ دینا پڑے، ایسے لوگوں کی حالت رفتہ رفتہ ایسی بگڑ جاتی ہے کہ وہ ایک حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں، اور اپنی انسانیت کے جوہر کو کھو بیٹھتے ہیں، پھر ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ نیک اخلاق والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اچھے لوگوں کی نکتہ چینی کرتے ہیں، ان پر آوازے کستے ہیں، اور ان کی ہنسی اڑاتے ہیں، کیونکہ ان کی نظروں میں اگر کوئی چیز عزت رکھتی ہے، یا کوئی چیز توجہ اور محبت کی مستحق ہے تو وہ صرف

روپیہ ہے، جس کو وہ خوب گن گن کر رکھتے ہین،

تو اے غافلو! اور اے اپنی زندگی کو تباہ کرنے والو! تمہین کچھ خبر ہی کہ کیا کر رہے ہو؟ جن چمکدار سکّون کی رنگینی نے تمہین مسخر کر لیا ہے جن کی محبت مین تم اپنی انسانیت کھو چکے ہو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہین موت سے بچالین گے؟ یا وہ تمہین فنا ہونے سے محفوظ رکھین گے؟ اور تمہین دنیا مین ہمیشہ باقی رکھ سکین گے؟

(۴) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (۵) وَمَا
نہین وہ تو ضرور جلتی ہوئی آگ مین ڈالا جائے گا، اور تو

أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (۶) نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ
کیا جانے کہ وہ جلتی ہوئی آگ کیا ہے! وہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہو

(۷) الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (۸) إِنَّهَا
جو دلون تک چڑھ آئے گی، وہ ان کے

عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ (۹) فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ،
اوپر چارون طرف سے بند ہوگی، بڑے بڑے ستونون مین،

ہرگز نہین، یہ دنیاوی مال و دولت فانی چیزین ہین، ان کے بھروسہ پر اپنے انجام سے غافل ہو جانا نہایت تباہی کا باعث ہو، ان کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر ان کے حاصل کرنے مین بداخلاقیون کی پروانہ کرنا، سخت غلطی ہے، جب یہ چیزین فنا ہو جائین گی، اور جب یہ کارخانۂ عالم درہم برہم کر دیا جائے گا، اور تمام اعمال کے مواخذہ کا وقت آئیگا، اس وقت ایسے لوگون کو جو مال و دولت مین پڑ کر اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پسِ پشت ڈالے ہوئے ہین، ان بداخلاقیون کی سزا مین جہنم مین جانا

پڑے گا، جہان دہکتی ہوئی آگ اِن کے لئے تیار ہوگی، جو لمبے ستونون کے درمیان ہے، یعنی اپنے مخزن مین محفوظ ہے، وہ ایسی آگ ہے کہ دلون کو جلا دے گی،

تو لوگون کو چاہئے کہ دنیاوی مال کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر اپنی آئندہ زندگی، اور اپنے انجام کو نہ بھول جائین، اپنی زندگی قائم رکھنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دنیا کی اور دنیا کے مال کی بے شک ضرورت ہے، اور ہر انسان اس کو حاصل کر سکتا ہے، مگر ہر حالت مین اپنا مقصد پیش نظر رہنا چاہئے، اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کا جواب دہ سمجھنا چاہئے،

سُورۂ فیل

مکی - ۵ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ
کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا

الۡفِیۡلِ (۲) اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ
کیا؟ کیا ان کی تدبیروں کو بیکار نہ کر دیا؟

(۳) وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ (۴)
اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے

تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ (۵) فَجَعَلَہُمۡ
ان پر پتھر کے ٹکڑے پھینکتے تھے تو ان کو کھائی ہوئی

کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ،
بھس کے مانند کر دیا،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان حق پر ہو تو مخالفین کی قوت سے مرعوب نہ ہو جائے، اور اللہ سے مدد کا پورا امیدوار رہے، توحید کی تعلیم کا ایک مدرسہ جسے ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے بنایا تھا، اس کے توڑنے کے لئے ایک بادشاہ حملہ کرتا ہے، ہاتھیوں اور فوجوں کے ساتھ خانۂ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے آتا ہے، شہر کے آدمی مقابلہ کی تاب نہ لا کر اس کے رحم پر چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں، مگر خدا

اس مدرسہ ابراہیمیہ کو جس سے توحید کا چشمہ پھوٹ کر تمام دنیا کو سیراب کرنے والا ہے، ضائع نہین ہونے دیتا، اور اُن تمام حملہ آورون کو تباہ کر دیتا ہے، اور سب کے سب ہلاک کر دئے جاتے ہین،

تو پھر ایک حق گو جس کا مقصد دنیا کی اصلاح اور حق کی آواز بلند کرنا ہے، کبھی کسی مخالف قوت سے مغلوب نہین ہو سکتا، اور نہ اس کی آواز دب سکتی ہے، وہ ضرور کامیاب ہوگا، اور بالآخر اسی کی فتح ہوگی،

سورۂ قریش

کی ۴ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ (۲) اٖلٰفِهِمْ

جاڑے اور گرمی کے

رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ (۳) فَلْیَعْبُدُوْا

سفر سے قریش کو جو الفت ہے، اسی الفت کی وجہ سے انھیں چاہئے

رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ (۴) الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ

کہ اس کعبہ کے رب کی عبادت کریں، جس نے انھیں بھوک

مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ،

میں کھلایا، اور خوف سے محفوظ رکھا،

مکہ کی سرزمین میں پیداوار نہیں ہوتی، باہر سے ہر طرح کی ضروریات زندگی وہاں پہونچتی رہتی ہیں، جن سے وہاں کے باشندے زندگی بسر کرتے ہیں **قریش**، عرب کے اُس معزز قبیلہ کا نام ہے جو **اسمٰعیل** (علیہ السلام) کی اولاد میں تھے، **رسول اللہ** (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے، وہی قریش خانۂ کعبہ کے خادم اور مجاور تھے تمام عرب میں اس وجہ سے ان کی عزت کی جاتی تھی، باوجود عرب کے لوٹ مار اور قتل وغارت گری کے اس قبیلہ کے لوگ محض اپنی اس عزت کی وجہ سے تمام عرب میں چاروں طرف سفر کرتے تھے، اور لوگ خانۂ کعبہ

کی حرمت کی وجہ سے ان کے مزاحم نہ ہوتے تھے، بلکہ ان کا ادب واحترام کرتے، اور ان کی ہر طرح خدمت کرتے، اور اس طرح یہ کامیابی کے ساتھ سردی کے موسم مین یمن کا اور گرمی مین شام کا سفر کرتے تھے، اور تجارت وغیرہ کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آجایا کرتے، تو جب خانۂ کعبہ کی بدولت انھین سال بھر کے لئے غذا، اور تمام خطرات سے امن ملتا ہے، تو ان کو چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کے خالق کی فرمان برداری کرین، اور اپنے فرائض محسوس کرین اور سب سے پہلے توحید کے منادی کو لبیک کہین، جو ان کے خانۂ کعبہ کی بنا کا اصل مقصد ہے،

جو قوم دینی خدمت کے نام سے دنیا مین کامیاب ہو وہ اگر دینی خدمت مین کمی کرے تو اس پر افسوس ہے، دنیاوی لوگ جنھون نے اپنا وقت محض دنیاوی کامون مین لگا رکھا ہے، ان سے اگر دینی خدمت مین کمی ہو تو اس قدر قابل اعتراض نہین جس قدر وہ لوگ جو مذہب کے نام سے روپیہ، عزت، اور دنیاوی ضروریات حاصل کرتے ہین، تو قریش جو گرمی اور سردی کے موسم مین صرف خانۂ کعبہ کے خادم ہونے کی بدولت امن و کامیابی کے ساتھ سفر کرتے ہین انھین لازم ہے کہ سب سے زیادہ خدا کی اطاعت کرین، اور کعبہ کی بنا کے اصل مقصد یعنی اشاعت توحید مین سب سے زیادہ حصہ لین نہ کہ اسکے برعکس جو شخص اس مقصد کی تکمیل کے لئے اُٹھا ہے اسکی مخالفت کرتے ہین، اور اسکی راہ مین روڑے اٹکاتے ہین، کعبہ کا زیادہ حق انھین پر ہے کہ اسکے مقصد کی حمایت اور اعانت میں اپنی جان لڑا دین، اور ثابت کر دکھائین، کہ جس کعبہ پر ان کی اور ان کے اہل وعیال کی زندگی کا دارومدار ہے اس کے حقوق کس حد تک یہ پورے کر سکتے ہین، اور کر رہے ہین،

سورہ ماعون

مکی - ۷ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ

کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے ؟

(۲) فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ (۲)

یہی ایسا شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ،

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ،

اور محتاج کو کھلانے کی رغبت نہین دلاتا ،

جو شخص مجازاۃ کا منکر ہے ، جو اعمال کے نتائج اور جزا و سزا کو نہین مانتا وہی ایسا بد خلق ہو سکتا ہے کہ یتیمون کو دھکے دے کر نکال دے ، یا مسکینون کو خود کھانا کھلانا تو درکنار دوسرون کو دیتے ہوئے دیکھے تو روک دے ، کیون کہ جب وہ اعمال کے نتیجون کو ضروری نہین سمجھتا ، اچھے اور برے کامون کے لئے جزا و سزا نہین مانتا تو اس کے لئے کوئی کام برا نہین ، سب کچھ برابر ہے ، اس کے نزدیک بد اخلاقی یا برے کام کا لفظ ہی بے معنی ہے ، جب اس نے اس طرح اپنی انسانیت کو کھو دیا ، اور باوجود انسان ہونے کے اپنے آپ کو حیوان سے بھی زیادہ ذلیل اور پست بنا دیا تو اس سے جو بد اخلاقی بھی ہو تھوڑی ہے ، اس کو سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ **انسان** ہے ، اور انسان دنیا کی ایک اعلیٰ ترین ہستی

کا نام ہے، جس کے فرائض بھی نہایت اعلیٰ ہونے چاہئین، وہ ایک جانور نہیں ہے جس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد صرف کھانا اور پاؤن پھیلا کر سوجانا ہے

(۴) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (۵) الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
تو نمازیون کے لئے ہلاکی ہے، جو اپنی نماز سے

صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۶) الَّذِيْنَ هُمْ
بے خبر رہتے ہین، جو لوگون کو دکھلاتے ہین

يُرَاؤُنَ (۷) وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ،
اور روزمرہ کے برتنے کی چیزون سے بھی روکتے ہین،

مگر افسوس ہے اُن نمازیون پر جو مذہب کی پابندی کا دعوےٰ کرتے ہین جزا و سزا کو مانتے ہین، پھر اپنے انسانی فرائض سے غافل ہین، اپنے اعلیٰ مقاصد یعنی خالق کے ساتھ عبودیت، اور مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت مین سست ہین، انسانی زندگی کے یہی دو بڑے مقصد ہین کہ (۱) وہ اپنے خالق سے صحیح تعلق پیدا کرے، اس کا سچا بندہ بن جائے، اور اس کی تقدیس و تسبیح کو اپنی بڑی کامیابی سمجھے، جس کی ایک جامع اور مکمل صورت نماز ہے اور (۲) مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت، ہمدردی و غمگساری کا برتاؤ کرے اور مراتب کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ احسان و کرم کا سلوک کرے، جس کی ایک اچھی اور باضابطہ صورت زکوٰۃ ہے، یہی دو امور اسلام کے اعلیٰ مقاصد ہین، اور یہی باتین ہین جو عقل کے لحاظ سے انسان کی انسانیت کا جوہر ہین،

بالخصوص وہ لوگ جو مذہب کی اتباع کا دعوےٰ کرتے ہین اور جزا و سزا کو مانتے ہین ان کو ان باتون مین اورون سے زیادہ حصہ لینا چاہئے

اور خود ان کے فیصلہ کے مطابق اُن کو اِن دونوں کاموں مین کوشش اور مستعدی کے ساتھ سرگرمی دکھانی چاہئیے، نہ کہ خدا کو بھول بیٹھین، اپنی نمازون مین سُستی کرین، اور محض لوگون کو دکھانے اور اُن پر اپنی بزرگی اور اپنا تقدس ظاہر کرنے کے لئے خدا کے سامنے سجدے کرین، اور خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و احسان نہ کرین، ضرورتمندوں اور محتاجوں کی ضرورتین دیکھین اور چپ بیٹھ رہین، مظلوم و کمزور کی فریاد سنین اور ان کے دل متاثر نہ ہون، یہانتک کہ روزمرہ کے برتنے کی چیزین دینے سے بھی انکار ہو، تو جو لوگ بخل کی اس حالت تک پہنچ گئے ہون کہ معمولی چیزین بھی وہ اہل ضرورت کو دینے پر تیار نہین تو پھر وہ اہم امور مین کیا خاک ہمدردی اور احسان کرسکتے ہین، تو ایسے لوگون پر افسوس اور ہزار افسوس ہے، ان کو چاہئیے کہ نماز کا صحیح مطلب سمجھین اور جانین کہ نماز خدا کی تسبیح اور تقدیس کے لئے ہے، اس لئے اس سے صرف خدا کی یاد اور اس کی خوشی مقصود ہونی چاہئیے، ان کو سمجھنا چاہئیے کہ دنیا مین رہ کر ان کا فرض ہے کہ تمام انسان بلکہ تمام جاندار کے ساتھ ہمدردی کرین ان کی ضروریات کو سمجھین، ان کو پورا کرین، انتہا یہ کہ خالق و مخلوق کے ساتھ نہایت صحیح اور نہایت اعلیٰ تعلق پیدا کرین، اور اس کو اس طرح پورا کرین جیسا کہ ایک اعلیٰ انسانی ہستی کے شایان ہے،

سورہ کوثر

مکی - ۳ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (۲) فَصَلِّ
ہمنے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے، پس اپنے رب کی
لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ،
نماز پڑھو اور قربانی دو،

اے پیغمبر ہمنے تم کو خیر کثیر دیا، خیر کا لفظ قرآن مین مال کے لئے، اور خیر کثیر کا لفظ حکمت کے لئے آیا ہے، "وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا" (اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا) تو ہم نے تم کو خیر کثیر دیا، ایک فطری مذہب سکھایا، ایک اعلی تعلیم یعنی قرآن بھیجنا شروع کیا، جس اہم فرض کا احساس کرکے تم راہ حق کی تلاش مین تھے، اور جس کے لئے تم اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمسے لو لگائے غار حرا مین بیٹھے تھے، وہ ہم نے تمہین بتایا، اس لئے تم اپنی کامیابی پر ہمارا شکر کرو، ہمین یاد کرو، ہم سے اور ہماری مخلوق سے محبت کرو، ہماری تسبیح و تقدیس کے لئے نماز پڑھو اور پھر قربانی کرکے لوگون کو کھلاؤ، خدا کی محبت دل سے ہو، زبان سے ہو، اعضا سے ہو، ان سب کا مجموعہ نماز مین موجود ہے، دل مین خدا کی عظمت زبان سے اس کی تسبیح و تقدیس، ہاتھ پاؤن اور تمام اعضا سے اس کی عزت اس کی تعظیم نماز مین پائی جاتی ہے، تو نماز پڑھ کر خدا کی محبت اور اس سے

لگاؤ کا ثبوت دو، پھر قربانی کرکے مخلوق کی محبت اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی دکھاؤ، عرب میں مہمانداری بہت ضروری سمجھی جاتی تھی، اور ان کے یہاں یہ ایک معمولی بات تھی کہ کسی مہمان کے لئے اونٹ ذبح کردیا کرتے تھے، اس لئے اے پیغمبر خدا کی اس بڑی نعمت کا تقاضا یہی ہے کہ تم خالق اور مخلوق سے محبت کرو، کیونکہ یہی دو باتیں ہیں جو مذہب کی روح ہیں اور اور جتنے احکام ہیں سب انہیں دو مقصد کے پورا کرنے کی متعدد صورتیں ہیں اور یہی مقاصد نماز و زکوٰۃ، حج و روزہ کے ہیں، جو اسلام کے ارکان ہیں، جیسا کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے،

(١) قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ،

(مدثر - ٤٣)

وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور نہ ہم محتاج کو کھانا کھلاتے تھے،

(٢) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا .... وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ،

(بنی اسرائیل - ٢٣ - ٢٦)

اور تیرا رب حکم دیتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ احسان کرو، .... اور قرابت والے کو اس کا حق دو اور محتاج کو اور مسافر کو،

(٣) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ

(ماعون - ٤)

تو نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکی ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو صرف (لوگوں کو) دکھانا چاہتے ہیں، اور معمولی چیزیں بھی دینا گوارا نہیں کرتے

(٤) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا

اور خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا

شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں، اور یتیموں، اور محتاجوں اور قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرو،

بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ، وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ،

(نساء - ۳۶)

ان تمام آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ تمام احکام و شرائع کا مقصد یہی دو چیزیں ہیں (۱) خدا کے ساتھ صحیح تعلق اور سچی محبت، (۲) بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی و احسان،

امام رازیؒ فرماتے ہیں:۔

چوتھی بات یہ ہے کہ فصل خدا کی احکام کی عزت کرنے کا حکم ہے، اور وانحر مخلوق پر رحم و شفقت کرنے کا تمام عبادتوں میں یہی دو باتیں پائی جاتی ہیں،

وَرَابِعُهَا اَنَّ قَوْلَهٗ فَصَلِّ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْظِيْمِ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَقَوْلَهٗ وَانْحَرْ اِشَارَةٌ اِلَى الشَّفَقَةِ عَلَى الْخَلْقِ وَجُمْلَةُ الْعُبُوْدِيَّةِ لَا تَخْرُجُ عَنْ هٰذَيْنِ الْاَصْلَيْنِ،

(جلد ۸ صـ۱۳۷)

(۳) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ،

تیرا بدخواہ ہی ایسا ہوگا کہ کوئی اس کا نام لیوا نہ رہے گا،

اس سورت کے اندر اول خدا نے اس بڑی نعمت کا تذکرہ کیا ہے، جو اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عنایت فرمائی، پھر فرمایا کہ

اب اپنی زندگی کے مقصد پورا کرنے مین لگ جاؤ، اور ان مخالفین کی پروا نہ کرو، جو تمھین تمھاری تعلیم اور تمھاری حق کی آواز کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے فنا اور منقطع کر دینا چاہتے ہین، تم اپنا کام کئے جاؤ، تم ہی کامیاب ہوگے، تمھاری آواز بلند ہوگی، اور دنیا کے گوشہ گوشہ مین پھیلے گی، اور تمھارے مخالفین خود تباہ، فنا، اور ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے منقطع ہو جائین گے، کہ ان کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہے گا،

سورۂ کافرون

مکی - ۶ آیتین

پیغمبر جب کسی قوم مین آتا ہے تو جن لوگون مین صلاحیت ہوتی ہے اور وہ اپنے فرائض کو محسوس کرتے ہین وہ اس پیغمبر کی تعلیم قبول کر کے اپنی اصلاح کر لیتے ہین، اور جو لوگ بداخلاق اور بہیمیت کے ہاتھون اپنی انسانیت کو کھو چکے ہین، اور اپنے آپ کو جانورون سے بدتر بنا چکے ہین، وہ پیغمبر کی آواز کو نہین سنتے، بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہین، اس کی آواز کو روکتے ہین، اس کی راہ مین روڑے اٹکاتے ہین، اور انتہا یہ ہوتی ہے کہ اس کو نکالنے، اور بسا اوقات اس کی جان تک لینے کے درپے ہو جاتے ہین، ایسی حالت مین پیغمبر کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے لوگون سے اپنے تعلقات منقطع کرے، ان سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کر دے، اور ان کو چھوڑ کر ہجرت کرے، اور دوسری جگہ چلا جائے، اس طویل مدت مین بھی اگر وہ اپنی ان سرکشیون سے باز نہ آئین تو انھین تباہ اور ہلاک کر دیا جاتا ہے، اور پیغمبر اور اُس کے ماننے والے اس کی حمایت اور مدد کرنے والے غالب و مظفر و منصور ہوتے ہین، خدا کی یہ ایک مستمرہ سنت ہے جو عموماً تمام پیغمبرون کے ساتھ پیش آئی ہے،

اس سورت کے اندر **آنحضرت** (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا گیا ہے کہ اون مخالفین و معاندین سے اپنی براءت ظاہر کر دین، چنانچہ آنحضرت کو نبوت کے شروع مین ہی یہ حکم دیا گیا،

(۱) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنْ	اور جن مومنین نے تیری اتباع کی ہے ان کے ساتھ نرمی کیا کر، اور اگر نافرمانی

عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ وَ تَوَكَّلۡ عَلَی الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ

(شعراء - ۲۱۵)

کریں تو کہدے کہ مین تمہارے کامون سے بری ہون، اور زبردست اور مہربان خدا پر توکل کر،

(۲) وَ اِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَ لَكُمۡ عَمَلُكُمۡ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓـُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ، (یونس - ۴۱)

اور اگر وہ تجکو جھٹلائین تو کہدے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، تم میرے عمل سے بری ہو اور مین تمہارے عمل سے بری ہون،

اسی طرح اس سورت مین لَكُمۡ دِیۡنُكُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ بھی ہے جس مین برارت کا اظہار اور تعلقات منقطع کرنے کا اعلان ہے، کیون کہ پیغمبر اول نصیحت کرتا ہے، حق کی طرف بلاتا ہے، اور ایذاؤن پر صبر کرتا ہے پھر جب نہ ماننے والون کی شرارت بڑھ جاتی ہے تو ان سے اپنی برارت ظاہر کرتا ہے، اور ہجرت کرکے دوسری جگہ چلا جاتا ہے، اس کے بعد ہی باطل کی شکست اور حق کی فتح ہوتی ہے،

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ (۲) لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ (۳) وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ

تو کہدے اے کافرو! جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی مین عبادت نہین کرتا، اور جس کی مین عبادت کرتا ہون اس کی تم عبادت نہین کرتے

عرب کے مختلف قبیلوں میں جس چیز کی وجہ سے تعلقات ہوتے تھے وہ یہی بت ہوتے تھے، جن کی وہ پرستش کرتے تھے، اور جب کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلہ سے تعلق و یگانگت پیدا کرنی چاہتا، تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ اس قبیلہ کے بت کی پرستش کرے، گذشتہ زمانے مین یہ عام دستور تھا، ایک بت پرست قوم سے یہ کہنا کہ "نہ تمہارے بتون کی پرستش ہم کرین گے اور نہ تم ہمارے خدا کی پرستش کرنے والے ہو" اس کے صاف یہ معنی ہین کہ ہم تم سے بری ہین اور تم ہم سے بری ہو، اسی کا نام **اظہار براءت** اور تعلقات کا منقطع کرنا ہے،

(۴) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۵) وَلَا

اور جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کا مین عبادت کرنے والا نہین اور

أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ،

جس کی مین عبادت کرتا ہون اس کی تم عبادت کرنے والے نہین،

براءت ظاہر کرنے مین ضرورت ہے کہ پوری توضیح و تکرار و تاکید سے کام لیا جائے، اسی لئے اس مضمون کو دو دفعہ کہا گیا، لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ سے آئندہ زمانہ کے لئے ان کی اُمید منقطع کردی گئی ہے، اور لَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ سے ان کے آبائی دین سے بیزاری ظاہر کردی گئی ہے،

(۶) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے

یہ ایک جامع جملہ ہے جو باوجود نہایت مختصر ہونے کے ان تمام مطالب کو لئے ہوئے ہے لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ اور لَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ کا مطلب لَكُمْ دِينُكُمْ مین اور دونون لَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ

کا مطلب لِی دِینِ میں ہے، اور چونکہ یہ ایک جملہ اسمیہ ہے اس لئے
کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہین، بلکہ یہ براءت ہر زمانہ کے لئے ہے، اور
اپنے اختصار، اور بلاغت کی وجہ سے ایک باقی رہنے والا جملہ ہے جو
آپ کی ہجرت کے بعد اُن کفار کے دلون مین باقی رہا، اور وہ رفتہ رفتہ
سمجھ گئے کہ یہ مذہب ضرور غالب ہوگا، اس طرح یہ براءت اور ہجرت
بھی تبلیغ کی ایک آخری صورت تھی، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ
اپنی سرکشی سے باز آگئے، اور جو لوگ اس پر بھی نہ باز آئے وہ تباہ ہوئے
کیون کہ یہ خدا کی ایک مستمر سنت تھی، جسے اس آیت مین تفصیل کے
ساتھ بتایا گیا ہے،

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ، قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ

کیا تمہارے پاس ان لوگون کی خبر
نہین پہنچی جو تم سے پہلے تھے، یعنی قوم
نوح اور عاد اور ثمود کی اور جو لوگ انکے
بعد ہوئے، جن کو خدا کے سوا کوئی نہین
جانتا ان کے پاس ان کے رسول ظاہر
دلیلین لیکر آئے تو انہون نے ان کے
ہاتھون کو اُلٹا ان ہی کے منہ پر مارا
اور بولے جو دیکر تم ہمارے پاس بھیجے گئے
ہو ہم اس سے انکار کرتے ہین اور جس کیطرف
تم ہمکو بلاتے ہو ہمکو اس کی نسبت شک
ہے، ان کے رسولون نے کہا کیا تم کو خدا
کے بارے مین شک ہے! جو کہ آسمان

اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہی وہ تمکو بلاتا
ہی تاکہ تمہاری گناہ بخشدے، اور
ایک مقرر وقت تک تمکو رہنے دے
ان لوگون نے کہا تم تو بس ہم ہی جیسے
ایک آدمی ہو چاہتے ہو کہ ہمکو اپنے باپ
دادا کے معبودون سے پھیر دو تو ہمارے
پاس صاف سند لاؤ، ان کے رسولون نے
ان سے کہا کہ بیشک ہم تم ہی جیسے آدمی
ہین، مگر خدا اپنے بندون مین سے
جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے
اور ہمارا یہ کام نہین کہ ہم تمکو کوئی سند
لادین مگر خدا کے حکم سے اور ایمان
والون کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ
کرین اور ہمکو کیا ہو گیا ہے کہ خدا پر
بھروسہ نہ کرین حالانکہ اس نے ہمکو
ہماری راہون کی ہدایت کی اور تم
جو جو ایذائین ہمکو دیتے ہو ہم ضرور
ان پر صبر کرین گے، اور بھروسہ کرنے
والون کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ
کرین، اور ان کافرون نے اپنے
رسولون سے کہا کہ ہم تم کو ضرور اپنے

مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا
بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ، قَالَتْ رُسُلُهُمْ
إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ
اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ، وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ
عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ
لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ
لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ
إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
الظَّالِمِينَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ
لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ
وَعِيدِ، وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ
كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، مِّن وَرَائِهِ

ملک سے نکال دین گے یا یہ کہ تم پھر ہماری ملت مین آجاؤ، توان کے رب نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ظالمون کو ضرور ہلاک کردین گے اور ان کے بعد تمکو اس ملک مین بسائین گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے

جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ،

(ابراہیم - از ۹ تا ۱۷)

ڈرے اور میری دہمکی سے ڈرے اور انہون نے فتح پائی اور ہر سرکش اور دشمنی کرنے والا خائب وخاسر ہوگیا، اس کے آگے جہنم ہے (وہان) اسکو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، وہ اس کو ایک ایک گھونٹ پئے گا اور حلق سے نہ اُتار سکے گا، ہر طرف سے موت اس کو گھیرے ہوگی اور مرے گا نہین، اور اس سے آگے اور سخت ترین عذاب ہے،

سورۂ نصر

مدنی — ۳ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (۲) وَرَاَیْتَ

جب خدا کی مدد اور فتح آئے — اور تو لوگوں کو

النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا،

جھنڈ کے جھنڈ خدا کے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھے

(۳) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ

تو حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کر اور اس سے استغفار کر بیشک

کَانَ تَوَّابًا،

وہی (رحمت کے ساتھ) رجوع کرنے والا ہے،

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، جب اسلام کی آواز پوری کامیابی کے ساتھ تمام پھیل چکی، اور حق کی فتح اور حق کے معاندین ومخالفین کی شکست ہوچکی، اس وقت یہ سورت آئی کہ جب خدا کی مدد آگئی، اور تمہاری زندگی کا مقصد یعنی کلمۂ حق کی فتح ہوئی، اور مخلوق جوق جوق خدا کے سچے دین میں داخل ہونے لگی، تو اب اپنی اس کامیابی پر خدا کی تحمید وتسبیح کرو، اور خدا سے معافی مانگتے رہو، کہ جو غلطیاں یا لغزشیں تم سے ہوئی ہوں وہ سب خدا معاف فرمادے، اور اسی کامیابی کے ساتھ تمہاری آواز کو تمام دنیا میں پھیلادے، کیونکہ خدا ایسے لوگوں کی طرف جلد رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے:

سورۂ لہب

مکی - ۵ آیتیں

اس سورت میں دین حق کے مخالفین کا سرگروہ یعنی **ابولہب** اور اس کی بیوی جنہوں نے حق کی آواز بلند کرنے والے پیغمبر کی راہ میں روڑے اٹکانے، ان کو ستانے، اور انھیں ہر طرح کی ایذائیں پہونچانے کو اپنا مقصد بنا لیا تھا، ان کو ان کے بد انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ دنیاوی مال و عزت جس کے بھروسہ پر تم نازاں اور بیخوف ہو کچھ فائدہ نہ دے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۲) مَآ
ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو اس کا

اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (۳) سَيَصْلٰى
مال اور اس کی ساری کمائی کچھ کام نہ آئی، عنقریب بھڑکتی

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۴) وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ
ہوئی آگ میں داخل ہوگا، اور اس کی عورت بھی جو ایندھن

الْحَطَبِ (۵) فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ
سر پر لئے پھرتی ہے اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہوگی،

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو، کہ خدا کی سچی تعلیم کو خود بھی نہیں

مانتا ہے اور جو لوگ مانتے ہین اُنھین تکلیفین پہونچاتا ہے، دنیا کے مال
داولاد اور عزت وجاہ پر اپنے انجام کو بھول بیٹھا ہے، اُسے یاد رہے
کہ وہ بُری طرح ہلاک ہوگا، اور یہ سارے مال ومنال جن پر اس کو بھروسہ
اور غرہ ہے بے سود ثابت ہون گے، اور جب خدا کا عذاب اسے ہلاک
کرنے کے لئے آئے گا تو اِن چیزون مین سے کوئی چیز بھی کام نہ آئے گی
اور انتہا یہ ہوگی کہ اپنی ان بداعمالیون اور سرکشیون کے انجام مین اُسے
دہکتی ہوئی آگ مین جانا پڑے گا، اور اس کی بیوی جو سرکشی اور تمرد، اور
بداخلاقی مین اپنے خاوند کے قدم بقدم ہے وہ بھی اپنا انجام سوچ لے اور
یاد رکھے کہ یہ اور نیک لوگون کو ستانا ایک دن ضرور رنگ لائے گا یہ
بداخلاقیان ضائع نجائین گی، اور ان بداعمالیون کا بار گراں[۹] جو اس نے اپنی
گردن پر اُٹھا لیا ہے وہی اس زندگی مین دوزخ کی آگ کی صورت مین آکر اُسے
جلائے گا، اور یہ دنیاوی اسباب عیش وراحت اور یہ زیورات جن سے وہ
اپنی گردن کو خوبصورت بنایا کرتی ہے اس دن آگ ہوکر اس کی گردن مین
لپٹین گے، وہان خود یہی چیزین جن پر ناز وتکبر کرکے اپنے انجام اور اپنی
بداعمالیون کی سزا کو بھولے ہوئے ہے اس کے لئے عذاب اور دردناک
سزا کا باعث ہون گی، تو اس سورت مین حق کے مخالفین کو ڈرایا گیا ہے
اور ان کے بُرے انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر اپنی سرکشیون
سے باز آجائین،

---

[۹] حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ایندھن اُٹھانے والی:۔ یعنی بداعمالیون کا بار گران جو اس
نے اپنے سر پر اُٹھایا ہے وہ دراصل ایندھن ہے جو اُسے دوزخ مین جلائے گی جیسے دوسری
جگہ قرآن مین ہے "وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ" ۱۲

سورۂ اخلاص

مکی - ۴ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (۲) اَللّٰہُ الصَّمَدُ

تو کہہ دے کہ خدا ایک ہے، خدا ہی بے نیاز ہے،

(۳) لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ (۴) وَلَمۡ یَکُنۡ

نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ خود جنا گیا، نہ کوئی

لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ،

اس کا مثل ہے،

توحید کی یہ صحیح تعلیم ہے، جو مذہب کی بلکہ انسانیت کی بنیاد ہے خدا کے متعلق صحیح خیال کسی مذہب میں موجود نہ تھا، عیسائیت کے اندر ایک میں تین اور تین میں ایک تھا، مشرکین سینکڑوں خدا کے بیٹے اور بیٹیاں مانتے تھے، غرض خدا کے متعلق نہایت غلط اور باطل خیالات لوگوں کے ذہن میں سمائے ہوئے تھے اس وقت قرآن نے یہ آواز بلند کی،

کہدو خدا ایک ہے، ہر طرح کی ضرورتوں سے بے نیاز ہے، نہ کوئی اس کا باپ ہے نہ کوئی اسکا بیٹا، نہ کوئی اسکے برابر کا ہے، وہ ایک ہے، کوئی اس سے بڑا یا اس کے برابر یا اس سے چھوٹا جو اس کا جانشین ہو، ہرگز نہیں وہ ہر طرح سے ہر چیز سے بے نیاز ہے،

سورۂ فلق

مکی - ۵ آیتین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۲) مِنْ
تو کہہ دے کہ مین صبح کے رب کی پناہ لیتا ہون، جو کچھ
شَرِّ مَا خَلَقَ،
اس نے پیدا کیا ہے اس کی بدی سے،

انسان کی فطرت اس کی ساخت نہایت اعلی ہے، اور اس مین استعداد ہے کہ اپنی فطرت کو اعلی ممکن کمال تک پہونچائے، مگر اس عالم مین بیرونی اثرات اور خارجی موانع پیش آتے ہین، جو طبیعت پر اثر ڈال کر اسے مقصد سے غافل کر دیتے ہین یا سدّ راہ ہو جاتے ہین، یا اُس کو دوسری طرف مائل کر دیتے ہین، اس سورت مین خدا نے تعلیم دی ہے کہ ان تمام رکاوٹون اور بیرونی مخالف اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے خدا کی پناہ مین آجاؤ، اور اس سے کہو کہ اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے والے خدا تو ہمین ان سارے فتنے سے محفوظ رکھ، اور ہمین ہر ایسے کام کی توفیق دے جس مین ہماری صلاح و فلاح ہے، اور ہر ایسے اثر سے بچا جو ہمارے مقصد کے لئے مضر اور ایک رکاوٹ ہو

(۳) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ،
اور اندھیری رات کی بدی سے جب وہ چھا جائے،

تم کہو کہ اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے والے خدا جطرح

تو اس تاریکی کو ہمارے نفع کے لئے دور کر دیتا ہے، اسی طرح ہماری منزل مقصود تک پہونچنے کے راستہ مین جو تاریکی ہے اسکو دور کر دے، جس طرح تو رات کے بعد دن نکال کر کام کرنے کے موقعے دیتا ہے، اسی طرح اچھی اچھی باتون کی توفیق دے کر ہمین منزل مقصود تک پہونچنے کا موقع دے اور دنیا کے اندر جو جو باتین ایسی ہین جو میرے لئے مضر ہون، یا میرے مقصد کے مخالف ہون ان سے ہمین بچا، تو ہمین رات کی تاریکی مین جو برائیان ہین ان سے بچا، ایسا نہ ہو کہ یہ تاریکی اور یہ اطمینان کا وقت ہماری توجہ مخلوق کی دل آزاری، ان کو نقصان پہونچانے، یا ان بداخلاقیون کی طرف منعطف کر دے جو عموماً پردہ مین، پوشیدگی مین، تاریکی مین، اور صیغہ راز مین کیجاتی ہین، ان بلاکتون اور ناگہانی آفتون سے ہمین بچا، جو اس تاریک وقت مین انسان کی ہستی کو، اس کے جسم کو، اس کی روح کو، تکلیف پہونچاتی ہین فنا کر دیتی ہین، یا اپنا لقمہ بنا لیتی ہین، یہ تو عموماً رات کے وقت کی برائیان ہین، جن سے ہر انسان کو بچنے کی ضرورت ہے،

(۴) وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ،

اور پختہ ارادون مین پھونک مارنے والون کی بدی سے

اب اس کے علاوہ خود اپنی جنس، اپنی نوع مین اپنے پاس بیٹھنے اٹھنے والون مین، اپنے مجمع مین، اپنے یار و احباب مین، بلکہ خود اپنے گھر مین جو اپنے دشمن ہین، اپنے کامیابی کے راستے مین روڑے ہین، بنے بنائے کام کو بگاڑنے والے ہین، کی کرائی بات بیکار کر دینے والے ہین، ان کی شرارتون سے بچا، وہ کون ہین؟ وہ، وہ ہین جو خوشامد کے پیرایہ مین، محبت کے سانچے مین، خیرخواہی کے طرز مین، رو کر، ہنس کر آنکھون کے

اشارے سے، یا چپ ہی چپ پھونک مارکر ہمارے دل کے مصمم ارادے کو، ہمارے راسخ عزم کو، ہمارے پختہ خیال کو، ہماری طے شدہ تجویز کو، بالکل اڑا دیتے ہیں، منتشر، کمزور، اور فسخ کر دیتے ہیں، ہم نے اچھے سے اچھے کام کا منصوبہ گانٹھا، اور ان میں سے کسی نے کسی انداز سے ہم کو اس ارادے سے پھیر دیا، اور ہم کو مطلق خبر بھی نہ ہوئی، کہ میرے دل نے کیا فیصلہ کیا تھا؟ اور وہ فیصلہ اب کیا ہو گیا؟ اور اس کی کس قدر ضرورت تھی، اور اس کے فسخ ہو جانے سے کس قدر نقصان ہوا؟ تو اے روشن صبح کے پیدا کرنے والے سوسفدا ہمیں ان میٹھی چھریوں کے میٹھے نشتر سے بھی اپنی پناہ میں رکھ، مجھے ان کی ضرورت نہیں، یا تو میرے ارادہ میں اس قدر پختگی دے، میرے عزم میں اس قدر قوت دے، میرے خیال میں اس قدر مضبوطی عطا فرما کہ ان پھونک مارنے والوں کی پھونک اڑ کر رہ جائے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو، یا ان کی اس زہریلی پھونک کو بے اثر کر دے،

(۵) وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ،

اور حسد کرنے والا جب حسد کرے اس کی بدی سے،

ہاں ابھی ایک اور دشمن ہے، جسے ہماری کامیابی بھلی نہیں معلوم ہوتی جو ٹھنڈی آنکھوں سے ہمارے فوز و فلاح کو نہیں دیکھ سکتا، جس نے اپنی زندگی کا یہ مقصد بنا لیا ہے کہ کسی طرح مجکو ناکامیاب دیکھے، تباہ دیکھے برباد دیکھے، مصیبت اور تکلیف کا پہاڑ ہم پر گرتا ہوا دیکھے تو اس کی خوشی ہو، اس کے دل میں چین آئے، اسی لئے وہ اپنی پوری عقل، اپنا پورا ارادہ اپنی ساری قوت اور کوشش، اس میں خرچ کر دیتا ہے، کہ کسی طرح ہمکو

نقصان پہونچائے، تو اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے والے پروردگار! ہماری کامیابی کے مطلع کو ایسے ناپاک مخالفون، اور بد باطن حاسدون کی شرارتون کی تاریکیون سے پاک و صاف رکھ، اور اپنی رحمت و کرم، اور توفیق نیک کا آفتاب ہمارے لئے روشن کر، جو ان بیہودہ دشمنون کی ساری شرارتون کی تاریکیون کے پردے کو چاک کردے، اور ہم اطمینان و سکون، امن و عافیت سے اپنے مقاصد کے پورے کرنے مین لگے رہین، اور کسی قوم کی مخالفت سامنے نہ آئے، اور اگر آئے تو تیری دی ہوئی توفیق عمل کی قوت سے اسے شکست دے دین اور کامیاب ہو جائین،

سورۂ ناس

مکی - ۶ آیتین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۲) مَلِکِ
کہہ کہ مین انسان کی پرورش کرنے والے ، انسان کے

النَّاسِ (۳) اِلٰہِ النَّاسِ ،
شہنشاہ، انسان کے معبود کی پناہ مانگتا ہون ،

اس سورت مین تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم بیرونی دشمنون کی برائیون سے پناہ مانگ چکے تو اب خود اپنی طرف متوجہ ہو، کہ خود تمھارے اندر جو چھپا ہوا دشمن ہے، اس سے خدا کی پناہ مین آجاؤ، اور کہو کہ اے وہ کہ تو تمام انسان کی پرورش کرتا ہے، ان کی ساری ضروریات کا بغیر انکے استحقاق کے انتظام کرتا ہے، پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک زندگی کا ایک ایک گھنٹہ ایک ایک منٹ ایک ایک پل ایسا ہے کہ اگر تیری پرورش نہ ہوتی رہے تو انسان کی ہستی فنا ہو جائے، تو ہی نے دن رات سورج چاند، ستارے، آگ، پانی، مٹی، ہوا، حیوانات، نباتات، جمادات اور وہ سب چیزین جنھین تو دیکھتا ہے، اور ہم نہین دیکھتے، اور نہین دیکھ سکتے، ان سب چیزون کو ایک خاص انتظام کے ساتھ ہماری پرورش کے لئے چلا رہا ہے، جب تیری یہ کچھہ قدرت ہے کہ سارے بڑی بڑے عظیم الشان مخلوقات تیری قوت وجبروت کے آگے سرنگون ہین،

تو اے انسان کے مالک، اے ہمارے آقا، اے ہمارے شہنشاہ،
اور پھر اے ہمارے معبود، اے وہ کہ ہم لوگوں کی ساری پرستش ہر
قسم کی عبادت، اور ہر طرح کی غلامی تیرا ہی حق ہے، کیونکہ تو ہی پرورش
کرتا ہے، اس لئے تو ہی مالک ہے، اور جب تو ہی مالک ہے تو ہماری
بندگی کا مستحق بھی صرف تو ہی ہے اس لئے ہم تیری ہی پناہ میں آنا چاہتی ہیں

(۴) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ،
بڑے خیال کی بدی سے جو (آتا ہے اور) پیچھے ہٹ جاتا ہے،

(۵) اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ
(یعنی رہ رہ کر آتا ہے) جو کہ انسان کے سینوں میں وسوسہ

النَّاسِ (۶) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ،
ڈالتا ہے جن سے اور انسانوں سے

تو اے ہم سب کے پروردگار خدا، اے ہم سب کے مالک اور شہنشاہ
خدا، اور اے ہم سب کے معبود و مسجود خدا، ہمیں اپنے یہاں تک پہنچنے
کے لئے اچھے سے اچھے کاموں کی توفیق دے اور اس راستہ پر چلنے میں جو
رکاوٹیں ہیں ان سب کو دور فرما دے، اور ہاں ایک سب سے بڑی
[illegible] ہمارا ایک سب سے بڑا اور سب سے قریب دشمن ہے
[illegible] خیالات، برے ارادے، بری نیتیں، جو ہمارے سینے میں
چھپی رہتی ہیں اور موقع پا کر ہمارے دلوں کو برانگیختہ کرتی ہیں، ہمیں گمراہ
کر جاتی ہیں، اور سیدھی راہ سے ہمیں ہٹا کر جہنم میں دھکیل دینا چاہتی ہے
سب ان سے ہمیں پناہ دے، کیونکہ ان کا تسلط اگر ہم پر ہوا تو ہمیں برباد
کر دیں گی، ایک انسان کی کامیابی اور فلاح کا سبب کہ وہ اچھے راستہ

بر جا رہا ہو، میرے خیال سے بڑھکر اور کوئی دشمن نہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنی صفت ربوبیت (پرورش کرنا) کی طفیل سے امن میں رکھ، اور اپنی صفت ملکوتیت (بادشاہت) کی طفیل ان مہلک خیالات کو ہم سے دور رکھ اور اپنی صفت معبودیت کی طفیل ہمیں خاص اپنا بنالے، اور اپنی غلامی میں قبول کرکے عزت بڑھا، تاکہ یہ اعداء تیرے غلاموں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیں، کیونکہ یہ وہ دشمن ہیں جو گھر میں گھس کر آگ لگانے والے ہیں نیز ایسے لوگوں سے بھی پناہ میں رکھ جن کا یہی کام ہو کہ لوگوں کو ورغلا کر ان کے خیالات پر برا اثر ڈالیں، اور آخرکار تباہ و برباد کرکے چھوڑیں، خواہ وہ انسان ہوں یا جن، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، متمدن شہروں میں رہنے والے ہوں یا پہاڑ کی گھاٹیوں میں بسر کرنے والے ہوں، نظر آئیں یا نہ آئیں ان سب کی شرارتوں سے محفوظ رکھ، اور ہم میں ایسی قوت، ایسی عقل ایسا خیال، ایسا ارادہ دے کہ ان رکاوٹوں کے باوجود ہم اپنا اصل مقصد، اپنی زندگی کے اصل کام کرنے سے نہ رکیں، اور جس طرح انسان پیدا ہوئے ہیں، اسی طرح ایک کامل انسان ہو کر مریں، اور پھر تیرے پاس پہنچکر وہ کچھ پائیں جو تو نے ہمارے لئے مہیا کر رکھی ہیں،

تمت

واضح ہو کہ

یہ کتاب صفحہ تمہید سے صفحہ ۴۴ تک اور صفحہ ۱۲۹ تا صفحہ ۱۶۱

و صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ مطبع رحمانیہ مونگیر میں باہتمام

منشی سراج الدین احمد رحمانی چھپی فقط

کتبہ

خاکنہاد غریب داد یادوی

فقط

اعلان

جس اصول پر اور جس طرز سے یہ تفسیر ناظرین مطالعہ
کر رہے ہیں، اسی طرز کی پانچ سیپاروں کی تفسیر پریس
میں جانے کے لئے تیار ہے۔ کم از کم پانسو آڈر آتے ہی
چھپنے کے لئے بھیج دی جائے گی، صفحات کم از کم ..
ہوں گے۔ قیمت چار روپے تک ہوگی۔ کاغذ کا نرخ سستا
ہوا تو یہ قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ جن حضرات کی خواہش
جلد آڈر بھیج دیں۔

کتاب ملنے کا پتہ

شائق احمد عثمانی، دلاور پور مونگیر